U2611 . P - 12-1-10

Title - YAZEED NAAMA; WAQEYA KARBALA ~~B~~ KE BAAD BANI UMMIYYA KE AKHIRI BADSHAH ~~TAK~~ KA TAREEKHI TAZKIRA.

Creator - Hazrat Khwaja Hasan Nizami Dehelvi.

Publisher - Dilli Printing Works (Delhi).

Date - 1925.

Pages - 144

Subjects -

اسلامی تاریخ کا تیسرا حصہ

یزید نامہ

واقعۂ کربلا کے بعد سے بنی اُمیہ کے آخری بادشاہ تک کا
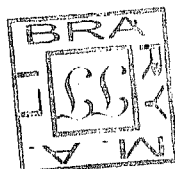
تاریخی تذکرہ

از

مصوّرِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی مدظلہ

اکتوبر ۱۹۲۵ء میں پانچویں بار

ابن عربی کارکن حلقہ مشائخ دہلی

نے چھپوا کر شائع کیا

مطبوعہ

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

طبع پنجم قیمت عہر

اسلامی تاریخ

میلاد نامہ اسلامی تاریخ کا پہلا حصہ ہے۔ ایک سو چھتیس ۱۳۶ صفحے ہیں، لکھائی چھپائی عمدہ ہے کاغذ سفید اور چکنا ہے، پانچ دفعہ چھپا ہے، یہ اشتہار پانچویں ایڈیشن کا ہے ٭
ایک ہی کتاب کے اندر دو حصے ہیں، پہلا حصہ ۸۰ صفحے کا ہے جسکے اندر حسب ذیل بیانات ہیں، میلاد شریف کی فضیلت اور احتیاط۔ اسمیں محفل میلاد کے ادب کرنے کی خوبیاں اور بے احتیاطی کی برائیاں ہیں اور اسکے لیئے نہایت مؤثر حکایات لکھی گئی ہیں پھر دوسرے بیان میں صاحب میلاد کے بزرگوں اور والد و دادا کا بیان ہے پھر تیسرا بیان ولادت آنحضرت کا ہے جو ایسا مؤثر ہے کہ تمام محفل میلاد میں ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے، نثر میں بھی اور نظم میں بھی اس بیان میں ولادت سے لیکر جوانی تک کے حالات ہیں، بچپن کی پوری کیفیت بھی ہے اور جوانی کی بھی، یہانتک کہ پہلی شادی تک کا ذکر ہے اسکے بعد یہ حصہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا حصہ رسول بیتی شروع ہوتا ہے، جس میں کتب قدیم کی بشارتیں اور پیشین گوئیاں ہیں اور ذکر معراج ہے اور بنی ہاشم اور حضرت ابو طالب کی امداد کا حال ہے اور غریب مسلمانوں پر ستم، حضرت حمزہ کا اسلام حضرت عمر کا مسلمان ہونا مسلمانوں کا بائیکاٹ۔ مدینہ کی ہجرت۔ جہاد کا پہلا سفید جھنڈا۔ بدر کی لڑائی یہودیوں سے لڑائی۔ احد کی لڑائی۔ علی کی ماں رسول کی ماں حضرت عائشہ پر تہمت۔ خندق کی لڑائی بنی قریظہ کا حملہ فتح مکہ آخری بیان صورت سیرت۔ لباس۔ کھانا، روزمرہ کی عادت وغیرہ کا بیان ہے قیمت عمر

محرم نامہ ایک سو تینتیس صفحہ کی کتاب ہے، چوتھا ایڈیشن ہے، لکھائی چھپائی صاف ہے کاغذ گھٹیا ہے، اور حسب ذیل بیانات ہیں، وفات رسول صلعم اور خلافت کا جھگڑا۔ حدیث قرطاس کی بحث حضرت ابو بکرؓ کی خلافت حضرت عمرؓ کی خلافت حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافتیں۔ اور تمام جھگڑوں کی تفصیل، شروع اسلام کے چھ شہید حضرت عثمانؓ کی شہادت۔ حضرت علیؓ کی شہادت۔ حضرت امام حسنؓ کی شہادت۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کا پورا بیان۔ خارجیوں کا خروج۔ حکومت اسلام کی پہلی بدعت۔ یزید کی تخت نشینی۔ حضرت مسلم کی شہادت اُن کے دو بچوں کی شہادت۔ حضرت امام حسینؓ کا سفر کوفہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور

حصہ اول یا حسین

یزید نامہ

حصہ دوم

محمد نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لیظہر الجلال والجمال فی الف لام میم

حمد کا سجدہ

سبحان ربی الاعلیٰ ذی شان تو تعالیٰ۔ سبحان ربی العظیم ازلی و ابدی و قدیم۔ قلم ساجد۔
راقم ساجد۔ قلم سر جھکائے ہوئے۔ سطور پیشانی جھکائے ہوئے معبود کی عبادت۔ ظاہر کی سعادت چاہتے
ہیں۔ حمد بجا لاؤں یا حمد کو سجدہ میں جھکاؤں۔ زبان جسم اور قلم ظاہر کی ثنا سنو گے یا کن مخفی کے
وقت والی اصطلاحوں کی سماعت کا خیال ہے۔ بندہ کو یہ بھی آتا ہے اور اس میں یہی کمال ہے
حمد سجدہ کرے گی تو سبحان ربی الاعلیٰ نہیں کچھ اور کلمہ زبان پر لائیگی۔ رب اعلیٰ تو بہت سنا
سبحان بھی بیشمار انسانوں کے نوک زبان رہا۔ اے تو نے جمال کو جلال سے خیر کو شر سے بہر کو نہر سے
تر کو خشک سے۔ دن کو رات سے۔ سردی کو گرمی سے ٹکرا ٹکرا کر لڑا لڑا کر ایک نیا پردہ تماشا بنایا
ہے اور جس میں برقی ستارے رنگ آمیزیاں کی ہیں۔ ہندو جدید کی زبان بھی یہی آن بکتی ہے ان بھی

نئی ہے۔ تیور بھی نرالے ہیں۔ لہجے بھی انوکھے ہیں تو سجدہ کی حمد یہ گفتگو بھی نئی و ممتاز ہونی چاہیے"

بوندیاں خاک پر آئیں۔ سبزیاں آنکھیں ملتی ہوئی مٹی سے باہر نکلیں۔ جو خشک تھی وہ نابود ہوئی۔ دوسری جو دھری و سرسبز بنکر منظر شہود پر لہرائی۔ تم نے کہا یہی خزانہ مخفی تھا۔ دکھانے کی ترنگ میں یہ محفل سجائی ہے۔ اپنی نظر دوسروں کے دیدہ میں لگائی جو دید کی بساط فرش خاک پر بچھ گئی۔ بیچاری مٹی کو گھاس کی کونپلوں نے پھونکیں مار مار کر بکھیر دیا۔ دریا زمین کی چھاتی چھیلتے ہوئے بہنے لگے۔ پہاڑ پاؤں جما کر کھڑے ہو گئے۔ ہوا خلا کے سکون میں خلل انداز ہو چکی حیوان رکوع و سجود کرتے ہوئے نقل و حرکت کرنے لگے تو انسان کا پردہ اٹھایا۔ وہ بیچارہ اس عجیب تماشے سے پہلے کچھ ڈرا کچھ گھبرایا۔ پھر خبر نہیں تم نے کیا کان میں کہدیا کہ انگڑائی لیکر ہوشیار ہوا اور ربنا ما خلقت ھذا باطلا کہکر سیروا فی الارض پکارنے لگا۔

آدمؑ و ادریسؑ۔ نوحؑ و ابراہیمؑ موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے پتلوں میں اسی مخفی خزانہ کے نور خانہ نے شعاعیں ڈالیں اور قصر عبادت میں ساجد و سجود کے جلسے ہونے لگے۔

جلال و جبروت کو ان مظاہر شہودیہ میں نمایاں تو کیا تھا مگر ضرورت ایک مخصوص شہود اور الوہیت کی تھی جو بدی و نیکی سے ممتاز ہو جو شر ہو کر خیر کے عرفان کلی کا معیار بنے۔ اسلیے فرعون و نمرود و ہامان و شداد کے تاریک شیشے قہر و جبر کی آتشی شعاعیں لیکر منمناتے ہوئے نمودار ہوگئے ابھی تو خیر کا شر سے ٹکرانیکا موقع ہاتھ آیا۔ نوحؑ کو کشتی میں تیرایا۔ انکی قوم کو غوطے دیئے اور ہمالیں گذشت کا کمپاس بنایا۔ ابراہیمؑ کو اپنی محبت کا دیوانہ بنا کر بت شکنی کرائی و پھر آگ جلوائی اور شان اعجاز کے ظہور کی ٹھہرائی۔ آگ بیساں ابراہیم جانتے تھے خیر کے سینے شر کی تیزی چلے جاتے تھے مگر تم اپنے شر سے آشنا تھے۔ اکیلے موسیٰ کو فرعون کے ہجوم عفیر میں چھوڑ دیا۔ انکے ساتھ بہت حمایت کی ہر آزار سے بچایا مگر یہ تو ثابت ہوا کہ خیر کو شر سے ٹکرایا۔ عیسیٰ پر اسرار الٰہی کا بادل برسایا مگر خیر و شر کی کشاکش یہاں بھی پہنچی۔ کانٹوں کا تاج۔ قید اور صلیب گھر کے دروازہ تک رد کی ٹھوکریں آسمان پر اٹھا کر خیر کی فوقیت پر مہر لگائی گر دنیا میں تو قیامت تک

سے باپ بیٹے روح القدس کی تثلیثی وہم مٹا دی پہلے تو ایک ایک شان اور ایک ایک صفت کا ظہور ہوتا تھا حجاز کے کوہستان پر نظر ڈالی تو ساری صفات کے ظہور کی گنجائش آگئی۔ آئینہ کل بنا دیا اور اپنی ہر شان و صفت کو اس آئینہ میں سما دیا۔ جب یہ کر چکے تو اس آئینہ میں صورت ذاتی کو جھک کر دیکھا۔ دیکھنا تھا کہ دل سے بیٹھے خود ہی اپنی ہی نمود پر فریفتہ ہو گئے اور بے اختیار اس جمال صفات آرا پر درود پڑھنے لگے جتنے دل لگایا تھا تو خود ہی درود پڑھتا ہوتا۔ مگر جوش محبت میں فرشتوں کو بھی حکم دیا کہ "تم بھی" اس چیز پر درود پڑھو۔ اور سب آدمیوں سے بھی خطاب ہوا کہ تم بھی صلوٰۃ و سلام بھیجو۔ انکار کی مجال کس کو تھی سب کی زبان سے نکلا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ؎

حمد نے سجدہ کیا تو اپنی اور حامد کی تاریخ پیدائش سجدہ میں پڑھی اب نعت کے سجدہ کا وقت آیا تو قلم عبد محبوب کے قواعد و رنگ خوف دل میں لایا۔ کچھ رکا کچھ ہٹا۔ کچھ سوچا اور سستانہ وار چلا آیا۔ سر وحدت کے نعت سجدہ میں جاتی ہے تو مقام محمود کہلاتی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں کے رموز و مستور ہونے کی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے الفاظ خبر دیتے ہیں ؎

قلم کے اس قول نے قدم خیال کو روک دیا وہ آگے نہ بڑھا اور دل کو ہاتھوں سے تھام کر کہنے لگا صَلَّی اللّٰہ علیک یا محمد صلی اللّٰہ علیک یا محمد ؎

اب آل و اصحاب کے سلام کی باری تھی۔ لکھتے تو لکھ دیا کہ آل و اصحاب پر سلام۔ مگر سلام نے مڑ کر کہا۔ حمد و نعت کو تو سجدے کرا دیے۔ اور مجھ کو قیام ہی میں رکھا۔ اگر میرا قیام منظور ہے تو نعت کو رکوع میں رکھو۔ اور حمد کو سجدہ میں ؎

مگر پہلے میری حقیقت ذاتی و صفاتی پر غور کر و اول میری جسمانیت روحانیت کو سمجھو کیونکہ اس کے بغیر نہ حمد مقبول ہے نہ نعت۔ میں سلام ہوں۔ اول بھی میں آخر بھی مجھی سے اسلام ہے اور میرا ہی دم مسلمانوں کو مسلمان کہواتا ہے۔ آل و اصحاب اور پیغمبران قدیم میرے ہی ذریعہ اور وسیلہ سے یاد کیے جاتے ہیں ؎

اسم سلام کا کلام

کثرت کے نقطوں نے "اسم سلام کا کلام" بے نقط شکل میں دیکھا تو سارے وحدت جانکر اوہر کان لگائے۔ اور جب انکو یکسوئی حاصل ہوئی تو اسم سلام کا سر کلام انکی سمجھ میں آنیلگا جو یہ تھا

سین سے سجدہ۔ لام سے لقا میم سے محویت۔ پس سلام ان پر جو لقاد محویت کے سجدے کرتے ہیں نہ کہ وہ جو نمود دریا کی تمثال ہیں نور کے ذرے سے خاک میں تلاش کرنے کو سر جھکاتے ہیں +

سلام ان پر جن کے وجود تصور توحید میں الف مثال ہیں فراست الوہیت کے ظل وحدت میں سانس لیتے ہیں۔ احباب الوجود دست امکان بلند کرکے مجسم سلام آپ کو بناتا ہے پھر اپنی وحدت کا الف انکے چہرہ پر لگاتا ہے جبسے انکا پہلا اسلام کہلاتا ہے ہر ہستی چار عنصر سے بنتی ہے۔ اسلام بھی چہ حرفی لفظ ہے حرف اول علیؓ ہیں حرف دوم عمرؓ حرف سوم ابوبکرؓ حرف چہارم عثمانؓ +

عناصر اربعہ حالت ترکیب میں جسم واحد ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں البتہ عالم تفرید کی کیفیت کچھ اور ہے۔ دیدن و فہمیدن کے بعد گفتن کی وہاں گنجائش نہیں نظر فردانیت کی دید و فہمید علیؓ کے سوا کچھ نہیں پاتی۔ ذات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ذاتِ علیؓ میں جذب و پیوستہ اور ذاتِ علیؓ ذوات صحابۂ ثلثہ میں آمیختہ از آں شدہ او آں شدند +

علیؓ در رسولؐ دم و لحم میں باہم حلول ابوبکرؓ و عمرؓ سید الکہول رسولؐ علوم ذات و صفات کے شہر علیؓ اس شہر کا دروازہ گویا وہ بحر وحدت اور یہ انکی مشترک لہر ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے اوصاف صفاتی علیؓ مجاہد ناسوت میں مظہر ذاتی مگر ذات کے مومن صفات سے برگشتہ ہوں تو مرکز وحدت ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ رشتہ توحید ٹوٹے شیدان راستہ میں لوٹے +

دنیا میں حجاز۔ حجاز میں قریش۔ قریش میں ہاشم۔ آئینہ صفات کلیہ بنا۔ لطف
و حسن عزیز و حسن کے جلوے تمام ملکوتی تجلیوں کے ساتھ یہاں منودار
ہوئے تو قہاری و جباری کی شانوں کو بھی نمود کا دروازہ درکار ہوا۔ ابولہب
و ابوجہل میں کفر و طغیان کے شعلے بھڑکا کر باہر آنیکا راستہ نکالا۔ مگر تکمیل ایمانی
میں بھی انکو ظہور منظور تھا۔ اس لیے مشیت نے بنی امیہ کا جسم انکے
حوالہ کیے۔ ابوسفیان۔ معاویہ۔ یزید۔ ابن زیاد کے اسماء کا بہانہ تھا اصل میں
تو قدرت کو اپنے جلال و قہر کا جلوہ اعمال بشر میں دکھانا تھا۔

اسم سلام کا کلام نکات و رموز کا خزانہ ہوش کے گوش تک پہنچا تو اس نے امنا و صدقنا
کہا۔ پھر درخواست کی کہ حمد و نعت کے بعد حرف مطلب زبان سلوک سے ادا کرنا چاہیئے
یہ موقع تو سخن ہائے مجذوبی میں گزرا۔ اب گفتگو اس انداز میں ہو کہ حقایق و معارف
کی باتیں عوام و کم علم بھی سمجھ جائیں اس لیے بائسکوپ کا فلم بدل گیا سخن باطن کی تصویر
غائب ہوئی اور حرف ظاہر فہم عوام کی خاطر یوں گویا ہوا۔

یزید نامہ کی ضرورت

کتاب شروع کرنے سے پہلے یہ بتانا لازمی ہے کہ اس کو لکھنے کی ضرورت پیش
آئی لہذا پہلے اسی کو لکھا جاتا ہے۔

سنہ ۱۳۵۵ھ کے محرم میں واقعات کربلا کے بیان کی میں نے ایک کتاب محرم نامہ
لکھی تھی جس میں نہایت معتبر اور مستند روایتوں سے حادثۂ کربلا کی ابتدائی اور بنیادی
وجوہات کو بتایا تھا تاکہ ان لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہی ہو جائے جو تاریخی باتوں کو
نہیں جانتے۔ اور کربلا کے دردناک حالات کے سوا انکو کچھ خبر نہیں کہ اس ظلم و ستم کے فساد
کی اصل بنا کیا تھی۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی پڑھے لکھے
بھی ہیں اور ان پڑھ بھی۔ سو آدمیوں میں شاید پانچ ایسے ہوں گے جنکو تاریخی اصول کے

موافق معاملات سے واقفیت ہو ورنہ ۹۵ بے خبر اور انجان پائے جاتے ہیں +
زمانہ کی حالت اور معیشت کی مجبوریوں کا یہ عالم ہے کہ ہندوستانی بچے ہندو ہوں یا مسلمان اپنے بزرگوں کی تاریخ سے بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں ان کی تعلیم میں یورپ کی تاریخ تو بہت ہے مگر اپنی تاریخ بالکل نہیں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ درس خانوں سے نکلکر وہ پیٹ کے دھندوں میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ اپنے مذہب اور اپنی قومی تاریخ کے پڑھنے اور معلوم کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی +
اور اس سونے پر سہاگہ اور بھی باعث افسوس ہے کہ انکو فارسی اور عربی کی لیاقت نہیں ہوتی۔ اور قوم و مذہب کا سرمایہ تاریخی سارا کا سارا عربی فارسی میں ہے +
اردو میں بھی اگر تھوڑا بہت ہے تو اس میں یہ خرابیاں ہیں کہ اول تو زبان عام فہم نہیں ہوتی۔ لکھنے والے عربی فارسی کے موٹے موٹے الفاظ ان میں بھر دیتے ہیں جن کو بیچارے کم علم لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے یہ کہ کتابیں ذاتی عقاید کی بنا پر لکھی جاتی ہیں۔ شیعہ کی کتاب سنی کے کام نہیں آتی سنی کی تحریر شیعہ کے واسطے بیکار ہوتی ہے +
ان تمام حالات کو پیش نظر رکھکر میں نے محرم نامہ لکھا جس میں شیعہ سنی کے اختلافی مسائل کو بتا تو دیا مگر اپنا دامن ایک مورخ کی حیثیت میں دونوں فرقوں سے بچا کے رکھا اور ترتیب اسکی ایسی رکھی کہ ایک بچہ بھی پڑھے تو اسلامی تاریخ کا دور اول آئینہ کی طرح دیکھ لے اور کربلا کے خونریزی کے اسباب اسکو حسن معلوم ہو جائیں پھر زبان اسقدر سادہ اور سلیس لکھی کہ معمولی شدھ بدھ والا بھی بے تکان پڑھ کر سمجھ لے اس کے ساتھ عبارت کو ادبی مصالحہ سے چٹ پٹا کر دیا تاکہ دل پڑھنے سے اکتائے نہیں +
القصہ محرم نامہ پہلی محرم ۱۳۳۵ھ کو شائع ہوا اور جس نیت سے لکھا گیا تھا خدا تعالی نے وہی تاثیر اس میں دی۔ چنانچہ بارہ محرم تک ایک ہزار جلد سے زیادہ اس کتاب کی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی اور ہندوستان کا کوئی شہر و قصبہ نہ بچا۔ جہاں محرم نامہ

شیعہ سنیوں نے مجالس محرم میں اسے پڑھا ہو +
بیشمار خطوط اس کی تعریف میں شیعہ سنّی کے علماء کے آئے جن میں لکھا تھا کہ سیکڑوں
کتابیں پڑھنے سے وہ معلومات اور واقعات کی ذہن نشینی حاصل نہیں ہو سکتی جو اس ایک
کتاب سے حاصل ہوئی +
نیز دونوں فرقوں کے سمجھدار علماء نے ظاہر کیا کہ ایسے مشکل مسائل کو فریقین کے
اختلافات سے بچا کر لکھدینے میں محرم نامہ سب سے بڑھ کر کامیاب کتاب ہے +
مجھے ان تمام حالات سے دلی مسرت ہوئی اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا
کہ اس نے اپنے بندوں کی یہ ضروری خدمت میرے قلم سے پوری کرائی اور پھر
اس میں اثر مقبولیت بھی دیا +
اس کے بعد میں نے خیال کیا کہ عام طور سے سب مسلمانوں کو کربلا تک کے
واقعات سنائے جاتے ہیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ کربلا کے بعد اہلبیت پر کیا گزری اور
یزید کا کیا انجام ہوا اور بنی اُمیہ اور بنی فاطمہ میں واقعہ کربلا کے سبب کیسی کیسی خونریزیاں
ہوتی رہیں۔ بعض تو کربلا جیسی غمناک ہیں +
یہ خیال آتے ہی محرم نامہ کے دوسرے حصہ کی تیاری شروع کر دی اور اس کا نام
یزید نامہ تجویز کیا۔ گو اس کتاب میں محض یزید ہی کے حالات نہیں ہیں بلکہ تمام بنی اُمیہ
کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ لیکن یزید تمام بنی اُمیہ میں سب سے زیادہ بدنام ہے مسلمانوں کا
بچہ بچہ اس کے نام سے واقف ہے اسواسطے اسی کے نام پر اس کتاب کا نام رکھا
گیا اور محرم نامہ کی تمام خصوصیات مذکورہ کی پابندی کے ساتھ کتاب بھی تیار ہوئی +
پس یہ ضرورت یزید نامہ لکھنے کی تھی۔ اور اُمید ہے کہ ہندوستان میں ہر وہ شخص جس کو
ان باتوں کا احساس ہے اس کتاب کی ضرورت کا اقرار و اعتراف کریگا اور محرم نامہ کی
طرح اس کتاب سے بھی شیعہ سنّی حضرات کو یکساں فائدہ پہنچیگا اور یہی اس محنت شاقہ کا مقصد ہے

تیسری اشاعت کا دیباچہ

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ یزید نامہ کی تیسری اشاعت کا موقعہ آیا۔ میلاد نامہ محرم نامہ و یزید نامہ اب ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں پڑھے لکھے اور اسلامی شوق رکھنے والے مسلمانوں میں مشہور ہے۔ مسلمان ان تینوں کتابوں کو اسلام کے قرن اول کی مسلسل صاف اور عام فہم تاریخ سمجھتے ہیں۔ بعض مقامات پر لڑکوں اور لڑکیوں کو بطور درس تاریخی کے سبقاً سبقاً یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ یزید نامہ کی پہلی اور دوسری اشاعت میں شیعہ سنی کے ملاپ کی خاطر دونوں جماعتوں کو کچھ نصیحت کی گئی تھی اور ان کی بعض حالتوں پر نکتہ چینی بھی ہوئی تھی اسکا مقصد محض یہ تھا کہ ہر فریق اپنی برائیوں سے آگاہ ہو اور اصلاح کرنے کی کوشش کرے مگر افسوس ہے کہ ایک فرقہ نے بھی ٹھنڈے دل سے ان نصیحتوں کو نہ سنا سنیوں نے کہا یزید نامہ کا مصنف شیعہ ہوگیا ہے۔ شیعہ سمجھے کہ یزید نامہ کی یہ تحریریں ہماری سلطنت اصولوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے دانستہ تیار کی گئی ہیں۔

اس واسطے میں نے اس تیسری اشاعت کے وقت یزید نامہ کا آخری باب جسکا نام

خانہ اہل بیت میں شیعہ سنی کا ملاپ تھا بالکل نکال ڈالا اور

شروع میں بھی جو کچھ بطور تنقید اور رائے زنی کے درج کیا گیا تھا وہ بھی خارج کر دیا۔

جیسا کہ میں نے لکھا ہے یہ کتاب اور محرم نامہ اور میلاد نامہ لڑکوں اور لڑکیوں کو تاریخی سبق کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں اور ایک تاریخی کتاب یا اختلافی مسائل کے متعلق مصنف کا

راستے کے ذریعہ کرنا مناسب نہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ بچوں کی سمجھ کچی ہوتی ہے اور وہ ان حقیقتوں سے الجھن میں پڑ جاتے ہیں اس واسطے ان مضامین کا کتاب سے نکالنا ہی اچھا معلوم ہوا

اہل بیت کے علوم

جو تحریریں اس تیسری اشاعت کے موقع پر کتاب سے خارج کی گئی ہیں وہ سب کی سب ضائع کرنے کے قابل نہ تھیں۔ ان میں سے بعض حصے بہت مفید تھے کیونکہ ان کے اندر بعض ایسی کتابوں کی تشریح و تفصیل تھی جن کا تعلق اہل بیت سے ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اہل بیت کے ساتھ چنداں خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ اس میں بنی امیہ کی تاریخ لکھی گئی ہے لیکن چونکہ بنی امیہ نے بنی فاطمہ کی تباہی و بربادی میں صرف جسمانی ہی طور پر کوشش نہیں کی تھی یعنی بنی فاطمہ کے اشخاص ہی کو قتل و غارت نہیں کیا تھا بلکہ ان کے علمی کارناموں کو بھی ملیا میٹ اور نابود کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان کے اکثر بادشاہوں نے اپنی حکومت کے تمام ایام میں ہر وقت اس بات کی کوشش کی کہ بنی فاطمہ کا نام سیاسی دنیا سے بھی مٹ جائے اور علمی دنیا میں بھی کوئی ان کا نام لینے نہ پائے۔ اس واسطے وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بنی فاطمہ کے علمی کارناموں کو تباہ اور غارت کرتے تھے اور جہاں کہیں ان کو معلوم ہوتا تھا کہ بنی فاطمہ کی کوئی علمی یادگار کاغذ کے صفحہ پر یا دل و دماغ کی لوح پر موجود ہے فوراً اسکو مٹانے اور نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جاتی تھی مگر باوجود سالہا سال کی ان سخت کوششوں کے اہل بیت کا علمی چراغ ہر شہر میں ہر بستی میں ہر گھر میں اور ہر دل میں روشن رہا۔ گو جبر و ظلم کے پردے اس شعاع حقیقت پر پڑے رہے اور علانیہ اس کے نور کو بعض لوگ دیکھ نہ سکے۔

ذیل میں ان کتابوں کی فہرست درج کی جاتی ہے جو علوم اہل بیت کا خزانہ ہیں۔ یہ کتابیں تحفہ ہندوستانی کی محدود اور ناقص معلومات کی ایک ادنیٰ نشانی ہیں ورنہ [illegible]

اہل بیت کے کارناموں کو شمار کرنے بیٹھیں تو معلوم نہیں کتنی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔

میری درخواست ہے ان لوگوں کی خدمت میں جو اس کتاب کو بطور ترتیب کے لڑکوں اور لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں کہ بچوں کو ان کتابوں کا خلاصہ مطلب زبانی سمجھا دیا کریں تاکہ بچپن سے انکو معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے علم و دانش کی کیسی کیسی برگزیدہ شانیں رکھتے تھے۔"

حسن نظامی

ان کتابوں کی فہرست جن میں حضرت علی اور اہل بیت کے علوم و فضائل کا ذکر ہے

(۱) سیرت علی رض از حافظ ہمدان حال ابو اسحٰق ابراہیم بن حسن بن دیزیل کسائی نے مرتب کی جو آخر شعبان سنہ ۲۸۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

(۲) مسند علی رض از حافظ بغداد احمد بن ابراہیم دورقی (جو بڑے صاحب تصانیف گزرے ہیں) سنہ ۲۴۶ھ میں رحلت کی۔"

(۳) مسند علی رض از حافظ جرجان حافظ کبیر ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن سنجر جو ربیع الاول سنہ ۲۵۸ھ میں فوت ہوئے اس مسند کی نسبت حافظ قطب الدین عبدالکریم حلبی مصری نے تاریخ مصر میں ذکر کیا ہے اور حافظ ذہبی شافعی نے اپنی تذکرۃ الحفاظ میں۔"

(۴) مسند علی رض جس کا نام اخبار علی و سیر علی بھی ہے از حافظ بصرہ و بغداد و یعقوب بن شیبہ سدوسی۔ ذہبی کا قول ہے کہ یہ مسند علی پانچ جلدوں میں ہے اور اس کے مصنف ربیع الاول سنہ ۲۶۲ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(۵) مسند علی رض از حافظ عراق فرقہ مالکیہ کے قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق جو سنہ ۲۸۲ھ میں فوت ہوئے

(۶) مسند علی رض از حافظ مرو قاضی ابوبکر احمد بن علی۔ جن کی بہت سی تصانیف ہیں

اور کتاب العلم ان میں بہت مشہور ہے ۔ سنہ ۲۹۱ھ میں فوت ہوئے ۔
(۷) مسند علیؓ از حافظ حضرت لوت ابو جعفر محمد بن عبد اللہ عرف مطین جو سنہ ۲۹۷ھ
میں فوت ہوئے اس مسند کی بارہ جلدیں ہیں ۔
(۸) مسند علیؓ احمد بن شعیب نسائی جو سنہ ۳۰۳ھ میں فوت ہوئے ۔ یہ وہی نسائی ہیں جنکی
کتاب نسائی مشہور ہے ۔
(۹) مسند علیؓ از حافظ ابو محمد عبد الرحمن بن عثمان بن ابی نصر ۔
(۱۰) حضرت امام شافعی نے کتاب (خلاف اہل العراق علیا و عبد اللہ) میں حضرت
علیؓ کے اخبار و آثار بکثرت بیان فرمائے ہیں نیز ان کی کتاب الام اور دیگر تصنیفات
میں بھی اہل بیت کا ذکر جا بجا موجود ہے ۔
اسی نام کی ایک کتاب محمد بن نصر مروزی نے بھی حضرت علیؓ کے حالات و فضائل
میں لکھی ہے ان کے علاوہ ابن شہاب زہری مدنی تابعی مصاحب خاص حضرت
امام زین العابدین کی کتاب السنن و الآثار اور کتاب السیرۃ میں بکثرت اہلبیت
کے علوم کا ذکر ہے اور صالح بن کیسان مدنی کی سنن اور ہشام بن حسان بصری
کی تصنیفات اور سعد بن ابی عروبہ بصری کی سنن اور ربیع بن صبیح بصری کے مصنفات
(جنہوں نے بصرہ میں سب سے پہلے کتابیں تصنیف کیں) اور سفیان ثوری کوفی کی جامع
اور فرائض اور ابو یوسف کوفی کی کتاب الخراج اور نعمان عبد السلام اصفہانی کی
تصانیف اور عبد العزیز بن الاخضر جنابذی بغدادی کی معالم العترۃ النبویہ اور
معارف اہل البیت الفاطمیہ اور ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو ب... ی کی
(جنہوں نے اپنے وقت میں اہل بغداد کو اپنے علم سے بہت فائدہ پہنچایا تھا) کتاب
مناقب اہل بیت و کلام ائمہ اور حافظ صنعانی بن عبد الرزاق اور حافظ کوفہ و عراق
ابن ابی شیبہ اور حافظ اندلس و مغرب بقی بن مخلد کی تفسیر اور مصنفات ہیں جن میں حضرت علیؓ

اور اہل بیت کے علوم و اعمال کی شان معلوم ہوتی ہے ؛

حیدرآباد کے صوفی عالم

سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے رکن اکبر (جنکا وصال ابھی حال میں ہوا ہے) حضرت مولانا سید حسن الزمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انیس جلدوں میں صرف اہل بیت کے علوم مرتب کیے ہیں یعنی وہ علوم جو اہل بیت کے ذریعہ آنحضرت صلعم سے حاصل ہوے ۔

ان انیس جلدوں میں (غالباً) ۳ جلدیں چھپ گئی ہیں اور جو میرے پاس ہیں یہ نہایت کتابیں حسب ذیل مضامین کا خزینہ ہیں ۔

(۱) پہلی جلد میں عقائد اہل سنت کا بیان ہے جو سر اسر اہل بیت سے مروی ہے اور اسکا نام فقہ الاکبر عن اہل البیت الاطہر ہے (۲) دوسری جلد کا نام کتاب العلم ہے جسمیں اصول حدیث کا بیان ہے (اہل بیت سے) (۳) تیسری جلد میں جسکا نام اصول الدرایہ ہے اصول فقہ کا ذکر ہے (۴) چوتھی جلد کا نام اصول المسائل ہے جس میں مسائل کلیہ بیان کیے ہیں (۵) پانچویں جلد کا نام فقہ الاسلام عن اہل بیت النبوت الاعلام ہے اس میں مسائل فقہ مذکور ہیں (۶) چھٹی جلد کا نام کتاب قراءت القرآن عن اہل بیت الذکر والاتقان ہے (۷) ساتویں جلد کا نام علوم القرآن عن اہل بیت النبوت والعرفان ہے (۸) آٹھویں جلد کا نام انباء العالم ہے جسمیں بطور تاریخ کے تمام عالم کا ذکر ہے (۹) نویں جلد کا نام کتاب الحکمۃ والموعظۃ ہے (۱۰) دسویں جلد کا نام کتاب الادب ہے (۱۱) گیارھویں جلد کا نام کتاب الطب ہے (۱۲) بارھویں جلد کا نام ادعیۃ الاذکار ہے (۱۳) تیرھویں کا نام فقہ الاحسان ہے (۱۴) چودھویں کا نام آیات النبوت ہے (۱۵) پندرھویں کا نام جامع الاخبار والآثار ہے (۱۶) سولھویں کا نام الصحف المطہرہ ہے جو حضرت علی کے مکتوبات ہیں (۱۷) سترھویں کا نام اصول العربیہ جس میں حضرت علی کے علوم صرف و نحو کا ذکر ہے (۱۸) اٹھارھویں کا نام کتاب الخلیفۃ الکتب ہے (۱۹) انیسویں کا نام کتاب المعرفۃ والرجال ہے ؛

ہر جلد سراسر اہل بیت سے تعلق رکھتی ہے۔ بعض جلدوں کے نام سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان میں غیر متعلق تذکرہ ہوگا مگر نہیں تمام جلدیں ایک ہی موضوع اور ایک ہی مقصود کے ماتحت ہیں۔

امام الصوفیہ حضرت ابن عربی

تصوف کے مدون اوّل حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کو دیکھئے تو اس میں بھی اہل بیت نبوت کا ان الفاظ میں ذکر پایا جائے گا جن سے اہل بیت کی بے مثل بڑائی و فضیلت ثابت ہوتی ہے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جلد و صفحہ کا حوالہ دیدیا جاتا ہے۔ ناظرین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں"

جلد اوّل صفحہ ۱۹۵۔ ایضاً جلد سوم صفحہ ۳۳۴ میں عجیب و غریب اسرار و رموز سے اہل بیت کا بیان ہے۔ (یہ کتابیں دفتر حلقۂ مشائخ دہلی سے مل سکتی ہیں)

یزید نامہ کا پہلا باب

بنی امیّہ کی دُنیاوی تلواریں

دین کی گردن پر

پہلی تلوار مدینہ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کربلا کا موسم گزر چکا۔ دشت بیکسی کے شہید قبروں میں خون بھرے کفن اوڑھ کر سو گئے۔ دمشق میں سلطان جم جاہ

یزید ابن معاویہ حسینؓ کے بریدہ سر کی تماشے سے فارغ ہو گیا۔ اہل بیت رسالت کے ناتوان ہاتھوں سے قید کی رسیاں کھل گئیں بنی امیہ کے دلوں نے بنی فاطمہ کے دہر کو سے نجات حاصل کر لی یزید نے اطمینان کی نیند سونے کو پاؤں پھیلائے تو ابن بنت رسول اللہ کے بال بچے مدینہ کی طرف رخصت کیے گئے۔ امام زین العابدینؓ اس لٹے ہوئے قافلہ کے سالار آگے آگے تھے اور انکے پیچھے وہ عورتیں تھیں جنہوں نے کربلا کے بیابان میں دنیا سے بیزار کرنیوالا تماشا دیکھا تھا۔

جس وقت ان غریبوں اور مسافروں کی جماعت نے مدینہ کی حد میں قدم رکھا اور پہاڑوں کے وسط میں گنبد رسول اللہ نظر آیا عابد مغموم نے درود و سلام پڑھنا شروع کیا مستورات کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے اور انھوں نے وہ وقت یاد کیا جبکہ امام حسینؓ مکہ کو جاتے تھے اور مدینہ کے رخ کھڑے ہو کر سلام پڑھا تھا۔ اسوقت ان سب کے دل امیدوں سے بھرپور تھے آج ہر دل نامراد ہے ناشاد ہے افسردہ ہے شکستہ ہے۔

امام زین العابدینؓ نے ناقہ کی مہار روک کر ایک بیتابی کے انداز سے گنبد رسولؐ کو دیکھا اور کہا یہی ہم بے سہاروں کا آخری ٹھکانا تھا جہاں خدا نے آخر ہمکو پہنچا دیا یعقوب کو اپنے پسر یوسف کی فرقت و جدائی کا غم تھا مگر میں پدر کو گم کر کے اپنے گھر آیا ہوں بھائیوں سے دائمی فراق کا زخم میرے سینہ پر لگا ہے۔

الغرض یہ سب لوگ پہلے حرم نبوی میں حاضر ہوئے اور مزار مبارک کی زیارت سے فراغت حاصل کی پھر اپنے اداس غمگین گھروں میں جا کر رہنے لگے۔

یزید کا شرابی بھائی

مدینہ کا حاکم ان دنوں عثمان بن محمد ابی سفیان تھا یعنی یزید کا چچازاد بھائی اس شخص کو رات دن شراب پینے سے کام تھا (طبری جلد چہارم / جرائی اور حکومت کے نشہ نے عثمان کو اسقدر غافل کیا تھا کہ مدینۃ الرسولؐ کی عزت و حرمت کا خیال بھی دل میں نہ لاتا تھا خوب پیتا تھا

خوب پلاتا تھا۔ اس عثمان نے مدینہ منورہ کے دس بڑے بڑے آدمیوں کو دمشق میں یزید کے
پاس بھیجا تھا کہ وہاں جا کر بنی اُمیہ کی شان و شوکت دیکھیں اور انکے پر ہیبت دربار کا اثر دل میں
لیکر آئیں۔ ان دس میں حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے منذر بھی تھے اور عبداللہ بن حنظلہؓ بھی جنکا
لقب غسیل الملائکہ تھا۔ ادرمسلمانوں میں بڑی حیثیت اور عزت سے مقدس بزرگ تسلیم کیے جاتے تھے

جب یہ دس آدمی دمشق میں گئے تو یزید نے انکی بڑی خاطر کی اور منذر ابن زبیرؓ و عبداللہ بن
حنظلہؓ کو ایک ایک لاکھ درم اور انکے ساتھیوں کو دس دس اور بیس بیس ہزار درم دیئے اور کوئی دقیقہ
دنیاوی مدارات کا باقی نہ رکھا مگر ان حضرات کے دلوں میں تو ایمان اور اعمال حسنہ کی قدر تھی
وہ روپیہ پیسے کو خاک دھول سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے جب یزید کو دیکھا کہ وہ علانیہ
شراب پیتا ہے اور فحش صحبتوں میں مصروف رہتا ہے نماز نہیں پڑھتا کتوں سے کھیلتا ہے
اور خلافت و امامت کی کوئی پاکیزہ خصلت اس میں نہیں ہے تو وہ بیزار ہو کر مدینہ کو واپس تشریف
لے آئے اور یہاں آ کر اہل مدینہ سے اسکا ذکر کیا اور کہا یزید ہرگز مستحق سلطنت نہیں ہے اسکے
اعمال ایسے کمینے ہیں کہ ایک ساعت بھی ہمکو اسکی بیعت میں قائم رہنا جائز نہیں ہے*

یہ سنکر تمام اہل مدینہ جن میں بڑے بڑے صحابہؓ موجود تھے یزید سے منحرف ہو گئے اور
انہوں نے یزید کی بیعت فسخ کر کے عبداللہ بن حنظلہؓ سے بیعت کر لی*

اس کے بعد ان سب نے جمع ہو کر یزید کے شرابی بھائی عثمان حاکم مدینہ کو پکڑ کے قید کر لیا
اور بنی اُمیہ کے جسقدر آدمی تھے انکو بھی ایک مکان میں بند کر دیا۔ جو تعداد میں ایک ہزار تھے
سب کو تو قید کیا۔ مگر مروان کے بیٹے عبدالملک کو نہ پکڑا۔ کیونکہ وہ حضرت سعید بن المسیبؓ
نامور فقیہ مدینہ سے علم فقہ پڑھتا تھا اور رات دن پڑھنے اور مسجد میں عبادت کرنیکے سوا اسے
کچھ کام نہ تھا آدمی اپنی نیکی پر دوسروں کو بھی قیاس کیا کرتا ہے۔ اہل مدینہ نے عبدالملک کی
ظاہری حالت سے اس کو نیک سمجھا اور دیگر بنی اُمیہ کی طرح اسکی گرفت سے باز رہے*

عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی اور مدینہ میں یہ انقلابات بھی ہو گئے تو یزید کو اسکی

اطلاع پہنچی اور اس نے یہ بھی سنا کہ منذر ابن زبیرؓ آجکل مدینہ میں نہیں ہیں بلکہ کوفہ میں عبیداللہ ابن زیاد کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں یزید نے فوراً ایک خط ابن زیاد کو لکھا کہ منذر کو گرفتار کرے۔ ایسا نہو کہ وہ بھی مدینہ پہنچ جائے اور مدینہ کی شورش کو قوت پہنچائے ابن زیاد یزید سے واقعہ کربلا کے بعد بہت ناراض تھا کیونکہ یزید نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ امام حسینؓ کا پورا تدارک کر دیگا تو خراسان کا ملک تجکو دیدیا جائے گا مگر یزید نے یہ وعدہ پورا نہ کیا تو ابن زیاد کو بہت برا لگا اور اس کے دل میں یزید کی طرف سے ایک کینہ بیٹھ گیا چنانچہ جس وقت یزید کا حکم اس کے پاس آیا تو اس نے منذر کو بلایا اور کہا تم فوراً مدینہ چلے جاؤ اور یزید کو لکھدیا کہ آپ کا حکم آنے سے پہلے منذر یہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔

منذر ابن زبیرؓ مدینہ میں آئے تو انہوں نے عبداللہ ابن حنظلہؓ سے تمام اہل مدینہ کے مجمع میں کہا کہ تم کو بیعت لینا مناسب نہ تھا۔ رسول اللہ صلعم کا ارشاد یاد نہیں کہ انہوں نے امامت قریش کے لیے مخصوص فرمادی تھی تم انصاری ہو قریشی نہیں ہو۔

عبداللہ ابن حنظلہ نے کہا مجکو امامت کی ہوس نہیں ہے جب کوئی شخص قریش میں نہ ملا تو مجبوراً میں نے لوگوں سے بیعت لی۔ اب بھی اگر کوئی قریشی ملے تو میں اسکی بیعت کیواسطے تیار ہوں۔ منذر ابن زبیرؓ نے کہا کیا علی ابن الحسین ابن علی (یعنی امام زین العابدینؓ) سے بڑھکر دنیا میں کوئی شخص امامت کا اہل ہو سکتا ہے جب وہ مدینہ میں موجود ہیں تو ہم میں سے کسی کو زیبا نہیں کہ انکے سوا کسی دوسرے کی امامت قبول کریں کیونکہ وہ شہنشاہ نبوت کے شہزادے ہیں اور ہم سب انکے گھر کے غلام ہیں۔

عبداللہ بن حنظلہؓ نے جواب دیا کہ بیشک بیشک میری بھول تھی ایسے آقازادے کے ہوتے ہوئے مجکو بیعت لینا جائز نہ تھا۔ چلو چلو ہم سب انکی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کو اپنا ظاہری پیشوا بھی بنائیں جیسے کہ وہ ہمارے باطنی مقتدا ہستے ہیں۔

چنانچہ یہ سب لوگ مجمع ہو کر حضرت امام زین العابدینؓ کے دولتخانہ پر حاضر ہوئے وہاں معلوم ہوا کہ امامؓ تو اکثر مسجد کے حجرے میں بیٹھتے ہیں رات دن عبادت اور رونے کے سوا

کچھ کام نہیں۔ اب بھی مسجد میں ہوں گے۔ گھر میں نہیں ہیں یہ سب لوگ مسجد میں حاضر ہوئے تو دیکھا عابدؑ مصلے پر بیٹھے ہیں چہرہ زرد ہے ہونٹھ خشک ہیں آنکھوں میں آنسو ہیں اور پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مسجد میں اس جماعت کی آمد کا کھٹکا ہوا تو انھوں نے رُخ پھیر کر ان سب کو دیکھا۔ اصحاب رسول اللہ صلعم نے بے اختیار نعرہ لگایا السلام علیک یا ابن رسول اللہ عابد نے جواب دیا و علیکم السلام یا عباد اللہ۔

عبد اللہ بن حنظلہؓ نے آگے بڑھ کر سارا واقعہ عرض کیا اور کہا ہم سب اسی لیے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور ہمارے سر پر ہاتھ رکھیں اور اس فاسق و سفاک یزید کے ہاتھوں جو احکام الٰہی کی تباہی ہو رہی ہے اسکا انتظام فرمائیں ہم سب ان قدموں کے اوپر جانیں قربان کرنیکا عہد کرتے ہیں ہم کوفی نہیں ہیں آپکے جد امجد کے اصحاب ہیں ہم سے بھاگ جانے اور دغا دینے کا اندیشہ نہ فرمایئے اور لایئے ہاتھ بڑھایئے ہم سب فدائیت کا عہد آپکے ہاتھ پر کریں گے "

حضرت امام نے ایک ٹھنڈا سانس کھینچا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے اور فرمایا بس بابا مجھے تو معاف کرو میرے سینہ میں اتنے داغ ہیں کہ اب اور داغوں کی اس میں جگہ نہیں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے بوڑھے باپ کو بیکسی سے خاک و خون میں غلطاں ہوتے دیکھا ہے میں نے اپنے جوان اور دودھ پیتے معصوم بھائی کو تیر و نیزے سے قتل ہوتے پایا ہے میرے خاندان کی وہ رسوائیاں ہوئی ہیں جن کے بیان کرنیکی مجھ میں تاب نہیں کیا آپ لوگوں نے میرے دادا علیؓ کا وقت نہیں دیکھا کہ انکے ساتھ کیا کیا ہوا۔ اب تو میرا دل اس دُنیا سے بیزار ہو گیا۔ اب تو میں نے اس دامن کو مضبوط پکڑا ہے جو وقت اور بے وقت کبھی بیوفا نہیں ہوتا۔ مجھ کو خدا کے دروازہ سے نہ ہٹاؤ مجھے اس سے اپنی حالت کہنے دو۔ وہ سُن رہا ہے میں سُنا رہا ہوں وہ دیکھ رہا ہے میں دکھا رہا ہوں مجھے جو لذت اسمیں آتی ہے دُنیا کی کسی سلطنت میں میسر نہیں آسکتی میرا ایک سجدۂ ذوق ہزار تاج و تخت سے اعلیٰ ہے میرا ایک نعرۂ یارب کہنا کائنات کے تمام شہرہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ جاؤ بھاؤ مجھے نہ ستاؤ مجھے نہ بلاؤ۔ اگر تم کو

اس مدینہ میں میرا رہنا گوارا نہیں تو میں آج ہی اپنے غریب لاچار خاندان کو لیکر جنگل میں چلا جاؤنگا
صحابہ رسول اللہ صلعم اس دردناک بیان کو سنکر رونے لگے اور انھوں نے آپس میں کہا کر
بس بس اس غمزدہ کو نہ چھیڑو۔ چلو چلو اسکے پاس سے چلو ہم میں اسکی داستان الم سننے کی تاب نہیں ہے
چنانچہ یہ سب لوگ مسجد سے اٹھکر اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے اور حضرت امام نے اسی وقت
گھر جاکر سفر کی تیاری کرنی شروع کی اور دوسرے دن ینبوع تشریف لے گئے جو مدینہ سے
چار دن کے فاصلہ پر ہے اور جہاں امامؑ کے پدری ورثہ کی کچھ جاگیر تھی مدینہ میں یہ خبر مشہور
ہوئی تو مروان ابن الحکم نے قیدخانہ سے ایک آدمی حضرت امام کے پاس بھیجا اور اس کی
زبانی پیام بھیجا کہ آپنے بڑی دانائی کی جو اس سرکش گروہ سے علیحدہ ہوگئے۔ یزید اس احسان
کا عوض آپ کو دے گا۔ میری درخواست ہے کہ آپ میری بیوی کو جو حضرت عثمانؓ کی
صاحبزادی ہیں اپنے ساتھ لیتے جایئے کیونکہ یہاں کا معاملہ دگرگوں ہے خبر نہیں ہم
لوگوں کی جان بچے یا نہ بچے۔

حضرت امام نے اس کو منظور فرمایا اور مروان کی اہلیہ کو بھی اپنی مستورات کے ساتھ
لے لیا اور ینبوع کو روانہ ہوگئے۔

مروان نے ایک قاصد کی معرفت یہ تمام واقعات یزید کو لکھے تو یزید بہت خوش ہوا
اور اس نے کہا ابن اسحٰق کا اجر میرے ذمہ ہوگیا۔ اس کے بعد یزید نے قاصد سے کہا کہ نبیؐ
کے ایک ہزار آدمی کیسے بزدل ہیں کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے قید ہوگئے ان سے تلوار نہ چلائی گئی
ایسے نامردوں کا علاج تو یہ ہے کہ میں ذرا بھی انکی مدد نہ کروں۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ باغیوں کا قلع و قمع
کرنا میرا فرض ہے اسکے بعد یزید نے حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ صحابی رسولؐ کو بلایا اور
اسکو کہا کہ آپ فوراً مدینہ جایئے اور اہل مدینہ کو فہمایش کیجئے کہ کیا میرے احسانوں کا یہی
عوض ہے جو انھوں نے ظاہر کیا۔ میں نے تو ابن حنظلہؓ کے اور ابن زبیرؓ کے ساتھ کوئی
بدسلوکی نہیں کی تھی بلکہ ان کو مالامال کردیا تھا۔ ان سے کہنا خیر اسی میں ہے کہ اس شرارت سے

باز آئیں اور اطاعت قبول کریں۔ ورنہ ایک ایسی جرار فوج بھیجونگا جو انکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی۔

حضرت نعمانؓ ناقہ تیز رفتار پر سوار ہو کر مدینہ میں آئے اور یزید کا پیام اہل مدینہ کو سنایا۔ انھوں نے جواب دیا بیشک یزید نے ہمکو دنیا دی مگر ہمنے اس مدینہ کی خوابگاہ میں آرام فرمانیوالے رسول سے ہاتھ پر ترک دنیا کا عہد باندھا تھا ہمکو تو احکام الٰہی کی پابندی عزیز ہے چاندی سونا درکار نہیں ہے۔ یزید کو ہم نے علانیہ شراب پیتے اور شرمناک فسق و فجور کرتے دیکھا ہمنے پایا کہ وہ عمداً نمازیں ترک کرتا ہے۔ کتے اور نجس جانور اسکے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ اس نے اس تقوی و پاکبازی کو چھوڑ دیا۔ جو ایک مسلمان خصوصاً ایک امیر مسلمان کے لیے لازمی و ضروری ہے۔ اسلیے ہمنے اس کی بیعت توڑ دی۔ کیونکہ ہمکو خدا کے سامنے جانا ہے رسول اللہ صلعم کو منہ دکھانا ہے اس فاسق سے کہنا کہ اگر تو ان برے اعمال سے توبہ کرے تو ہمکو تیری اطاعت فرمانبرداری میں عذر نہیں ہے ورنہ تلوار اسکا فیصلہ کریگی۔ اور ہماری تلواروں کو خدا تجھ پر فتحیاب کریگا۔

حضرت نعمان یہ جواب سنکر دمشق پہنچے اور یزید سے سارا حال کہا جسکو سنکر یزید آگ بگولا ہو گیا اور بولا اچھا اچھا میں اسکا مزا انکو چکھا دونگا اسکے بعد اس نے مسلم ابن عقبہ جرنیل کو بلایا اور اس سے کہا جا اور اہل مدینہ کے خفتے ڈھیلے کر دے کہ وہ بہت سرکش ہو گئے ہیں مسلم ابن عقبہ بولا مجھے امیر المومنین کے تعمیل حکم سے عذر نہیں مگر سخت بیمار ہوں گھوڑے پر سوار ہونا بھی دشوار ہے۔ یزید نے کہا کچھ ڈر نہیں تجھ جیسا بہادر بیمار بھی ہو تو بھی ہزار تندرستوں سے اچھا ہے حصین بن نمیر کو تیرا نائب کرتا ہوں اگر تجھکو کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ تیری قائم مقامی کریگا مدینہ میں جاکر پہلے تو لوگوں کو نصیحت کرنا اور حتی الوسع خون نہ بہانا لیکن اگر وہ نہ مانیں تو پھر کسر نہ کرنا اور جسقدر قتل و غارت ہو سکے اس سے ہاتھ نہ روکنا علی ابن الحسینؓ کا خیال رہے انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچانا کہ انھوں نے فتنہ پردازوں کا ساتھ نہیں دیا۔

مسلم بن عقبہ شامیوں کا لشکر جرار لیکر آندھی کی طرح اٹھا اور چند روز میں مدینہ کے کنارے پر پہنچکر گرد و غبار کی مانند پھیل گیا اہل مدینہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے باہم صلاح کی کہ یہ جو اشقیا ہمارے

ہاتھ نہیں قیدیوں کو ہلاک کر دینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ ہم حریف سے لڑنے نکلیں اور پیچھے سے یہ لوگ ہم پر حملہ کر دیں۔ اکثر لوگوں نے اس صلاح کی تائید کی مگر ابن حنظلہ رضؓ نے کہا نہیں یہ مناسب نہیں بلکہ ان لوگوں سے حلف لینا چاہیئے کہ وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں نہ یزید کے لشکر کو یہاں کی کچھ خبر دیں نہ لڑائی کے کسی مشورہ میں فوج یزید کے ساتھ شریک ہوں اور یہ حلف لیکر ان کو رہا کر دینا چاہیئے تاکہ ہم ان کے خطرے سے بے فکر ہو کر لڑیں ؛

یہ تجویز تائید عام سے منظور ہوئی اور بنی اُمیہ کو حلف لیکر رہا کر دیا گیا۔ مگر اس میں بھی انھوں نے عبدالملک بن مروان کو چھوڑ دیا یعنی جس طرح اس کو عام بنی اُمیہ کے ساتھ قید نہ کیا تھا اسطرح اس حلف کے لیے بھی اسکو مجبور نہ کیا۔ ان سب کو بھروسہ تھا کہ یہ ایک عابد اور طالب العلم آدمی ہے اسکو ان جھگڑوں سے کچھ تعلق نہیں گو یہ نہ سمجھے کہ بنی اُمیہ کے گھر کا تو ایک چوہا بھی فساد و فتنہ پردازی کے جوہروں سے خالی نہیں ہوتا۔ ناپاک کپڑا جب سوکھ جاتا ہے تو بھی پاک کپڑے نہیں اسکو نہیں رکھتے کیونکہ جب اس پر پانی کی بوند پڑتی ہے تو وہ سب نجس کر دیتا ہے ؛

اس ہنگامہ میں بھی یہی پیش آیا۔ اصحاب رسول اللہ صلعم نے عبدالملک ابن مروان کو بے شر سمجھ کر ہر گرفت سے اس کو آزاد رکھا اور عبدالملک نے اپنی نسلی غداری کو اس احسان سے شرمندہ نہ ہونے دیا۔ یہ وہی عبدالملک ہے جو ایک وقت میں تخت اسلامی کا بادشاہ بنا اور اہل مدینہ کو دشمنوں کے ہاتھ تباہ کرا دیا۔ جس وقت بنی اُمیہ رہا ہو کر مسلم ابن عقبہ کے پاس گئے تو اس نے ان سے کہا میں تو مدینہ کے جنگی موقعوں سے ناواقف ہوں اب تم مجھے بتاؤ کہ کس رُخ سے حملہ کرنا چاہیئے۔ اور اہل مدینہ کی تعداد کتنی ہے اور لڑائی کا پہلو کون سا مناسب ہوگا ؛

بنی اُمیہ نے جواب دیا ہم کچھ نہیں بتا سکتے کیونکہ ہم سے حلف لے لیا گیا ہے جسکی پابندی ہم پر فرض ہے۔ مسلم حیران ہو کر بولا تو پھر میں کیونکر اس اجنبی مقام میں جنگ کر سکتا ہوں۔ میرے ہمراہ تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو مدینہ کے جنگی مقامات سے واقف ہو ؛

بنی اُمیہ بولے ہم میں ایک آدمی ایسا ہے جس سے حلف نہیں لیا گیا اور وہ عبدالملک

بن مروان ہے وہ ایک فقیہ ہے وہ طالب علم ہے جنہیں خبر نہیں وہ تم کو کچھ مشورہ دے سکتا ہے یا نہیں مسلم نے عبدالملک کو بلایا اور مصلحت پوچھی۔ عبدالملک نے ایک ایسی گہری تقریر کی اور ایسے اہم اور جنگی اہمیت بارے نہایت مفید موقعے لڑائی کے بتائے کہ مسلم عش عش کرنے لگا اور بولا مجھے اُمید نہ تھی کہ مسجد کے کونے پڑا رہنے والا فقیہ جو مذہب کے نکتوں کو ایسا عمدگی سے سمجھتا ہوگا اور ایسے جوٹی کے مشورے دے گا۔

مسلم نے عبدالملک کے بتائے ہوئے مقامات پر صف بندی کی اور عبدالملک کی خفیہ اطلاعوں سے فائدہ اُٹھا کر اپنے لشکر کو ہر خطرہ سے محفوظ کر لیا۔

اہل مدینہ نے مسلم کے آنے سے پیشتر مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی اور یہ دوسرا موقع تھا بنی اُمیہ کے حملہ کا مدینہ پر ایک حملہ ابوسفیان یزید کے دادا کے وقت میں پیش آیا تھا اور رسول اللہ صلعم نے خندق کھود کر ابوسفیان سے مقابلہ کیا تھا اور دوسری یہ ابوسفیان کے پوتے سے جنگ پیش آئی تھی جس میں اہل مدینہ نے سنت رسولؐ کے موافق اپنے گرد خندق کھودی تھی اگر ان کی خندق کچھ مفید نہ ہوئی کیونکہ عبدالملک نے میدان جنگ کا ایسا نقشہ مسلم کو بتلایا تھا کہ اس سے خندق بیکار ثابت ہوتی تھی اور اہل مدینہ خندق سے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکتے تھے آخر مجبوراً وہ خندق سے باہر نکلے اور کھلے میدان میں انہوں نے صف بندی کی

اور یہ تذکرہ بھی قابل تحریر ہے تھا کہ یزید نے ایک فوج تو مسلم ابن عقبہ کے ساتھ مدینہ پر بھیجی تھی اور دوسرا حکم عبیداللہ ابن زیاد کے نام گیا تھا کہ فوراً عراق کی سپاہ لیکر مکہ پر حملہ آور ہو تاکہ عبداللہ ابن زبیرؓ اہل مدینہ کی مدد نہ کر سکیں نیز ان کا وہ عروج ترقی سے رُک جائے جو دن بدن خلافت یزید کے خلاف خطرناک ہوتا جاتا ہے۔

ابن زیاد نے یہ حکم پڑھکر اپنی مجلس کے حاضرین سے کہا مجھ سے دو دو کام نہ ہونگے کہ پیغمبر خدا صلعم کے فرزندوں کو بھی قتل کروں اور خانہ خدا کے ویران اور تباہ کرنے میں بھی حصہ لوں۔ پہلا کام میں نے انجام دیدیا۔ آل رسول اللہ صلعم میری تلوار سے ختم ہوگئی مگر مجھے یزید کے

دربار سے اسکا کیا خاک صلا ملا کچھ بھی نہیں بلکہ یہ انعام دیا کہ قتل حسینؓ کا الزام ہمیشہ نامۂ اعمال میں لکھ دیا سارا جہان یہ کہتا ہے کہ یزید نے تو قتل امام کا حکم نہیں دیا تھا ابن زیاد نے اپنی طرف سے یہ شرارت کی اور خلقت کا یہ چرچہ خود یزید کے طفیل ہے کیونکہ اس نے بھرے دربار میں یہ کہا کہ میں نے ابن زیاد کو قتل کا حکم نہ دیا تھا۔ اسکو لازم تھا کہ حسینؓ کو میرے پاس آنے دیتا۔ حالانکہ یزید کا یہ قول بالکل جھوٹا ہے اور سراسر مکاری و فریب پر مبنی ہے کیونکہ میرے پاس یزید کے پچاس خط موجود ہیں جن میں صاف صاف لکھا ہے جس طرح ممکن ہو حسینؓ کا اور اس کے خاندان کا بالکل خاتمہ کر دینا چاہیئے۔

لہٰذا میں ہرگز مکّہ کے حملہ میں حصّہ نہ لونگا اور یزید کے اس تازہ حکم کی تعمیل نہ کرونگا چنانچہ ابن زیاد نے ایسا ہی کیا اور یزید کو جواب لکھ بھیجا کہ میں بہت بیمار ہوں سفر کرنیکی مجھ میں طاقت نہیں ہے

ابن زیاد کے اس جواب سے یزید نے پیچ و تاب تو بہت کھایا مگر کیا کر سکتا تھا۔ خون کا گھونٹ پیکر خاموش ہو گیا مگر اس کو یہ کھٹکا لگا رہا کہ ایسا نہو ابن زبیرؓ اہل مدینہ کی کمک کو چڑھ دوڑے اور مسلم بن عقبہ دونوں طرف سے بیچ میں گھر جائے اور اس میں شک نہیں کہ اگر اسوقت ابن زبیرؓ مدینہ والوں کی اعانت کرتے تو مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج کا وہیں خاتمہ ہو جاتا اور ابن زبیرؓ کو مکّہ پر یہ مصیبت پیش نہ آتا جو آخرکار اس سپاہ مسلم سے بعد فراغت جنگ مدینہ میں پیش آیا۔

پھر مدینہ کا حال سنیئے ابن حنظلہ نے حضرت فضیل ابن عباسؓ کو سپاہ مدینہ کا مقدمۃ الجیش بنایا۔ اور نہایت دانائی سے دایاں بایاں درست کرکے لڑائی پر آمادہ ہوئے۔

اُدھر مسلم بن عقبہ نے بھی فوج کے پروں کی ترتیب قائم کی اور وسط میں اپنا تخت بچھا کر لیٹ گیا۔ کیونکہ وہ سخت بیمار تھا۔

لڑائی شروع ہوئی اور اہل مدینہ کی پہلی ہی یورش میں شامیوں کی صفیں بکھر گئیں، اور انہوں نے بے تحاشا بھاگنا شروع کیا۔ مسلم ہرچند ان کو آوازیں دیتا تھا مگر کوئی شخص نہ ٹھہرتا

تھا۔ اسی اثنا میں حضرت فضیل ابن عباس رضؓ گھوڑا دوڑا کر مسلم کے قریب گئے اور چاہا کہ اُسکا خاتمہ کرکے لڑائی کو اپنے حق میں ختم کر دیں انھیں خبر نہ تھی کہ مسلم بیمار ہے اور تخت پر پڑا ہوا ہے تخت کے سامنے مسلم کا زرہ پوش غلام ہتھیار لگائے ہوئے کھڑا تھا اور بھاگنے والوں کو پکار پکار کر بھاگنے سے روک رہا تھا فضیل سمجھے یہی مسلم بن عقبہ ہے اسواسطے انھوں نے نہایت دلیری سے اس غلام پر حملہ کیا اور ایک ہی وار میں اس کے دو ٹکڑے کر دیئے غلام کے مرتے ہی فضیل رضؓ نے آواز دی میں نے مسلم کو مار ڈالا میں نے مسلم کو مار ڈالا اس صدا کو سنکر اہل مدینہ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور شامی اور بھی سراسیمہ ہوکر بھاگنے لگے +

مسلم نے یہ حالت دیکھی تو وہ جھٹ پٹ تخت سے اٹھا زرہ پہنی ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار ہوا اور فضیل رضؓ کو آواز دی کہ کس کو مارا؟ میں مسلم ابن عقبہ موجود ہوں فضیل رضؓ نے پلٹ کر اس پر بھی حملہ کیا اور چاہتے تھے کہ ایک بھرپور ہاتھ اس کے بھی ماریں کہ مسلم کا تیر اُنکے سینہ پر آکر لگا جس کے صدمہ سے وہ شہید ہوکر گھوڑے پر سے گر پڑے +

فضیل رضؓ اہل مدینہ میں سب سے بڑے بہادر صف شکن تھے ان کی شہادت ہوتے ہی مدینہ والوں پر سناٹا چھا گیا اور لوگوں کی ہمتیں پست و شکستہ ہونے لگیں۔ گو زید ابن عبدالرحمن ابن عوف رضؓ نے فضیل رضؓ کی یہ حالت دیکھی تو تلوار کھینچکر دوڑے اور چاہا کہ مسلم کا کام تمام کر دیں مگر مسلم نے ان کو وار کرنے کی مہلت نہ دی اور ایک نیزہ ایسا مارا کہ یہ بھی شہید ہوکر گر پڑے +

ان دو شہسواروں کا گرنا تھا کہ تمام اہل مدینہ گھبرا گئے اور ان کے حواس باختہ ہونے لگے اور شامیوں کی بھاگی ہوئی فوج نے مسلم کے یہ دو ہاتھ دیکھے تو وہ بھی بھاگتے بھاگتے پلٹی اور اہل مدینہ پر خونخوار حملہ کیا۔ اب تو شامی جوق جوق پلٹ کر آتے تھے اور اہل مدینہ پر حملہ کرتے تھے انھوں نے مسلم ابن عقبہ سے کہا۔ آپ بیمار ہیں آپ کو لڑنے کی ضرورت نہیں آپ تماشا دیکھئے ہم ان سب کا فیصلہ کئے دیتے ہیں مسلم یہ سنکر چپکا کھڑا ہو گیا اور فوج کے افسروں کو کھڑے کھڑے لڑائی کے گر بتانے لگا۔ اس کی فوج کے مقدمہ پر حصین بن نمیر تھا جو مردانہ وار تیغ زنی کر رہا تھا

یکایک ابن حنظلہؓ گھوڑے سے کود پڑے اور پیدل ہوکر تلوار چلانی شروع کی مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج سے پکار کر کہا۔ تم بھی پیدل ہو جاؤ۔ چنانچہ حصین بن نمیر اپنی فوج سمیت گھوڑوں سے کود پڑا۔ پھر مسلم نے پکارا۔ تیر برساؤ۔ شامیوں نے کمانیں کھینچیں اور تیروں کی بارش شروع کی جس سے ابن حنظلہؓ کے تین بیٹے شہید ہو گئے۔ ابن حنظلہؓ نے یہ نوبت دیکھی تو بے تابانہ ہائے کا نعرہ مارا۔ اور کہا اب جینے کا کیا مزا یہ کہکر تلوار سونتی اور ایسا سرفروش حملہ کیا کہ حریف گھونگھٹ کھا کر پراگندہ ہونے لگا مگر مسلم و حصین نے سنبھالا کیا پھر یورش کی اور اسی یورش میں بچا سے ابن حنظلہؓ اور انکے بڑے بڑے ساتھی جام شہادت پیکر زمین پر گر پڑے اور شامی لشکر فتح کے نعرے لگاتا ہوا مدینہ کے اندر گھس گیا۔ اسوقت مسلم بن عقبہ نے حکم دیا۔

تم پر مدینہ والوں کا خون اور عزت و مال آج کے دن میں حلال کرتا ہوں جس کی میعاد تین روز تک ہے ؛

چنانچہ اس مقدس و متبرک مقام میں جہاں رسول الثقلین نبی الحرمین محمدؐ رسول اللہ صلعم چلتے پھرتے تھے جہاں حق و انصاف کی منادی ہوتی تھی جہاں جبرئیلؑ وحی لیکر آتے تھے جو دنیا بھر کی آنکھوں کا تارا تھا۔ یزید کے بے دین لشکر نے قتل عام شروع کیا وہ گناہ گار و بے گناہ کا امتیاز نہ کرتے تھے انھوں نے بچے بوڑھے کی تمیز نہ کی مدینہ کی گلیوں میں خون کے نالے بہ گئے ہر گھر لٹ گیا یا جل گیا۔ خاص حرم رسولؐ کے اندر ان بے ایمانوں نے ناگفتہ بہ سفاکیاں کیں۔ بوڑھے اور تارک دنیا صحابۂ رسول اللہ صلعم عبادت کے حجروں سے نکلکر بھاگے اور پہاڑوں کے غاروں میں جا کر چھپ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آج تک ان باہمی فسادوں سے اور ملکی توڑ جوڑ سے سروکار نہ رکھا تھا۔ انکا کام فقط یہ تھا کہ علم حدیث اور علوم قرآن کی اشاعت کریں اور رات دن یاد خدا میں مصروف رہیں۔ یزید کے لشکر نے ان سب کو تہلکہ میں ڈالدیا وہ لوگ دونوں فریق سے الگ تھے مگر ان پر بھی ظالم یزیدیوں نے تلواریں بلند کیں۔ اور وہ الغیاث یا رسول اللہ۔ الغیاث یا رسول اللہ کہتے ہوئے مدینہ سے بھاگے جنکے تعاقب میں

یزیدی فوج تلوار چمکاتی ہوئی دوڑی۔ وہ پناہ ڈھونڈھتے تھے مگر انکو پناہ نہ ملتی تھی حضرت ابوسعید خدری مشہور صحابی رسولؐ بھاگتے بھاگتے پہاڑ کی ایک کھوہ میں گھس گئے مگر وہاں بھی ایک یزیدی سپاہی تلوار لیکر پہنچ گیا۔ چاہتا تھا کہ ہاتھ چھوڑے اور اس مقبول الٰہی بندہ کا کام تمام کرے کہ ان کی زبان سے یہ آیت نکلی :-

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اگر تو میرے قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے گا تو میں اپنے ہاتھ کو بلند نہ کروں گا تاکہ تجھے قتل کروں کیونکہ میں خدائے ربّ العالمین سے ڈرتا ہوں)

شامی نے پوچھا تو کون ہے یہ بولے ابوسعید خدریؓ صحابی رسولؐ یہ سنکر اس بدبخت کو کچھ خیال آیا۔ اور ان کے قتل سے باز آیا۔

غرض تین روز تک مدینہ میں ظلم و ستم کا اندھیر مچا رہا قتل و غارت کی آفت برپا رہی تین دن کے بعد امن و امان ہوا مسلم نے سب لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کر کے اعلان کیا کہ اب قتل عام موقوف۔ آؤ۔ جو شخص یزید کی اطاعت کا حلف اٹھائے گا اسکی جان کو امان ہے ورنہ یہ تیغ ہے اور اسکا سر ہے۔

خلقت تھکی ہاری۔ لٹی ہوئی۔ تباہ شدہ۔ جمع ہوئی اور مسلم کے سامنے یزید کی اطاعت کا حلف اٹھانے لگی جب حسب عادت وہ لوگ کہتے کہ ہم بیعت کرتے ہیں حکم خدا اور سنت رسول اللہؐ کے موافق۔ تو مسلم کہتا نہیں خدا رسولؐ نہ کہو۔ یوں کہو حکم یزید کے موافق مروان بن الحکم باوجود شقاوت قلبی کے مسلم کے اس حکم کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے کہا اے مسلم تیرا یہ کہنا درست نہیں ہے بیعت تو حکم خدا حکم رسول ہی کے نام پر ہوتی ہے مسلم نے تیوری بدل کر کہا چپکے رہو میں کسی کی بیعت قبول نہ کرونگا جب تک وہ حکم یزیدی اطاعت کا حلف نہ اٹھائے مروان بیچارا اس قہری کے خوف سے آگے کچھ نہ کہہ سکا اور دم بخود ہو کر رہ گیا۔

یہ تھا بنی امیہ کی تلوار کا وہ وار جو خاص مدینہ کی گردن پر پڑا۔ یہ سچا واقعہ ہے جو کربلا کے

بعد یزیدی نامہ اعمال میں خون کے سرخ حرفوں سے دوبارہ لکھا گیا۔

مسلمان فقط کربلا کے مقصد کو جانتے ہیں اور صرف اسی ایک قصہ پر یزیدی یعنی اُمیہ کی بد اعمالیوں کو منحصر سمجھتے ہیں مگر میں ان کو اس کتاب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ انکی تلوار کیا نے دین کی گردن پر بے شمار تلواریں ماری ہیں۔ انھوں نے صرف پیغمبر خدا صلعم کے نواسہ ہی کو شہید نہیں کیا بلکہ وہ اس کے بعد خود رسولؐ کے مزار پر حملہ آور ہوئے اور وہاں کی مسلمہ حرمتوں کو پامال کیا اور اس کی بے نظیر پاکیزگی میں اپنی شراب نوشیوں خوں ریزیوں اور غارت گریوں سے دھبے لگائے مگر اس دامن مطہر پر کوئی دھبہ نہ لگا۔ خود ان ہی کے اعمال نامے قیامت تک کے لیئے گندے اور کالے ہو گئے۔

یہ تمام واقعات میں نے تاریخ طبری کی چوتھی جلد سے لیے ہیں۔ تشریحات میری قلم کی ہیں مگر اصل واقعات سب طبری کے ہیں ان میں میں نے کمی بیشی نہیں کی صرف سمجھانے کے لیے عبارت کو کہیں کہیں مشرح کیا ہے۔

اب جو لوگ یزید یعنی اُمیہ کی حمایت میں خون پانی ایک کیے دیتے ہیں جنھوں نے میری کتاب محرم نامہ پر یہ اعتراضات شد و مد سے کیے ہیں کہ اس میں تمام بنی اُمیہ کی ناروا توہین کی گئی ہے وہ ذرا اس واقعہ کو دیکھیں حضرت امام حسینؑ کی بابت تو انکی (خارجی) زبانیں یہ گستاخانہ الفاظ کہہ دیا کرتی ہیں کہ وہ خود کوفہ پر چڑھ کر گئے تھے اپنے کیے کا خمیازہ بھگتا۔ مگر اہل مدینہ کے اس قصہ میں وہ کیا کہیں گے کیا وہ لوگ بھی یزید پر چڑھ کر گئے تھے کیا انکو بھی حکومت کا دعویٰ تھا کیا ان سے بھی حسینؑ کی طرح اسکا ڈر تھا کہ کہیں میرا تخت نہ چھین لیں وہ دیندار جماعت تھی وہ حامی دین گروہ تھا اسکو یزید کی بداعمالیاں گوارا نہ ہوئیں انہوں نے ایسے فاسق و فاجر شخص کی بیعت میں شامل رہنا گناہ سمجھا یزید کو یہ مناسب تھا کہ وہ توبہ کرتا اور اپنے گناہوں کو چھوڑ دیتا۔ اہل مدینہ کا مطالبہ دینی تھا یزید کی شان میں بٹہ نہ لگتا اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ تم سچے ہو میں اپنی خطاؤں سے تائب ہوتا ہوں۔ اس سے اس کی ہیبت

سیاسی کو صدمہ نہ پہنچتا کیونکہ یہ انکی سیاسی معاملت تھا مخض دینی تھا۔

کہا جائیگا کہ یزید نے حجت تو پوری کر دی تھی اور اہل مدینہ کے پاس قاصد بھیجکر نصیحت کا حق تو ادا کر دیا تھا مگر اسکا جواب کیا دیا جائے گا کہ جو مطالبات اس نصیحت کے جواب میں اہل مدینہ نے پیش کیے تھے انکا جواب یزید نے کیا دیا۔ کیا انکا جواب تلوار تھی کیا انکا جواب یہ قتل عام تھا۔ کیا انکا جواب مدینۃ الرسول کی یہ بے حرمتی تھی کیا انکا جواب یہ کلمہ کفر تھا کہ:-

حکم خدا ور سول نہیں بلکہ حکم یزید

عثمان کا قید کرنا بھی اس وجہ سے تھا کہ وہ علانیہ شراب پیتا تھا اس میں بھی کسی مدعی کو اعتراض کی مجال نہیں ہو سکتی (عثمان سے مراد وہ عثمان ہے جو یزید کا چچازاد بھائی اور مدینہ کا حاکم تھا جسکا ذکر شروع میں آیا ہے)

عبد الملک بن مروان کی بہت تعریفیں کی جاتی ہیں ذرا اس کے بھی ابتدائی اوصاف کو دیکھ لینا چاہیے کہ جن لوگوں نے اس کے ساتھ احسان کیا ان ہی کے قتل و غارت کی اس نے مسلم کو تدبیریں بتائیں۔

مدینہ کے بعد اب میں مکہ کا حال لکھتا ہوں کہ بنی امیہ کی تلوار نے خانہ خدا کے ساتھ بھی بے ادبی و بے حرمتی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ یہی تلوار مدینہ پر تھی اور یہی تلوار اس واقعہ کے بعد مکہ پر پہنچی جسکا قصہ اس طرح ہے +

دوسری تلوار مکہ پر

محرم نامہ میں حضرت زبیرؓ کا حال پڑھا ہوگا جو جنگ جمل میں مقتول ہوئے تھے انکے صاحبزادے عبد اللہ ابن زبیرؓ نہایت عاقل و فرزانہ نوجوان تھے جنکی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ نے ان کو اپنی ذہانت و لیاقت سے اعلیٰ درجہ کی تربیت دی تھی۔

امیر معاویہ نے یزید کو وصیت کرتے وقت یہ الفاظ کہے تھے "اگر حسینؓ ابن علیؓ سے تیری لڑائی ہو تو ان کو جان سے نہ ماریو کہ ہماری ان کی قرابت ہے اور اگر عبداللہ ابن زبیرؓ سے جنگ ہو اور مجھے یقین ہے کہ ضرور ہوگی تو تیرا قابو چڑھے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیو کہ وہ بڑا ہی مکار ہے"۔

اس کتاب کے دوسرے باب میں معاویہ و ابن زبیرؓ کے مکالمات نظر آئیں گے ان سے ابن زبیرؓ کی دلیری گہرے خیالات اور اونچے ارادوں کا اندازہ ہو سکے گا وہ نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے بنی امیہ نے جگہ جگہ ان کی نسبت مکاری اور دغا شعاری کے الفاظ استعمال کیے ہیں مگر ان کی زندگی کے تاریخی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور اندیش مدبر تھے حکمت عملی سے کام کرتے تھے مگر انکی ذات سے فریب مکر اور دغا کا کوئی واقعہ سرزد نہیں ہوا۔

حضرت امام حسینؓ جس وقت کربلا کو تشریف لیجانے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا تھا کہ تم کو ابن زبیرؓ نے اس سفر کی رغبت دلائی ہے کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم یزید کے ہاتھوں تباہ ہو جاؤ تو میرے لیے ترقی کا میدان صاف ہو جائے مگر حضرت امام حسینؓ نے اس شبہ کو تسلیم نہ فرمایا تھا اور ابن زبیرؓ نے بھی اس کی تردید کی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ ابن زبیرؓ نہایت محتاط تھے حریفوں کے فریب کو ہزار کوس دور سے سمجھ جاتے تھے اور سیکڑوں برس پہلے آیندہ کی تدبیریں سوچتے تھے مگر یہ صفات حسنہ تھیں مکر کی باتیں نہ تھیں مدبر اور پولیٹیشن وہی ہے جو گرد و پیش سے باخبر اور آیندہ حالت پر گہری نظر رکھتا ہو۔

جب حضرت امام حسینؓ کا واقعہ کربلا میں ہو چکا تو یزید کو ابن زبیرؓ کا فکر ہوا اور یہ ایسا کانٹا تھا جس کے نکالے بغیر یزید کی سلطنت بے خطر نہ ہو سکتی تھی۔ یزید نے واقعہ کربلا کے بعد ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مکہ اور مدینہ دونوں کی حکومت دی تھی ولید بڑا ہوشیار اور منتظم حاکم تھا اس نے ابن زبیرؓ کے مخفی ارادہ حکومت کو سمجھ کر سخت نگرانی شروع کر دی تھی۔ اسی زمانہ میں ابن زبیرؓ نے ایک ایسی چال چلی کہ یزید کو مات ہونا پڑا اور وہ یہ تھی انھوں نے

یزید کو ایک خط لکھا جس کی عبارت بہت ہی ہمدردانہ تھی اور جس میں یزید کو مصالح ملکی کے نشیب و فراز بتائے گئے تھے اور آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ ولید بن عقبہ والی نا تجربہ کار اندیش اور نا اہل ہے اسکو مکہ مدینہ کی حکومت سے الگ کر دینا چاہیئے ورنہ آپکی سلطنت کو نقصان پہنچیگا
یہ خط ایسی حکمت عملی سے لکھا گیا تھا کہ یزید نے اس کو سراپا اخلاص سمجھا اور یہ خیال کیا کہ ابن زبیرؓ میری سلطنت کے بہت ہی خیر خواہ ہیں چنانچہ اس نے ایک لمبا چوڑا شکریہ ابن زبیرؓ کو بھیجا اور ولید کو حکومت حرمین سے معزول کر کے دمشق بلا لیا اور اسکی جگہ عثمان کو بھیجدیا عثمان وہی حاکم ہے جسکا ذکر اوپر آیا۔ بہت ہی احمق اور نشہ باز آدمی تھا۔

بعد میں جب عثمان کی نالائقی یزید پر کھلی اور مدینہ کی لڑائی پیش آئی تو یزید سمجھا اور اس نے کہا۔ افوہ یہ سب ابن زبیرؓ کی کارستانی تھی۔ اس نے دوستی کے پردہ میں مجھے دغا کی اور ولید کو معزول کرا کے نظم حکومت میں یہ برہمی ڈالی۔ اب اس کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔

مگر انصاف یہ ہے کہ ابن زبیرؓ نے اپنی سیاسی قابلیت کی ایک ضرب یزید کی سیاسی لیاقت پر لگائی تھی۔ اس میں مکر فریب کچھ نہ تھا یزید میں عقل ہوتی تو اسکو سمجھنا چاہیے تھا کہ ابن زبیرؓ پرانا دشمن ہے اس کے مشورہ میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی۔ مگر وہ نہ سمجھا اور سمجھا تو یہ سمجھا کہ ابن زبیرؓ نے میری دلسوزی سے یہ خط لکھا ہے حالانکہ اس سے کچھ دن پہلے یزید ایک ایسی حرکت کر چکا تھا جسکا جواب ابن زبیرؓ کی طرف سے دیا جانا لازمی ہو گیا تھا یزید اگر اس واقعہ کا خیال کرتا تو اسکو بھی ایک وجہ اسکے احتیاط کرنیکی پیدا ہو جاتی اور وہ حرکت یہ تھی کہ جب کربلا سے حضرت امام حسینؓ کے قتل کی خبر آئی تو ابن زبیرؓ منبر پر چڑھے اور یہ خطبہ پڑھا اے لوگو! عراق کے دغاباز باشندوں نے نواسہ پیغمبر کو بلا کر شہید کرا دیا اور یزید والوں نے ان کو شہید کر دیا۔ یہ بڑا غمناک واقعہ ہے۔ حسینؓ کے سوا اس دنیا میں کوئی شخص حقدار خلافت نہ تھا۔ جسکو ان ظالموں نے بحالت بیکسی دشت کربلا میں ستم کی چھریوں سے ذبح کیا ہے خیال کرو۔ قاتلوں اور مقتولوں میں کیا فرق تھا۔ یزیدی قاتل گانے گاتے تھے

اور حسینیؓ مقتول تلاوت کلام اللہ کرتے تھے۔ یزیدی قاتل خوف الٰہی سے بے ہراس اور اندیشۂ آخرت سے بے پرواہو کر قہقہوں اور چہچہوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور حسینیؓ مقتول خشیۃ اللہ اور محاسبۂ عقبیٰ سے خائف ہو کر ہر وقت چشم پُرآب رہتے تھے۔ تو کیا ایسے سفاک خونریز اس قابل ہیں کہ ہم ان کی اطاعت و بیعت پر قایم رہیں؟ یہ سُنکر تمام حاضرین بے اختیار رونے لگے اور انھوں نے بالاتفاق آوازیں دیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہم یزید کی بیعت سے منحرف ہوتے ہیں لاؤ ہاتھ پھیلاؤ ہم تمہاری بیعت کریں گے چنانچہ حضرت ابن زبیرؓ نے تمام حاضرین سے مخالفت یزید کی بیعت لے لی +

یہ خبر ولید کو ہوئی تو اس نے یزید کو اطلاع دی۔ یزید نے چاندی کا ایک طوق بنوا کر اپنے دو معتمد آدمیوں کے ہاتھ بھیجا کر یہ جا کر ابن زبیرؓ کے گلے میں ڈالنا اور اس ہیئت سے اس کو میرے پاس قید کر کے لانا تاکہ لوگوں کو میری شان معلوم ہو لیکن جب یہ معتمد مکہ میں آئے تو ولید نے کہا کہ یزید کی یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ طریقہ اس فتنہ کے دبانیکا نہ تھا۔ میں خود تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ تم آپ ہی جاؤ اور یہ طوق ابن زبیرؓ کو پہناؤ۔ یہ کام آسان نہیں ہے۔ یزید نے ابن زبیرؓ کا قید کر لینا کیا ہنسی کھیل سمجھا ہے۔ مروان ابن الحکم مدینہ میں تھا اس نے سُنا تو بولا۔ یزید نے بہت بُرا کیا یہ کام تدبیر و حکمت کے سراسر خلاف ہے۔ لیکن وہ دونو معتمد نہ مانے اور سیدھے ابن زبیرؓ کے پاس گئے اور طوق ان کے سامنے جا کر رکھدیا۔ اور یزید کا پیام سُنا دیا۔ ان کی ہمت یہ تو نہو سکی کہ وہ زور و جبر سے طوق گلے میں ڈالدیتے صرف سامنے رکھنے اور زبانی پیام پہنچانے پر اکتفا کی +

ابن زبیرؓ بڑے دانشمند اور متحمل مزاج تھے انہوں نے طوق کو دیکھا۔ یزید کا پیغام سُنا مگر مُنہ سے کچھ نہ بولے فقط گردن اس طرح ہلا دی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس فعل کو حقارت سے رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھیرو بچہ سمجھو نگا جاتے کہاں ہو +

سفیروں پر اتنی ہیبت چھائی کہ وہ چُپ چاپ اُٹھ کر چلے آئے اور یہ نہ کہہ سکے کہ یزید کا

کیا جواب دیجئے گا ؟

دمشق میں جاکر انھوں نے سارا حال یزید سے کہا تو وہ کچھ خفیف سا ہو کر خاموش ہو گیا اس واقعہ کے بعد ابن زبیرؓ نے یزید کو وہ خط لکھا تھا جسکا ذکر اوپر آیا ہے اور جس کی بنا پر یزید نے ولید کو حرمین کی گورنری سے علیحدہ کر کے ابن زبیر کا شکریہ ادا کیا تھا ؟

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے ایک مغرورانہ فعل کا ایک عاقلانہ صبر سے مقابلہ کیا اور دشمن کو زہر سے نہیں شربت پلا کر مار ڈالا تو اس میں مکر کی کونسی بات تھی بلکہ انکی ہوشمندی کی تعریف کرنی چاہیئے انھوں نے وقت پر تو صبر و ضبط سے کام لیا اور پھر یزید کی اس طاقت کو جو انکے راستہ میں سد راہ تھی (یعنی ولید کی حکومت) خود یزید کے ہاتھوں زائل کرا دیا۔ ولید اگر مکہ میں رہتا تو وہ ضرور سیاسی توڑ جوڑ سے ابن زبیرؓ کے منصوبوں میں رخنے ڈالتا۔ کیونکہ وہ بڑا دانا اور دور اندیش حاکم تھا اسی وجہ سے اس نے طوق والے سفیروں کی امداد اپنے فوجی محکمہ سے نہ کی تھی اور اس کو ایک مناسب موقع کے لیے منحصر رکھا تھا کہ حکمت عملی سے ابن زبیرؓ کو اسیر کر کے دمشق بھیجدوں گا ؟

ولید کے معزول ہونے اور عثمان کی کمزوریوں اور بے خبریوں نے ابن زبیرؓ کو موقع دیا اور انھوں نے اپنی طاقت و جمعیت چپکے چپکے خوب مستحکم کر لی۔ جس کی اطلاعوں سے خائف ہو کر یزید کو ایک باضابطہ اور عظیم الشان مہم مکہ پر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ مدینہ کی قتل کاری سے فارغ ہونے کے بعد مسلم بن عقبہ کو حکم پہنچا کہ تم سیدھے مکہ پر چڑھ جاؤ ؟

مسلم اس لشکر سفاک کو لیکر جسکی تلواروں نے اہل مدینہ کے خون چاٹ چاٹ کر ایک بڑی حرص مسلمانوں کے خون چاٹنے کی اپنے اندر پیدا کر لی تھی مکہ کی طرف چڑھ دوڑا ؟

لیکن جب مکہ کے قریب پہنچا تو اس کی سابقہ بیماری حد سے بڑھ گئی اور اس نے جانا کہ وقت آخر آن پہنچا تب اس نے حصین بن نمیر کو بلایا اور کہا۔

یزید نے چلتے وقت حکم دیا تھا کہ تیرے بعد حصین بن نمیر سپہ سالار لشکر ہوگا سے میں تم

اب مرتا ہوں اب تو اس سپاہ کی کمان ہاتھ میں لے مگر دیکھ اسکا خیال نہ کیجیو کہ یہ خانۂ خدا ہے اور یہاں خونریزی بری ہے۔ ہرگز نہیں جسقدر شدت ہو سکے کیجیو اور فتح کے بعد جہانتک ممکن ہو کسی سرکش کو زندہ نہ رہنے دیجیو۔ امام کے حکم کے آگے خانۂ خدا کوئی چیز نہیں "

امام کا حکم خانۂ خدا اور ساری زمین سے افضل ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں جو کچھ عبادت کی ہے آج میں خیال کرتا ہوں جبکہ میری موت میرے سامنے کھڑی ہے کہ ساری عمر کے اعمال سے میرا یہ عمل سب سے بڑا ہوگا جو میں نے مدینہ میں کیا اور حکم امام کی خاطر تین دن قتل عام کر کے ہر باغی کا خاتمہ کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ اسی ایک عمل خیر کے سبب میری نجات ہوگی۔ یہ کہکر مسلم بن عقبہ مر گیا۔ (یہ سب کیفیت تاریخ طبری کے ترجمہ فارسی جلد دوم (مطبوعہ کشوری پریس سے بلا اختلاف ایک حرف ترجمہ کی گئی ہے۔ پڑھنے والے ذرا بنی اُمیہ کے سپہ سالاروں کے عقائد ملاحظہ فرمائیں مجھے اسپر سوائے نعوذ باللہ من ھذہ العقائد پڑھنے کے اور کسی حاشیہ لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ اتنا لکھدینے کو جی چاہتا ہے کہ بنی اُمیہ خصوصاً امیر معاویہ صحبت رسول میں زیادہ حاضر نہ رہنے کے سبب اسلام کے عقائد صحیحہ سے محروم تھے اور جب وہ خود نہ جانتے تھے کہ اسلام اور شعائر اسلام کی کیا شان ہے تو انکے سپہ سالاران فوج اور امرائے ملک کیا خاک جان سکتے تھے کیونکہ ان کی معلومات تو اپنے بادشاہوں کی ذات صفات سے وابستہ تھی پس جیسی روحیں تھیں ویسے فرشتے تھے)

مسلم بن عقبہ کے مرنے کے بعد حصین بن نمیر نے فوج کی افسری پورے اختیارات سے ہاتھ میں لی اور مکہ کے مقابلہ کی طرف قدم بڑھائے ✦

حضرت ابن زبیرؓ نے بھی کئی دلیروں کو جمع کر کے کلہ بہ کلہ جنگ کرنیکی تیاری فرمائی اور ہمراہیوں سے کہا کہ غنیم تھکا ماندہ آیا ہے۔ اسکو فرصت نہ دینی چاہیئے ✦

چنانچہ ابن زبیرؓ نے دشمن پر یکبارگی حملہ کر دیا ان کے لشکر کے دائیں بازو پر حضرت منذر بن زبیرؓ تھے اور بائیں بازو پر حضرت مسور بن مخرمہؓ ✦

جب حملہ ہوا تو شامیوں نے بھی جان توڑ کر جواب دیا اور ایسے جوش و خروش سے آگے بڑھے کہ ابن زبیرؓ کا میمنہ یعنی فوج کا دایاں بازو بکھر گیا اور منذر بن زبیرؓ شہید ہو کر گر پڑے منذرؓ کے شہید ہوتے ہی کی فوج نے گھونگھٹ کھایا اور شامیوں کے حوصلے بڑھ گئے انھوں نے بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنے شروع کئے اور حضرت ابن زبیرؓ شکست یاب ہو کر آہستہ آہستہ فوج کو سنبھالتے ہوئے پسپا ہونے لگے یہاں تک کہ شہر کے اندر داخل ہو کر روپوش ہو گئے اور شامی سپاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

اب محاصرہ کے حالات حسب کی باری آئی۔ اہل مکہ دیواروں پر سے تیر برساتے تھے اور شامی باہر سے تیروں کا جواب تیروں سے دیتے تھے۔ نیز انھوں نے منجنیق کی کلیں بھی فصیل کے باہر اونچے مقام پر لگائیں اور ان کے ذریعہ بڑے بڑے پتھر شہر میں پھینکنے لگے یہ منجنیق پرانے زمانہ کا ایک آلہ حرب ڈھینکلی کی صورت کا ہوتا تھا جس سے قلعوں اور شہروں کے اندر پتھر اور آگ برسائی جاتی تھی منجنیقوں کی سنگ باری نے شہر مکہ میں آفت برپا کر دی کسی شخص کی مجال نہ تھی جو وہ گھر سے باہر نکلتا کیونکہ رات دن پتھروں کا مینہ برستا تھا۔

حریفوں نے ایک آلہ ایسے مقام پر نصب کیا جس کی زد خاص حرم کعبہ پر پہنچتی تھی اور اس نے بڑے بڑے پتھر کعبہ پر مارنے شروع کیے جس سے حرم کی عمارتیں چکنا چور ہو گئیں۔ خاص کعبہ کا وہ حصہ جو چوبی تھا۔ اس سنگ باری سے شکستہ ہو گیا۔

ایک روایت ہے کہ سوائے گرد و غبار اڑنے کے کچھ نقصان نہ ہوا البتہ آگ سے ضرر پہنچا تھا۔

کافر مکہ میں

بنی امیہ کی یہ پہلی بدعت تھی کہ وہ اس مقام مقدس میں کافر سپاہیوں کو بھی ساتھ لائے تھے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں جب سے یہود کو جلا وطن کیا گیا تھا حکم قرآن شریف نے دیدیا تھا کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ اس سال کے بعد پھر انکو کبھی اس مقام مقدس میں نہ گھسنے دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم الٰہی کی بموجب آج تک اسپر عمل ہو رہا تھا مگر بنی امیہ نے

کہ ان کو بت سے احکام قرآن الہی مانتے تھے جو وہ اس ارشاد خداوندی کا لحاظ کرتے ۔
اپنے ساتھ حبش کے کافر سپاہیوں کو بھی لائے تھے جن کے ہاتھوں مدینہ کے مومنین
کی گردنیں کٹوائی گئیں اور اب مکہ کی قتل و غارت کے واسطے بھی یہاں لایا گیا اور یہ خیال
کسی نے نہیں کیا کہ خطہ حجاز کفر و شرک کی ہستیوں سے پاک کر دیا گیا ہے اور کفار و مشرکین
کے اجسام نجس اس طبقہ سے ممنوع ہو گئے ہیں ۔

تاریخ طبری کے ترجمہ فارسی کی جلد چہارم صفحہ ۲۳۰ و پر یہ عبارت ہے
"وانکس کہ منجنیق انداختے سپاہی بود از کافران حبشہ"

(جو منجنیق چلا رہا تھا حبشہ کے کافروں میں کا ایک سپاہی تھا) غرض صفر کا سارا مہینہ یہ
یہ سنگ باری جاری رہی اور جب ربیع الاول کا وہ مبارک مہینہ شروع ہوا جس میں سرور
کائنات صلعم کی میلاد و وفات کی تاریخیں ہیں تو بنی امیہ کی حرارت اسلامی میں ایک نیا شعلہ
پیدا ہوا۔ اور انھوں نے کعبۃ اللہ کو جلا دینے کی تیاری شروع کر دی۔ یہ ایسا نعوذ باللہ کام
تھا جس کو دنیا کا کوئی غیرتمند مسلمان سننے کی بھی تاب نہیں رکھتا تھا۔ مگر اس یزید کے لشکر نے
(جس کو آج کل بعض نیک گمان اصحاب حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت یزید رضی اللہ
تعالیٰ عنہ یا حضرت یزید علیہ السلام کہا کرتے ہیں) خانہ خدا کے سوختہ کر دینے کا ارادہ کیا اور
دسویں ربیع الاول ۶۴ھ میں ہفتہ کے دن یہ یزیدی نیکی عمل میں آنی شروع ہوئی۔ اور منجنیق
کے ذریعہ بیت اللہ میں آگ برسائی جانے لگی جس وقت منجنیق نے خدا کے گھر پر بھڑکتی
ہوئی آگ کے شعلے برسانے شروع کیے اہل ایمان کے کلیجے تھرانے لگے اور حق و
صداقت کے دل لرز گئے مگر سفاکان یزیدی فخریہ اشعار گا رہے تھے۔ گویا اس عمل خیر
کا شادیانہ بجاتے تھے اور بیت یزدانی کی بربادی سے فرط فخر لاتے تھے ۔

لعینوں کی آتش ملعونانہ نے حرم مطہر کو دھواں دھار کر دیا کعبہ کے غلاف میں آگ لگ گئی
اور وہ سارا آن کی آن میں جل کر خاک ہو گیا اس وقت پروردگار عالم کی تار قہر کو جنبش ہوئی

اور اصحاب فیل کے بعد ان اموی اصحاب پر آسمانی دوزخ کا ایک انگارا نازل ہوا
کافران حبش چاہتے تھے کہ دوبارہ منجنیق کا شعلہ کعبہ پر پھینکیں کہ یکایک منجنیق میں آگ لگ گئی
اور وہاں سے پھیل کر تمام لشکر کو شعلہ جوالہ بنا دیا۔ آگ لگی آگ لگی کے غل نے ہر شخص کے
اوسان کھو دیئے اور شامیوں نے کانپ کانپ کر اپنے سپہ سالار حصین بن نمیر سے کہا ہماری
توبہ ہے ہم خانہ خدا کے ساتھ اس سے زیادہ گستاخی نہیں کر سکتے۔ اب حد ہو گئی۔ اب تو
آسمان سے دوزخ کی آگ بھی برسنے لگی۔ ہم ہرگز لڑنا نہیں چاہتے چلیے دمشق کو واپس
چلیے اب ہم کو اس محاربہ سے قطعی انکار ہے۔

حصین نے انکو سمجھایا اور کہا ذرا دم لو۔ اور صبر کرو۔ یزید کو میں ابھی خط لکھتا ہوں
وہاں سے جب تک جواب آئے تمکو یہاں ٹھیرنا ضروری ہے (طبری کا بیان ہے کہ منجنیق
سے آگ کعبہ پر پھینکنے میں کچھ غلطی ہو گئی اور شعلہ خود اپنے لشکر میں آ گرپڑا اور اس سے
آگ لگ گئی جس کو عوام نے آسمانی آگ تصور کیا)

بہرحال جو کچھ ہوا آگ ضرور لگی اگر منجنیق ہی کی غلطی تھی تب بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کا
عذاب بھی اسباب مادی کے ماتحت ہوا کرتا ہے خدا نے یہ غیبی سبب انکی پراگندگی کا پیدا کیا۔
حصین و سپاہ میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابن زبیرؓ نے فصیل پر سے پکار کر کہا
لو وہ تمہارا فرمان غارت ہوا (یعنی یزید کے مرنے کی خبر دی) اس خبر سے فوج اور بھی
پریشان ہو گئی۔ مگر حصین بن نمیر نے ان کو تسلی دی اور کہا۔ ابن زبیرؓ بڑے مکار و چالاک
ہیں کیا خبر ہے انہوں نے ہمارے دل توڑنے کو یہ افواہ اڑا دی ہو جب تک ہمارے
پاس دمشق سے خبر نہ آئے صبر کرنا چاہیئے۔ سپاہ خاموش ہو گئی تیسرے دن حصین بن نمیر کا
دوست صادق ثابت بن قیس نخعی کوفہ سے آیا اور اس نے حصین بن نمیر کو خبر دی کہ واقعی
یزید مر گیا۔ اور اس کی جگہ معاویہ بن یزید خلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔ کوفہ میں بغاوت ہو گئی۔ اور
لوگوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کا اعلان کر دیا۔ اور مدینہ میں بھی لوگوں نے تمہارے

قایم مقام کو مار کر نکال دیا اور قید خانہ توڑ ڈالا۔ اور جو شخص بنی امیہ میں کا ملا اسکو بیدریغ تہ تیغ کر دیا

اسوقت حصین بن نمیر مکے اوسان جاتے رہے اور اس نے لشکر میں کوچ روانگی کی

عام منادی کرا دی۔

جب رات ہوئی تو حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو پیام بھجوایا کہ

آپ دس آدمیوں کے ساتھ بطحا سے مکہ میں آئیے میں بھی دس آدمی کو لیکر وہاں آتا ہوں

مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ اب لڑائی کو ختم سمجھنا چاہیے۔ آپ بے تامل

و بے تردد تشریف لے آئیں۔

حضرت ابن زبیرؓ دس آدمیوں کو لیکر اس میدان میں آئے اور حصین بن نمیر بھی آیا

اور اس نے ابن زبیرؓ سے خطاب کر کے کہا۔

یزید مر گیا اس کے بیٹے کو لوگوں نے بادشاہ بنایا ہے مگر ضرورت ایک ایسے امام

کی ہے جو امامت کا سزاوار ہو۔ لہذا چلیے میرے ساتھ ملک شام میں چلیے میں خود بھی

آپ کی بیعت کروں گا اور تمام شام والوں سے بھی بیعت کراؤنگا یہی نہیں بلکہ تمام جہان

میں آپ کی خلافت کا جھنڈا گاڑ دوں گا۔ طبری میں ہے کہ ابن زبیرؓ نے اس بات کے

قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور فرمایا۔

میرے سامنے حضرت حسینؓ کی مثال موجود ہے کہ بیشمار کوفیوں نے انکو بلایا مگر

ایک شخص نے بھی انکی مدد نہ کی بلکہ انکے قتل کرنیوالے یہی کوفی لوگ تھے میں ہرگز شام

نہ جاؤنگا۔ میرے واسطے یہی خانہ خدا کافی ہے جسکو توفیق ہو یہیں آجائے اور مجھ سے

بیعت کرے میں اہل مدینہ کی خونریزی کا عوض ضرور لونگا۔ مگر شام میں جا کر نہیں اسی جگہ

بیٹھ کر اسکا تدارک کیا جائیگا۔ اس گفتگو میں ابن زبیرؓ تیز اور گرم ہو کر بلند آواز سے باتیں

کرتے تھے اور حصین بن نمیر نرمی اور آہستگی سے بولتا تھا۔ حصین بن نمیر نے جب ابن زبیرؓ

کی زبان سے اہل مدینہ کے خون کا انتقام لینا سنا تو وہ بگڑ گیا۔ کیونکہ یہ نزد خود اس کی

ذات پر پڑتی تھی کیونکہ وہ بھی مسلم بن عقبہ کیساتھ قتل عام میں شریک تھا۔ ابن زبیرؓ نے یہ سنکر کہا،
میں تو تم کو بہت عقلمند سمجھتا تھا مگر تم تو بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں آؤ چلو
میں تم کو روئے زمین کا بادشاہ بنا دوں اور تم فقط اہل مدینہ کے انتقام لینے کے خیال میں
ہو۔ یہ بالکل طفلانہ باتیں ہیں اچھا تم جاؤ تمہیں جو سوجھا ہے۔ یہ کہکر اپنے لشکر میں چلا گیا
اور ابن زبیرؓ شہر مکہ میں تشریف لے آئے۔

بعض مؤرخ ابن زبیرؓ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے حصین بن نمیر کا کہنا نہ مانا
ورنہ وہ تاج دمشق کے مالک بنجاتے۔

مگر یہ ان کی سراسر غلط بیانی ہے۔ بھلا بنی اُمیہ کی فوج کا ایک افسر اس شخص کا ساتھ
دیتا جس نے بیشمار یزیدیوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ اس کے علاوہ حصین بن نمیر ایک فوجی افسر
تھا تاجدار دمشق کا حصہ دار نہ تھا نہ اس میں ایسی رتبی اور فاتح الکل کے جوہر نظر آتے
تھے جو ابن زبیرؓ اس کے قول پر یقین کر لیتے کہ میں اہل شام کو تمہاری بیعت کرا دونگا۔
بلکہ سارے جہان کا مالک تم کو بنا دوں گا۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس قول کو بیجا تعلی
اور مہمل دعا کہہ سکتا تھا۔ کیا کہ ابن زبیرؓ جیسے دوراندیش مدبر اس کے کہنے میں آجاتے
ابن زبیرؓ نے حضرت امام حسینؓ کی جو مثال دی وہ بالکل درست اور قرین عقل تھی اس لیے
ان کا انکار کرنا غلطی نہیں عین دانشمندی کا کارنامہ تھا۔

چونکہ حصین بن نمیر نے ثابت بن قیس نخعی سے مدینہ کے فساد کی خبر بھی سنی تھی اسواسطے
وہ مکہ سے سیدھا مدینہ گیا اور جاکر دیکھا کہ واقعی وہاں بڑی ابتری پھیلی ہوئی ہے اور بنی امیہ کے
بہت سے خون ہو چکے ہیں اور ابتری و بے انتظامی کے سبب ہر چیز گراں و نایاب ہو رہی ہے۔
حصین نے مدینہ پہنچکر سب انتظام کیا اور فتنہ کو مناسب تدبیروں سے دبا دیا۔ اس کے
بعد اس نے دمشق جانے کا ارادہ کیا تو بنی امیہ کے آدمی کہنے لگے ہمکو بھی اپنے ساتھ لے چلو
ورنہ یہاں ہماری جانوں کی خیر نہیں حصین نے اس کو منظور کیا اور چلنے کی تیاری ہونے

لگی مگر لشکر میں گھوڑوں کے لیے گھاس بالکل نہ تھی حصین خود مدینہ کے باہر نکلا اور چارہ و گھاس تلاش کرنے لگا ۔

اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان عرب اونٹ پر سوار چلا رہا ہے جس کے ساتھ گھاس اور چارہ کے اونٹ بھی ہیں حصین اس جوان کے قریب گیا اور کہا اے عرب یہ گھاس بیچ ڈال مجھے اس کی ضرورت ہے اس نے جواب دیا یہ گھاس بکری کی نہیں ہے میں سے تنکے یوں ہی بے قیمت بخش دی جائے گی حصین کو اس بے تعارف سخاوت سے تعجب ہوا اور اس نے پوچھا تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے جوان نے کہا میں علیؓ بن حسینؓ بن علیؓ ہوں اور تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے حصین نے اپنا نام بتایا تو حضرت زین العابدین کو یاد آگیا کہ واقعی یہ حصین بن نمیر ہے اور اس کو میں نے کربلا کے دن عمرو بن سعد کے لشکر میں اپنے والد ماجد سے لڑتے دیکھا تھا ۔

حصین نے کہا اے ابن علیؓ آپ نے سنا کہ یزید مر گیا اور جہان بے امام ہو گیا۔ آپ میرے ساتھ ملک شام چلیے میں آپ کو تمام اسلامی دنیا کا خلیفہ بنا دوں گا اور اس وقت میں خود اور میرے ساتھی جو گنتی میں پانچ ہزار ہیں آپ کی بیعت کریں گے آپ ہم لوگوں کو عراقیوں اور کوفیوں کی طرح بے وفا اور پر دغا نہ سمجھیے وہ سب زنانے ہیں اور ہم مردانے ہیں۔ ہم سے بے وفائی نہ ہوگی اور آپ سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح آپ کی حمایت کرتے ہیں ۔

حضرت امام زین العابدینؓ نے حصین کی تقریر سنی تو گھاس چارہ کے گٹھے اس کے آگے پھینک دیتے اور کہا لے یہ میں نے تجھ کو دیئے اور اپنے اونٹ کی مہار اٹھا کر فرمایا میں نے منت مان لی ہے اور خدا تعالیٰ سے عہد کر لیا ہے کہ کسی شخص کی بیعت قبول نہ کرونگا۔ یہ کہا اور اونٹ دوڑا کر وہاں سے تشریف لے گئے حصین دیر تک حیران کھڑا رہا کہ اللہ اکبر بنی ہاشم کیسے سخی اور بے پروا ہیں اور کیسے سیر چشم ہیں کہ میرے

استنے بڑے منصب کو ایک معمولی بات کی طرح ٹھکرا دیا اور اس طرح چلے گئے گویا ان سے کوئی بات ہی نہ تھی"

نالائق باپ لائق بیٹا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب مسلمانوں کی یہ حالت ہو جائے گی کہ وہ چالاک، مکار، اور دنیا پرست آدمیوں کو لائق و عقلمند کہیں گے۔ اور ایماندار نیک اور دیندار لوگوں کو نالائق اور بیوقوف کا خطاب دیں گے یہی حال بنی امیہ کا تھا کہ جب یزید مر گیا تو اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کو بادشاہ بنایا گیا اور ان کی بیعت تمام لوگوں نے کی معاویہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیعت لینے کے بعد منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو جب میں نے اس حکومت اسلامی پر غور کیا اور اپنی حالت کو دیکھا تو زمین آسمان کا فرق پایا۔ اس خدمت عظیم کے لیے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ جیسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اور مجھ میں ان کے پائے خاک ہونے کی لیاقت بھی نہیں ہے اس واسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوں اور سلطنت کے تاج و تخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جس کو چاہو یہ دیدو مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے یہ کہکر حضرت معاویہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ خلوت خانہ میں چلے گئے اور بنی امیہ میں ایک شور و غوغا مچ گیا اکابر و اعیان سلطنت پھر حضرت معاویہؒ کے خلوت خانہ میں گئے اور عرض کیا کہ اگر آپ خود خلافت ترک فرماتے ہیں تو کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے"

حضرت معاویہ نے جواب دیا جب میں نے اس کی مٹھاس چھوڑ دی تو اس کی تلخی کس کو دوں، جاؤ میرے پاس سے مجھے اس قصہ سے کچھ سروکار نہیں"

اس واقعہ کے بعد ہر اموی حضرت معاویہ بن یزید کو ہرگز نالائق اور بے عقل کہتا تھا گویا رسول خدا صلعم کی اس پیشین گوئی کی تصدیق کرتا تھا جس میں اہل حق و ایمان کی بابت خبر دی گئی ہے کہ لوگ ان کو نالائق و بیوقوف کہیں گے"

آخر حضرت معاویہؓ بن یزید چالیس دن تک خلوت خانہ سے نہ نکلے اور چالیسویں دن اسی حالت اعتکاف میں انھوں نے رحلت فرمائی۔

سلام اس مومن حق شناس پر جو نااہلوں میں اہل، اور عوام میں خاص اور نافرمانوں میں فرمانبردار تھا۔

ہم کو بنی اُمیہ کے قبیلہ سے کچھ عداوت نہیں ہے ہم تو انکے اعمال خبیثہ کی بُرائی کرتے ہیں، لیکن اگر ان میں سے کوئی شخص اعمال ہونیک اعمال و نیک کردار ہو تو اس کا ادب و احترام سے ذکر کریں گے۔ اور اسپر رحمت و سلام بھیجیں گے۔ جیسے بنی اُمیہ کے آفتاب و ماہتاب حضرت عثمان غنیؓ، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے جن کے آگے ہمارے سر خود بخود ادب سے جھک جاتے ہیں اور یہی دلیل ہمارے برسرِ حق ہونے کی ہے۔

مرنے کے بعد آتے ہیں رونے مزار پر

یہ کچھ عراق کی سرزمین کا اثر تھا کہ وہاں کے باشندوں میں تلون مزاجی زود اعتقادی ملعوطہ جیسی کم ہمتی بے وفائی قدرتاً پیدا ہوتی تھی۔ کوفہ اور عراق کی اکثر آبادیوں کا یہی حال تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں کوفہ اور بصرہ بطور دو زبردست چھاؤنیوں کے بسائے گئے تھے کیونکہ ایران کی فتح کے بعد اس کے دروازہ پر فوجی استحکام لازمی تھا۔ اس لیے یہاں ان قبیلوں کو آباد کیا گیا جن کی زندگی سارے عرب میں مسلم تھی۔

حضرت علیؓ کے خاندان جماعتوں کو بہت عقیدت تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کو پایہ تخت بنایا تھا۔ مگر معلوم نہیں عراق میں رہنے کے سبب ان جنگجو قبیلوں میں کیا تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ عین وقت اور موقع پر ملعوطہ کی طرح آنکھیں بدل لیتے تھے اور ایسے بیرخ ہوتے تھے گویا پہلے ان کو کچھ تعلق تھا ہی نہیں۔ جنگ صفین میں ان ہی لوگوں کے سبب خامی رہ گئی کہ جب امیر معاویہ نے قرآن شریف نیزوں پر بلند کرائے تو انھوں نے اکدم تلواریں ہاتھ سے رکھدیں اور کہا کہ ہم تو قرآن کا مقابلہ

غدر کیے۔ حضرت علیؓ نے ہر چند سمجھایا کہ یہ سب معاویہ کا مکر و فریب ہے اب لڑائی میں کچھ دم باقی نہیں رہا۔ حریف تھک گیا ہے ذرا سی ہمت کرو تو میدان مار لیا ہے۔ مگر ان بے وفاؤں نے ایک نہ سنی بلکہ گستاخانہ انداز سے بولے کہ اگر آپ نے اب تلوار اٹھائی اور لڑائی شروع کی تو ہم آپ پر حملہ کریں گے اور آپ کو قتل کر ڈالنا ثواب جانیں گے۔

خارجی فرقہ اسی عراق سے پیدا ہوا۔ حضرت علیؓ کا قاتل اسی عراق کا باشندہ تھا اور اسی کوفہ و عراق کی آبادیاں تھیں جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کو بڑے شد و مد اور خاص عقیدت سے کوفہ میں بیعت کے لیے بلایا تھا۔ مگر ابن زیاد کی ذرا سی غرفش سے بدل گئے اور اپنے امام کی نصرت و امداد تو کجا خود تلوار کھینچ کر سامنے آ گئے اور کربلا میں جو جو سفاکیاں ہوئیں ان کے بانی مبانی یہی عراقی اور کوفی تھے جن کو حب اہلبیت کا بڑا دعوے اور غرہ تھا یہی عاشقان آل پیغمبر تھے جن کی تلواروں نے امام بیکس کو اور ان کے بال بچوں کو بھوک پیاس کی تکلیفیں دیں اور عزیزوں کو نیزوں سے گن گن کر شہید کیا۔ ملک شام کا ایک آدمی بھی کربلا کی جنگ میں نہ تھا ابن زیاد کوفہ میں اکیلا آیا تھا اس نے جو کچھ کام کیا انہی جان نثاران اہل بیت کے ہاتھوں سے کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد مختار انتقام اور شہیدوں کا عوض لینے کو کھڑے ہوئے تو ان کوفیوں نے پہلے تو تھوڑی ہمدردی ظاہر کی اور بعد میں بدل گئے اور بیچارے مختار کو بھی شہید کرا دیا۔ حضرت زید کو انہی لوگوں نے ابھارا اور قتال پر آمادہ کیا مگر جب لڑائی پیش آئی تو ان کو اکیلا چھوڑ کر غائب ہو گئے اور وہ مظلوم عالم تنہائی میں خنجر ستم سے ذبح کر ڈالے گئے۔ یہاں تک کہ عباسی حکومت کے دور میں بھی ان کی بے وفائیاں مسلسل جاری رہیں۔

شیعوں پر طعن کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ بنی امیہ پر ناحق الزام لگایا جاتا ہے۔ اہل بیت پر ظلم کرنے والے تو خود شیعہ لوگ تھے جنہوں نے بنی امیہ سے بڑھ کر بے وفائیاں اور ستم کاریاں خاندان رسالت کے ساتھ کیں اور اپنے ظلموں کا الزام [illegible]

کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں "

اس میں تو شک نہیں کہ شیعان کوفہ و عراق پر یہ الزام بالکل صادق آتا ہے مگر اس سے نفس شیعیت ملزم قرار نہیں پا سکتی کیونکہ اگر کوئی مسلمان شراب پیئے یا چوری کرے تو ان گناہوں کے سبب اس کی ذات اور اسکا نفس مجرم ہوگا مذہب اسلام پر دھبہ نہیں آسکے گا۔ اسی طرح حب اہل بیت کی صداقت اہل کوفہ کے اعمال سئیہ سے قابل الزام نہیں ہو سکتی رہا یہ امر کہ بنی امیہ نے اتنا ظلم نہیں کیا جتنا شیعان کوفہ و عراق کے ہاتھوں سے ظاہر ہوا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے تلوار مارے تو وہ تلوار کو اس زخم کا الزام نہ دیگا مارنے والے کو۔ ہم تو ایک کتے کو دیکھتے ہیں کہ جب اس کے پتھر مارا جائے تو وہ پتھر مارنیوالے پر دوڑتا ہے۔ پتھر کو کچھ نہیں کہتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر تو بے اختیار تھا۔ قصور اسکا ہے جس نے پتھر کو مجھ پر پھینکا۔ مانا کہ اہل کوفہ کے ہاتھوں یہ بیدردیاں اور سفاکیاں ہوئیں۔ مگر ان کے کرانیوالے تو بنی امیہ تھے۔ حکم تو ان کی زبانیں دیتی تھیں۔ تجویزیں تو ان کے دماغ نکالتے تھے۔ لہٰذا وہی ہر گناہ کے ملزم ہیں۔ انہی پر ہر جفا کا بوجھ ہے اہل کوفہ کا قصور اتنا تھا کہ ان کے کمزور دل بنی امیہ کی کمزور پالیسی اور چالاکی سے دب جاتے تھے۔ انکے خیالات بنی امیہ کی ساحرانہ تقریروں سے آن کی آن میں آسمان سے زمین پر گر پڑتے تھے اور پھر وہ ان کے ہاتھوں کی تلواریں بنکر خود اپنے ہی وجود پر مارتے تھے اور اپنے مقتداؤں کی شان کو بھولکر گستاخیوں سے پیش آتے تھے اور یہ ان کی ذاتی خوبی۔ اور میں کہوں گا کہ عراقی زمین کی پیدا کردہ خصلت تھی اور وہ ہرگز ایسے محب اہل بیت نہ تھے جن کے دلوں کو تاثیرات محبت نے مستحکم کردیا ہو اور ان کے ارادے حقیقی شیعیت سے اتنے بلند ہو گئے ہوں کہ کسی ضرر رساں اغوا کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکے "

میں سنی ہوں اور مجھے خوش ہونا چاہیئے تھا کہ شیعوں پر ایک تاریخی چوٹ نظر آگئی اور مجھ پر لازم تھا کہ میں ان واقعات کو خوب چمکا چمکا کر لکھتا مگر دل اس سے انکار کرتا ہے

کیونکہ یہ ایک ایسی بے انصافی ہے اور ان صادق محبان اہلبیت کی توہین ہے جنکے دل سراپا شیدا اہلبیت
اگرچہ میں شیعہ مذہب کے اصول کو تسلیم نہیں کرتا لیکن خاندان رسالت کی محبت ایک
ایسی چیز ہے جس میں میری انکی شرکت ہے۔ وہ لوگ میرے اجداد کے فدائی ہیں۔ اور میں
گوارا نہیں کر سکتا کہ اپنے بزرگوں کے حلقہ بگوشوں کو کوفہ کے اشرار سے مشابہت دوں
کوفیوں کو شیعہ کہنا شیعیت کی بے حرمتی کرنا ہے ÷

القصہ واقعہ کربلا کے کچھ عرصہ بعد اہل کوفہ کے دل میں خود بخود ندامت پیدا ہوئی
اور انھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر کہا۔

ہم سے بڑا گناہ سرزد ہوا کہ پہلے تو نواسہ رسول اللہ صلعم کو دعوت دی اور بلایا
اور پھر ان کی نصرت سے دم چرا کر گھر میں بیٹھ گئے اور ان کو بے کسی میں شہید ہو جانے دیا
یہ ایسی خطا ہے جس کو خدا کبھی معاف نہ کرے گا یہ ایسا جرم ہے جس کی تلافی جان قربان
کیے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ہم پر فرض ہے کہ عملی توبہ کریں اور وہ یہی ہے کہ بنی امیہ سے خون
حسینؓ کا انتقام لیں۔ اور اس طلب خون میں اپنی جانیں صدقے کر دیں ÷

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسلمؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ابن زیاد کے
ڈر سے ہی گھروں میں پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ نہ تھے جنہوں نے میدان کربلا میں حضرت امام کا
مقابلہ کیا تھا۔ ان کی خطا صرف اتنی ہی تھی اور کسی عمل میں انھوں نے حصہ نہ لیا تھا۔

اس جماعت کا سرغنہ سلیمان بن صرد تھا۔ سلیمان کی اس تقریر سے تمام حاضرین متاثر
ہوئے اور ہر شخص نے اس کی تائید کی اور یہ قرار پایا کہ بصرہ اور کوفہ میں چپکے چپکے اس
تحریک کو بڑھانا چاہیے اور جب اتنے آدمی ہمارے ساتھ ہو جائیں جو بنی امیہ کا مقابلہ
کر سکیں اس وقت خروج کیا جائے یہ سنہ ۶۱ ہجری کا ذکر ہے چار برس یہ لوگ اندر ہی اندر
سامان کرتے رہے اور سنہ ۶۵ ہجری میں انہوں نے خروج کیا ÷

سلیمان بن صرد کے خروج کے وقت تخت دمشق پر مروان ابن الحکم کی حکومت تھی۔

حضرت معاویہ بن یزید کی رحلت کے بعد بنی امیہ نے جمع ہو کر مروان کو خلیفہ اور بادشاہ
مقرر کیا تھا اور اس میں عبید اللہ ابن زیاد کی کوشش کو بڑا دخل تھا۔ ورنہ پہلے نہ مروان
کو اپنی بادشاہی کا کچھ خیال تھا نہ قوم بنی امیہ کو۔ مگر ابن زیاد نے بہت کوشش کی اور مروان
کو بادشاہ کرا دیا۔ کیونکہ ابن زیاد واقعہ کربلا کے بعد یزید اور اس کے خاندان کا دشمن ہو گیا
تھا۔ اور اس کی خواہش تھی کہ اب اس تخت پر یزید کی اولاد میں کا کوئی شخص نہ بیٹھے۔ چنانچہ یہی ہوا
اور یزید کی اولاد ہوتے ساتے مروان کو تخت حکومت مل گیا اور یزید کی اولاد محروم رہ گئی۔
مروان نے تخت پر بیٹھتے ہی ابن زیاد کو لشکر جرار دیکر عراق کی طرف روانہ کیا کیونکہ حضرت
ابن زبیر کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ مکہ اور مدینہ ہی پر ان کی حکومت محدود نہ تھی بلکہ کوفہ بصرہ
پر بھی ان کا تسلط ہو گیا تھا اور انکے صوبہ دار وہاں مقرر تھے یمن بھی انکے قبضہ میں تھا اور ایران
خراسان میں بھی بنی امیہ کا اثر زائل ہو رہا تھا اور ابن زبیر کا شہرہ تھا۔ بنی امیہ کے پاس
صرف شام کا ملک تھا جہاں وہ بلا شرکت غیرے حکومت کرتے تھے۔ اسواسطے مروان نے
تخت پر بیٹھتے ہی ملک گیری کا انتظام کرنا شروع کیا اور پہلے عراق پر فوج بھیجی ادھر
سے ابن زیاد روانہ ہوا۔ ادھر سے سلیمان بن صرد نکلے اور ان تمام جماعتوں کو سمیٹا جنہوں نے
اس چار سال کے عرصہ میں حضرت حسینؓ کا بدلہ لینے کا عہد کیا تھا۔ شمار کرنے سے معلوم ہوا
کہ سولہ ہزار صف شکن شمشیر زن بہادر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع تھے۔

اجتماع کے بعد ان لوگوں نے کہا پہلے ہم کو مزار حضرت امام حسینؓ پر چلنا چاہیئے تاکہ
ان کی زیارت بھی کریں اور انکی روح سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی بھی چاہیں۔ چنانچہ سولہ ہزار
کا مجمع غفیر روتا پیٹتا ہوا کربلا مزار مبارک پر حاضر ہوا اور مزار کو دیکھ کر ایسا بیتاب ہوا ماتم کر دیا کہ
کوفہ تک میدان گونج گیا۔ وہاں ان لوگوں نے عہد کیا کہ جیسے کربلا کے زمانہ میں جو غفلتیں
کی تھیں اور امداد امام کے لیے گھروں سے نہ نکلے تھے اس کے عوض آج ہم سب عہد کرتے
ہیں کہ قاتلان حسینؓ سے انتقام لینے میں اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

ان کے گریہ بکا پر اردو کا یہ مصرعہ بالکل صادق آتا تھا جس کو میں نے عنوان اپنا استعمال کیا ہے کہ مرنے کے بعد آئے ہیں لاشے مزار پر آج ان کے انتقام سے کچھ حاصل نہ تھا۔ اگر یہ اپنی عراقیت اور کوفیت کی بزدلی سے متاثر نہ ہوتے اور آج کی طرح حضرت مسلم کے ساتھ سینہ سپر ہو کر لڑتے تو انتقام لینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اب انکا اٹھنا صد درجہ کی بیوقوفی تھی اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ اسوقت اگر یہ حضرت ابن زبیرؓ کے گورنر کوفہ کی مدد کرتے اور انکی افسری کے ماتحت ہو کر بنی امیہ سے لڑتے تو دشمنان بنی فاطمہ کو زک پہنچا سکتے تھے مگر انہوں نے اس عمل خیر میں بھی خود سری کی۔ اور حکمت حرب کو سوچے بغیر جوش میں بھرے ہوئے بنی امیہ کے عظیم الشان لشکر دریں سے جا کر سر ٹکرا دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کا خاتمہ ہو گیا اور خاندان رسالت کو کچھ فائدہ نہ پہنچا اور نہ دشمنان بنی فاطمہ کا کچھ زیادہ نقصان ہوا۔

پہلے ان لوگوں نے صلاح کی کہ کوفہ میں چلکر عمر بن سعد شمر ذی الجوشن اور تمام قاتلان حسینؓ علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہیئے جو کوفہ میں آرام سے بیٹھے ہیں۔ مگر پھر یہ صلاح بدل گئی اور قرار پایا کہ پہلے حکومت بنی امیہ کو سزا دینی چاہیئے اصل قصور وار اسکا ہے۔ قاتلان حسینؓ نے تو اس کے حکم سے یہ کام کیا تھا۔

چنانچہ سب نے اس پر اتفاق کیا اور دمشق کی طرف چلے اثنائے راہ میں انہوں نے سنا کہ مروان مر گیا اور اسکی جگہ اسکا بیٹا عبد الملک بن مروان تخت نشین ہوا ہے۔ اور اس نے کئی سرداروں کے ماتحت ہمارے مقابلہ کے لیے افواج روانہ کی ہیں۔ یہ بھی آگے بڑھے اور عین الوردہ پر جا کر ٹھیرے اور یہاں شامی فوجوں سے انکا آمنا سامنا ہو گیا۔

دشمن کو دیکھ کر سلیمان بن صرد نے افسروں کو جمع کیا اور یہ تقریر کی کہ دیکھو انتقام کا وقت سامنے آ گیا۔ ہمت مردانہ سے کام کرنا۔ اگر میں مارا جاؤں تو مسیب میری قائم مقامی کریں وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبد اللہ بن سعید لشکر کو سنبھالیں وہ بھی کام آ جائیں تو رفاعہ

سپہ سالاری ہاتھ میں لیں ۰

ادہر عبید اللہ ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ آگے بڑھایا اور آخر جمادی الاول ۶۵ھ میں معرکۂ قتال آراستہ ہوا ۰

حصین بن نمیر نے فوج سے باہر آکر سلیمان بن صرد کو نصیحت کی اور کہا۔ آجکل دو فرقے ہیں۔ ایک زبیری اور ایک مروانی تم تیسرے کہاں سے نکل آئے۔ نہ تمہارا کوئی امام ہے نہ تمہارا کوئی مقصود ہے۔ ہم مروانی اور زبیری تو ایک ملکی مقصد آپس کی جنگ کا رکھتے ہیں تمہارا تو کوئی مقصود ہی نہیں نہ تمہارا کوئی سر دہرا ہے نہ تمہاری پشت پر کوئی مدبر قوت ہے پھر تم کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ بہتر یہی ہے کہ اُلٹے پھر جاؤ اور اس خونریزی سے باز آؤ ۰

سلیمان بن صرد نے جواب دیا یہ نصیحت اپنی ذات کو کرو کہ ہر روز ایک نیا امام مقرر کرتے ہو اور تمہارا ہر امام باطل اور ناحق کا حامی ہوتا ہے۔ ہم بے امام نہیں ہیں ہمارا امام خاندان رسالت سے ہے اور ہم تمہارے ملکی مقصود سے زیادہ شاندار مقصد رکھتے ہیں اور وہ نبیرۂ رسول اللہ صلعم کے خون ناحق کا انتقام ہے۔ ہمیں تم سے کچھ سروکار نہیں ہے ہماری خواہش صرف اتنی ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کو ہمارے حوالہ کر دو تاکہ ہم اسکو خون حسینؓ کے عوض قتل کریں اور اپنے عبد الملک کو معزول کر دو تاکہ ہم اسکی جگہ اتفاق و اجماع عام سے اس شخص کو امام بنائیں جو نبوت کے خاندان سے ہو کیونکہ امامت کے حقدار وہی لوگ ہیں نہ کہ بنی اُمیہ حصین بن نمیر نے اسکا جواب تلوار سے دیا اور لڑائی شروع ہوگئی سلیمان بن صرد کے لشکر نے بڑی جوانمردی اور ہمت سے مقابلہ کیا اور باوجودیکہ تعداد میں دو ہزار کم تھے مگر حریف کے قدم پیچھے ہٹا دیئے۔ قریب تھا کہ دشمن لشکر پسپا ہو کہ ابن زیاد نے بیس ہزار آدمیوں کا لشکر اور بھیجا۔ اس تازہ دم فوج کے آنے سے مروانی فوج کی جرأت بڑھ گئی تاہم سلیمان بن صرد کی سپاہ کی ہمت میں فرق نہ آیا اور اس نے اسی طرح مردانہ وار مقابلہ جاری

رکھا ایک طرف ۳۴ ہزار آدمی تھے، اور ایک جانب صرف دس ہزار۔ بڑا سخت اور خونریز معرکہ ہو رہا تھا کہ یکایک سلیمان بن صرد کے سینہ پر ایک تیر لگا جس نے انکا دل پاش پاش کردیا اور وہ مقتول ہو کر گر پڑے انکے گرتے ہی مسیب نے جھنڈا سنبھالا مگر وہ ایک لمحہ میں کام آگئے تو عبداللہ بن سعد نے فوج کو ہاتھ میں لیا۔ وہ بھی مارے گئے تو رفاعہ آگے بڑھ کر فوج کو لڑانے لگے۔ مگر اس لشکر کثیر کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور باقی ماندہ آدمیوں کو لیکر بھاگ نکلے۔

جب رفاعہ فرار ہو گئے تو مروانی لشکر فتح کے شادیانے بجاتا ہوا اپنی قیامگاہ پر واپس ہوا۔ یہ تھا قصہ اس جماعت کا جس نے بے اصول جنگ کر کے اپنی جانیں مفت میں کھودیں۔ مگر یہ بربادی اور شکست نہیں کہی جا سکتی یہ قدرت کا ایک انتقام تھا وہ ان لوگوں کو سزا دینی چاہتی تھی جنہوں نے امام برحق کا ساتھ چھوڑ دیا اور انکی بیکسی کو آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سے سنتے رہتے تھے اور باوجود وعدہ و نصرت کے مدد کرنیکے لیے گھر سے نہ نکلے تھے۔

اختیار بدست مختار

اور اس کے ہاتھ سے

قاتلانِ حسینؑ فی النّار

عبیدہ بن مسعود ثقفی کے فرزند مختار نامی نے کوفہ میں بیان کیا کہ مجھکو حضرت محمد حنفیہؓ برادر حضرت امام حسینؓ نے مامور فرمایا ہے کہ میں حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں سے خون کا بدلہ لوں اہل محبان اہلبیت کو میرا ساتھ دینا چاہیئے کوفہ کے ہنگامہ پسند لوگ مختار کے گرد جمع ہونے لگے تو عبداللہ ابن مطیع حاکم کوفہ کو اس کی اطلاع دی گئی جو حضرت ابن زبیرؓ

کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے مختار کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈالدیا اور جس زمانہ
میں سلیمان بن صرد کا واقعہ ہوا مختار قید میں تھے انہوں نے رفاعہ کو پیام بھیجا جبکہ وہ ابن زیاد
کے سامنے سے بھاگ کر کوفہ میں آئے تھے کہ گھبراتا نہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ میں تمہارے
ساتھ ہو کر خون حسینؓ کا بدلہ لونگا۔ رفاعہ نے پیغام سنا تو اس کی ہمت کو سہارا ہوا اور کوفہ کے
دیگر محبان اہل بیت نے باہم مشورہ کیا کہ مختار کو قید خانہ سے رہائی دلانی چاہیئے۔ مگر ایک
فریق نے کہا کہ ہمیں کیا خبر کہ مختار واقعی حضرت محمد حنفیہ کا فرستادہ ہے کیونکہ یہ محض اسکا
ذاتی بیان ہے کوئی ثبوت و شہادت اسپر نہیں ہے آؤ چلو ہم مدینہ میں چلکر خود حضرت حنفیہ سے
دریافت کریں۔ اگر واقعی مختار ان کا مامور ہے تو ہم سب پر اس کی نصرت واجب ہوگی۔
چنانچہ یہ جماعت تحقیق حال کے لیے مدینہ روانہ ہوگئی۔ مختار کو قید خانہ میں یہ خبر پہنچی تو وہ بہت
گھبرائے کیونکہ انہوں نے تو یونہی جھوٹ موٹ یہ بات کہدی تھی اور چاہتے تھے کہ اسطرح
اپنا رسوخ قائم کر کے خون حسینؓ کا عوض لینا چاہتے تھے +

مگر حضرت محمد حنفیہ نے بڑی عقلمندی کا جواب دیا جسوقت ان سے مختار کی بابت
سوال کیا گیا تو انہوں نے مختار کی ماموری و عدم ماموری کی نسبت تو کچھ نہ فرمایا صرف
اتنا کہدیا کہ حسینؓ کے خون کا بدلہ لینا ہر شخص پر واجب ہے۔ یہ جواب سنکر اہل کوفہ
سمجھے کہ مختار سچا ہے۔ حضرت بمصلحت حکومت کے سبب صاف صاف نہیں فرماتے
اس واسطے یہ فریق کوفہ میں آئے اور انہوں نے کہا کہ مختار کا کہنا بالکل سچ ہے
حضرت محمد حنفیہ نے ہی ان کو مامور فرمایا ہے +

اب تو اہل کوفہ کے خیالات میں جوش پیدا ہوا اور وہ مختار کی امداد پر کمربستہ ہوگئے مختار
نے سنا کہ حضرت محمد حنفیہ نے انکی ماموری کی تکذیب نہیں کی تو وہ بہت خوش ہوئے
اور انہوں نے خلوص قلب سے عہد کیا کہ اب میں صداقت کے ساتھ اس خاندان کی مدد کرونگا
القصہ ایک مقتدر جماعت اہل کوفہ نے کوشش کر کے مختار کو قید خانہ سے نکال لیا۔

اور حاکم کوفہ سے خوب لڑائی ہوئی۔ جس میں حاکم نے شکست کھائی اور مختار کا کوفہ پر قبضہ ہو گیا اور عبداللہ بن مطیع گورنر کوفہ ابن زبیرؓ کے پاس مکہ معظمہ بھاگ کر چلے گئے۔

اب مختار نے باضابطہ امامت محمدؐ حنیفہ کی نیابت میں خلقت سے بیعت لی اور صوبہ پر اپنا ملکی قوت اور تسلط جما لیا۔ نیز اطراف کے صوبجات میں اپنے امرا بھیجکر رفتہ رفتہ ان کو بھی تحت حکومت لے آیا اور اپنا نام خلیفۃ المہدی مقرر کیا۔

عبیداللہ ابن زیاد راستہ میں ابن زبیرؓ کے طرفدار قبیلوں کی جنگ میں اُلجھا ہوا تھا کہ یکایک اسکو خبر ملی کہ مختار نے ملک لے لیا اور اب اس کی واپسی آسان نہیں ہے ابن زیاد بہت لڑا۔ مگر ایک سال تک حامیان زبیرؓ نے اس کو آگے بڑھنے کا راستہ نہ دیا۔ اس عرصہ میں مختار نے خوب قوت حاصل کر لی اور خود ابن زیاد پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوا۔ اور تین ہزار آدمیوں کا ایک لشکر یزید ابن انس کی سپہ داری میں ابن زیاد پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

یزید بن انس سخت بیمار تھے مگر اسی حالت میں انھوں نے کوچ کیا اور موصل پر جاکر لشکر ابن زیاد سے مقابلہ ہوا۔

ابن زیاد نے چھ ہزار آدمی کا ایک دستہ ربیعہ کی افسری میں مقابلہ پر بھیجا مگر یزید بن انس کے لشکر نے اپنے سے دوگنے آدمیوں کو شکست فاش دی اور شامی فوج کے آدمی بکثرت مارے گئے اور تین سو گرفتار ہوئے۔ جب شامی سپاہ بھاگ گئی تو یزید کے سامنے قیدی پیش کیے گئے یزید پر اسوقت سکرات کا عالم طاری تھا اور جس بیماری میں وہ گھر سے چلے تھے اس نے یہاں آکر انکا خاتمہ کر دیا تھا اور شام کو وہ زفار کی نسبت کہہ چکے تھے کہ میرے مرنے کے بعد زفار لشکر کے سردار بنائے جائیں۔

جس وقت قیدی ان کے سامنے آئے دم سینہ میں آ چکا تھا مگر ہمت اور فرض شناسی کا یہ حال تھا کہ اسوقت بھی کام نہ چھوڑا منہ سے تو کچھ بول نہ سکے ہاتھ کو گردن پر پھیر کر اشارہ

کیا کہ ان سب قیدیوں کو قتل کر ڈالو۔ یہ اشارہ کرنے کے انتقال کر گئے اور نوفار نے انکے حکم کے بموجب ان تین سو شامیوں کو اسی وقت قتل کرا دیا اور یہ سب واقعات مختار کو لکھے اور تحریر کیا کہ ابن زیاد کا لشکر بہت زیادہ ہے ہمارے پاس جلدی مدد آنی چاہئے ورنہ مقابلہ دشوار ہوگا۔

مختار نے یہ خبر سنی تو بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرا لشکر سات ہزار آدمیوں کا ابراہیم بن مالک بن اشتر کی افسری میں روانہ کیا مگر ابھی یہ لشکر کوفہ سے ایک منزل بھی آگے نہ بڑھا ہوگا کہ کوفہ کی مشہور غداری رنگ لائی اور عادت قدیم نے عود کیا یعنی مختار کے خلاف بغاوت برپا ہوگئی۔ ان لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ یزید بن انس ابن زیاد کے ہاتھ سے مارے گئے اور دوسرا لشکر انتقام کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ بس اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ منگا مہ پسند مفسد کھڑے ہوگئے اور مختار کے خلاف شورش مچا دی اور کہا کہ ہم دو زبردست دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک طرف بنی امیہ چڑھے چلے آتے ہیں دوسری طرف ابن زبیرؓ انتقام پر کمربستہ ہیں۔ ایسی حالت میں مختار جیسے کمزور آدمی کی بیعت قائم نہیں رکھ سکتے ایک اور مضبوط آدمی کو اپنا امام بنائیں گے۔

مختار نے یہ ترکیب کی کہ ایک طرف تو ایک سانڈنی سوار ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس دوڑایا کہ فوج لیکر جلدی واپس چلے آؤ۔ اور دوسری طرف ان باغی کوفیوں سے کہنا شروع کیا کہ ہاں اچھی بات ہے تم کوئی دوسرا شخص منتخب کر دو میں خوشی سے اسکی بیعت کر لوں گا۔ مجھے عام رائے سے ہرگز اختلاف نہیں ہے میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کوفی مختار کے اس نرم جواب سے ٹھنڈے ہو گئے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ مختار ہمارے بس میں ہے ہم مختار کے بس میں نہیں ہیں کہ یکایک ابراہیم بن مالک اشتر کی فوج پلٹ کر آن پہنچی اور انہوں نے تلواریں لیکر قتل عام شروع کر دیا اور تھوڑی دیر میں سارا فتنہ دب گیا۔ اور جو کوفی خوب کوفی جب ایک ہزار سات سو کی تعداد میں قتل ہو چکے تو باقی جو ترکرتا ابعدار بن گئے۔

طبری نے لکھا ہے کہ اس خونریزی میں ۱۱ آدمی تو وہ مارے گئے جو کربلا کے دن یزید کے لشکر میں شریک تھے اور جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی اور اب کوفہ میں آرام بیٹھے مزے کرتے تھے اور یہ بغاوت انہی بدذاتوں کی شرارت سے برپا ہوئی تھی ۔

قاتلانِ حسینؓ کی اجل

جب بغاوت فرو ہو گئی تو ایک شخص نے مختار سے کہا کہ آپ خون حسینؓ کا انتقام لینے کے لیے ابن زیاد سے لڑنا چاہتے ہیں مگر وہ تو صرف ایک آدمی ہے اس سے آپ جب چاہیں گے بدلہ لے لیں گے۔ ضرورت اس کی ہے کہ ان خاص قتل کرنے والوں سے بدلہ لیجئے جنہوں نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام کو قتل کیا یا ان کے سامنے تلوار کھینچکر کھڑے ہو گئے۔ چار ہزار آدمی کربلا کے دن والے اسی کوفہ میں موجود ہیں جن کو آپ نے اپنی پناہ میں رکھ چھوڑا ہے پہلے تو انکا قتل واجب ہے اس کے بعد ابن زیاد کو دیکھئے گا۔ ان چار ہزار میں عمرو بن سعد بھی ہے شمر بن ذی الجوشن بھی ہے خولی بن یزید بھی ہے ۔

مختار نے کہا سچ کہتے ہو میں پہلے انہی بدبختوں کا علاج کرتا ہوں چنانچہ مختار نے اپنے غلام کو بھیجکر شمر کو بلایا۔ اور جب وہ سامنے آیا تو اسی وقت عمرو بن سعد بھی مختار کے سلام کو آیا۔

مختار نے ان دونوں کو دیکھا تو کہا کیا تم ہی دونوں شمر و عمرو بن سعد ہو۔ کیا تمہارے ہی حکم سے آل رسول اللہ صلعم کے پیاسے گلوں پر خنجر چلائے گئے تھے کیوں عمرو بن سعد بتا کہ تو نے اسوقت ایمان اور عاقبت کا کچھ خیال نہ کیا اور بتا کہ تجھکو اس کے عوض کتنی دنیا ملی اور کیوں شمر تو نے ہی بنت رسول اللہ صلعم کے فرزند کو سامنے کھڑے ہو کر ذبح کرایا تھا تجھکو شرم نہ آئی کہ جنکا تو کلمہ پڑھتا ہے یہ ان کے نواسہ ہیں ۔

شمر و عمرو بن سعد کانپنے لگے اور شرم سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اسوقت مختار نے حکم دیا باندھ لو ان ملعونوں کو اور میرے سامنے اس طرح بکرے کی طرح ذبح کرو اور خنجر سے حلال کر ڈالو

جاؤ دورں۔ بنے ایسا ہی کیا شمر و عمرو بن سعد عاجزی کرنے لگے کہ ہم بیقصور ہیں ابن زیاد نے ہمکو اس کا حکم دیا تھا۔ مختار نے کہا اچھا گھبراؤ نہیں ابن زیاد کو بھی تمہارے پاس جلد بھیجتا ہوں وہاں اُس سے شکایت کر لینا کہ ہم نے تیرے سبب جان گنوائی۔ یہ کہکر جلاد کو اشارہ کیا اور اس نے دونوں کو ذبح کر دیا +

خلقت سکتے کے عالم میں خاموش کھڑی تماشا دیکھتی تھی اور کوفہ کے یہ دونوں نامی سردار خاک و خون میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہے تھے کسی کی مجال نہ تھی جو ان کی سفارش میں ایک لفظ منہ سے نکالتا +

ان کے قتل کے بعد مختار نے حکم دیا اور جو جو لوگ قتل حسینؑ میں شریک تھے ان کو گرفتار کر کے لاؤ جس نے ان کو شہید کیا۔ جس نے ان کا کرتہ اُتارا جس نے ان پر گھوڑا دوڑایا جس نے حضرت علی اکبر کو شہید کیا جس نے حضرت علی اصغر کو شہید کیا۔ اور جو لوگ خیمہ کی لوٹ و غارت میں شریک ہوئے ان سب کے نام لکھو اور میرے سامنے پیش کرو اور پھر ایک ایک کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ +

اس حکم پر فوراً عمل کیا گیا اور یہ جفاکار لوگ بندھے بندھے آنے لگے جو آتا تھا تیغ جلاد کے حوالہ ہوتا تھا +

اتنے میں کوئی شخص خولی بن یزید کو پکڑ کر لایا۔ یہ وہ شخص تھا جو حضرت امام کا سر مبارک نیزہ پر اُٹھا کر ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا +

مختار نے اسکو دیکھا تو آگ بگولا ہو کر بولے لیجاؤ اس ملعون کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اور میری سرائے کے سامنے ڈالدو تاکہ خلقت دیکھے کہ ابن رسول اللہ صلعم کے سر کو تشہیر کرنے والے کی یہ تشہیر و رسوائی ہے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور خولی ہاتھ پاؤں کٹنے کے بعد تڑپ تڑپ کر مر گیا +

غرض اس طرح صدہا یزیدی کو فی فی النار ہوئے اور کچھ لوگوں نے یہ خبر سنی تو وہ

بھاگ کر بصرہ چلے گئے اور مختار کے ہاتھ نہ آئے مگر زیادہ حصہ شریروں کا تیغ مختار کا شکار ہو گیا +

آج انھوں نے اپنی بے کسی کے قتل میں دیکھ لیا کہ لاچاری کا مرنا کیسا ہوتا ہے آج ان کو معلوم ہو گیا کہ دُنیا کی خاطر عاقبت کو بھلا دینے میں کچھ مزا نہیں آج جب ان کے گلے پر خنجر چل رہا تھا کسی شامی نے کسی کوفی نے ان کی مدد نہ کی۔ آج نہ ابن زیاد انکی مدد کو آیا نہ یزید نے کوئی حمایتی بھیجا +

آج وہ مکافات کے شکنجہ میں کسے ہوئے دم توڑ رہے ہیں۔ آج ان کو نظر آیا کہ جس دن کی مقتول مظلوم نے خبر دی تھی وہ یہی ہے +

دُنیا میں کوئی بدی عوض سے خالی نہیں ہے جیسے کہ کوئی نیکی ناکام نہیں رہتی من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ جو ایک ذرہ کی برابر نیکی کرتا ہے اسکا بدلہ پاتا ہے اور جو ایک ذرہ کی برابر بُرائی کرتا ہے وہ بھی اسکا عوض حاصل کرتا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے صبر و حق کی قربان گاہ میں نیکی کی نیت سے اپنا سر دیا۔ دُنیا و دین میں خدا نے یہ نیکی ثمردار کر کے دکھا دی +

اور قاتلان حسینؓ نے جو بدی کی اسکا ثمرہ بھی ان کو مل گیا کہ آج ہلاک کیے گئے دوزخ میں ڈالے گئے۔ اور قیامت تک کے واسطے بدنامی و رسوائی کا داغ چہرہ پر لگ گیا +

ابن زیاد کی باری

کوفہ کا فتنہ دب چکا قاتلان حسینؓ چن چن کر فی النار کیے جا چکے تو اب مختار کو ابن زیاد کا خیال آیا اور انھوں نے ابراہیم بن مالک اشتر سے کہا تم کو میں نے عذر کوفہ کے سبب واپس بلا لیا تھا اب تم جلدی موصل جاؤ۔ اور اپنے ان بھائیوں کی مدد کرو جو ابن زیاد کے مقابلہ میں لڑ رہے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد دشمن سے بہت کم ہے اگرچہ انہوں نے حریف کو ایک

شکست دیدی ہے۔ اور ان کی ہمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی تائید سے بلند کر دی ہیں تاہم اندیشہ ہے کہ شام کے لشکر کثیر کے سامنے یہ تھوڑی فوج سراسیمہ نہ ہو جائے اسواسطے تم کو ایک ایسی یلغار کرنی چاہیے کہ جلد سے جلد موصل پہنچ سکو قیام و آرام کا خیال نہ کرنا۔ اونٹنیاں اور گھوڑے دوڑاتے ہوئے جانا جسقدر دیر غدر کوفہ کے سبب یہاں ہو گئی ہے وہ تمہاری تیز رفتاری سے پوری ہونی چاہیئے ؛

ابراہیم بن مالک اشتر نے فوراً کمر باندھی اور سپاہ بھی ہتیار اٹھاکر چلنے کو تیار ہوئی اُس وقت مختار نے کہا شرط اللہ کو ساتھ لیتے جاؤ کہ خدا اس کی برکت سے تم کو فتحیاب کرے گا اُسیطرح بنی اسرائیل تابوت سکینہ کو لڑائی میں ساتھ رکھتے تھے اور خدا اس کی برکت سے ان کو مظفر و منصور کرتا تھا اسی طرح یہ شرط اللہ ہے اور اس کی غیبی برکتیں ہیں یہ وہ چیز ہے کہ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوگی تو تمہارا ایک آدمی دشمن کے ہزار آدمیوں کو شکست دیدے گا۔

ابراہیم نے اس کو قبول کیا اور شرط اللہ نہایت دھوم دھام سے اُٹھائی گئی جس وقت اسکو لشکر کے آگے لوگ اُٹھاکر کھڑے ہوئے۔ ہزاروں آدمیوں نے زور زور سے تکبیر پڑھنی شروع کیں اور نصرت اللہ و فتح قریب کے نعرے لگائے گئے۔ اسوقت ایسا جوش تھا جس کی نظیر کوفہ میں پہلے کبھی نہ پائی گئی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سات ہزار آدمیوں کی فوج نہیں ہے بلکہ سات لاکھ آدمی جمع ہیں اور یہ تمام دُنیا کو فتح کریں گے۔ اہل شہر اور اہل فوج جوق جوق آگے بڑھتے تھے اور شرط اللہ کو بوسے دیتے تھے اور نعرہ نصر من اللہ و فتح قریب کے نعرے مارتے تھے ؛

شرط اللہ کیا چیز تھی

حضرت علیؓ کے ایک صاحبزادے طفیل کے پاس حضرت علیؓ کی ایک کرسی تھی جس پر حضرت اجلاس فرماکر عدالت کیا کرتے تھے۔ شہادت کے بعد یہ کرسی طفیل کے حصہ میں آئی اور مختار نے اپنے عروج کے زمانہ میں طفیل کو بیش بہا نذرانہ دیکر یہ کرسی ان سے لے لی

اور اس کو ایک شاندار صندوق میں رکھ کر چاندی کا قفل اس پر لگایا اور پھر یہ صندوق جامع مسجد میں رکھ دیا گیا۔ جس دن صندوق مسجد میں رکھا گیا۔ مختار نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا:-

جس طرح کل مسلمانوں کا مقام ابراہیم اور بنی اسرائیل کا تابوت سکینہ ہے اسی طرح شیعوں کے واسطے یہ کرسی شرطۃ اللہ ہے۔ اب شیعوں کا تمام دنیا میں بول بالا رہے گا اب کسی کی جرأت نہ ہو سکے گی جو وہ ہم غلامان آل پیغمبر کو نظر عداوت سے دیکھے کیونکہ فتح و نصرت کے فرشتے اس کرسی کے ساتھ ہیں جس لشکر کے ساتھ یہ ہو گی وہ اپنے سے ہزار گنے زیادہ لشکر پر غالب آئے گا یہ اسد اللہ الغالبؑ کا نشان ہے جو ساری دنیا کے دشمنوں کو مغلوب کرے گا۔ یہ شرطۃ اللہ ہے آؤ اس کی برکات سے بہرہ اندوز ہوں۔

یہ کہہ کر مختار آگے بڑھے اور انہوں نے کرسی کے تابوت پر ہاتھ پھیر کر چہرہ پر ملے اور پھر نہایت ادب و خشوع سے تابوت کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد تمام امرا علما اور باشندگان شہر دوڑ دوڑ کر اس تابوت کو چومنے لگے پھر تو یہ قاعدہ ہو گیا کہ جب نماز ہو چکتی خلقت اس تابوت کو چومتی اور اس کے وسیلہ سے اپنی مرادیں اور حاجتیں خدا سے مانگتی۔ جمعہ کے دن تابوت پر زیادہ ہجوم ہوتا تھا۔

القصہ ابراہیم بن مالک اشتر شرطۃ اللہ کو ساتھ لیکر کوفہ سے اٹھے اور ایک ہی یلغار میں حدود موصل کے اندر داخل ہو گئے ابن زیاد کا سپہ دار عمرو بن سلمی ابراہیم بن مالک کا پرانا دوست تھا رات کو پوشیدہ ابراہیم کے پاس آیا اور عہد کیا کہ کل لڑائی کے وقت فوج لیکر تمہارے ساتھ آن ملوں گا۔ ابراہیم کی اس وعدہ سے ہمت بلند ہو گئی مگر بنی امیہ کے کسی امیر نے وعدہ اور عہد پورا کیا تھا جو عمرو بن سلمی پورا کرتا صبح کو لڑائی شروع ہوئی تو ابراہیم راہ دیکھتے رہے کہ عمرو اب آتا ہے۔ اب آتا ہے۔ آخر مایوس ہو گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ عمرو کا لشکر بڑی سرفروشی سے حملہ کر رہا ہے تو ابراہیم نے بھی شرطۃ اللہ کو آگے بڑھایا

اور ایک ایسا پُر زور حملہ کیا کہ شامیوں کے ہوش بگاڑ دیے اور ان کے قدم میدان سے اُکھڑ گئے۔ ابن زیاد صفوں کی پشت پر اپنے خیمہ میں تھا اُس نے سُنا تلوار میان سے کھینچکر میدان میں آیا اور بھگوڑوں کو پکارنے لگا ؛

میں ہوں عبداللہ ابن زیاد تم کہاں جاتے ہو دشمن کی تعداد بہت تھوڑی ہے ہمت نہ ہارو میرے ساتھ آؤ۔ اور بڑھو کہ ابھی ان کوفیوں کو تہ تیغ کیے دیتا ہوں ؛

ابن زیاد کی تقریر سے شامی پھر جمع ہونے لگے اور انھوں نے یکبارگی ایک جوش و خروش کا حملہ کوفیوں پر کیا ؛

کوفی بھی ہمت کر کے آگے بڑھے شرط اللہ کو آگے بڑھایا اور نعرہ لگا کر تلوار چلانی شروع کی۔ اس وقت بڑی گھمسان کی لڑائی تھی۔ ہر فوج دوسری فوج کو کچل ڈالنا چاہتی تھی۔ کوفی تعداد میں تھوڑے سے تھے مگر شرط اللہ کو دیکھکر جوش میں آتے تھے اور دیوانوں کی طرح دشمن پر چڑھے پڑتے تھے ؛

وقت آچکا تھا ابن زیاد کی زندگی کا پیالہ لبریز ہوگیا تھا اس نے تدبیر اور کوشش میں تو کسر نہ کی مگر مشیت و تقدیر کے نوشتہ سے لاچار تھا۔ کربلا کا خون سر پر بول رہا تھا۔ اس نے ابن زیاد کی تدبیروں کو پلٹ دیا اور کوئی جنگی چال کام نہ آسکی۔ حالانکہ ابراہیم بن مالک اشتر کی فوج کا میمنہ شامی دستوں نے چیر ڈالا تھا۔ اور اس رُخ کے کوفی بے تحاشا بھاگ نکلے تھے مگر یکایک قدرت نے پاسہ بدلا اور ایک کوفی سوار ابن زیاد کے سامنے پڑ گیا یہ سوار ابن زیاد سے خوب واقف تھا کیونکہ حکومت کوفہ کے زمانہ میں اس کو بارہا دیکھا تھا جوں ہی آمنا سامنا ہوا کوفی نے ایک برچھا ابن زیاد کے سینہ پر مارا جس سے وہ گھوڑے کی پشت پر اُلٹا جُھک گیا شامی دوڑے اور انھوں نے چاہا کہ ابن زیاد کو سنبھالیں اور قاتل سے بدلہ لیں مگر کسی کو کوفی سوار نے فرصت نہ دی اور ایک دوسرا بھرپور ہاتھ تلوار کا بھی ابن زیاد کے کندھے پر مارا جو سینہ اور جگر کو کاٹتا ہوا دوسری طرف نکل آیا اور ابن زیاد آہ کہتا ہوا [illegible] گر پڑا

ابن زیاد کو مرتے ہوئے دیکھ کر شامی فوج کے اوسان جاتے رہے اور اس نے ہراساں تتر بتر ہوکر بھاگنا شروع کیا۔ اسوقت ابراہیم بن مالک نے حکم دیا کہ جو سامنے آئے مار ڈالو اور کسی شامی پر رحم نہ کرو۔ اس کے بعد ابن زیاد کا سر کاٹ کر کوفہ میں مختار کے پاس بھیجا گیا اور ابراہیم بھی مظفر و منصور ہوکر آہستہ آہستہ کوفہ کی طرف واپس ہوا *

یہاں کوفہ میں تین دن پہلے مختار نے کہدیا تھا کہ ہمارے لشکر نے فتح پائی ابن زیاد مارا گیا اور اسکا سر عنقریب کوفہ میں لایا جائے گا۔ اسپر کوفہ کے باشندوں نے مختار کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور بولے رسول خدا صلعم کے بعد آجتک کسی نے علم غیب کا دعویٰ نہ کیا تھا تجھے کیونکر معلوم ہوگیا کہ ابن زیاد مارا گیا اور اسکا سر لایا جارہا ہے لیکن جب واقعی کوفہ میں سر لایا گیا تو خلقت مختار کی پیشین گوئی کی تکمیل دیکھ کر حیران رہ گئی *

مختار اسی مقام پر بیٹھے تھے جہاں ابن زیاد اپنی حکومت کے زمانہ میں بیٹھا کرتا تھا اور انہوں نے ابن زیاد کے سر کو بھی اسی مقام پر رکھوایا جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد کے آگے رکھا گیا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔

اے لوگو! خدا کی گرفت سے ڈرو اور ظالموں کا یہ انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ یہ ابن زیاد کا سر ہے جو یزید بن معاویہ کا بھائی تھا اور جس کو اپنی عقل۔ اپنی تدابیر اور اپنی قوت پر بہت گھمنڈ تھا جو خدا کی نصرت کا خیال دل میں نہ لاتا تھا اور بنی امیہ کی عظیم الشان سلطنت کے مادی ساز و سامان پر اس کو تکبر و بھروسہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا ہمارے پاس بڑا ملک ہے ہمارے پاس لاانتہا دولت ہے۔ ہمارے بیشمار مددگار ہیں جن کے سامنے کوئی تلوار اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتا اسواسطے ہم ہمیشہ قایم رہیں گے اور ہماری حکمرانی کو کبھی زوال نہ ہوگا *

دیکھو بنی امیہ کے اور دربار یزید کے سب سے بڑے نامور امیر اور سب سے زیادہ باتدبیر جنگجو سپہ سالار کا یہ سر ہے۔ جسکو ہم بے پناہ اور ناچیز بندگان خدا نے محض اس مظلوم نواز پروردگار کی مدد سے کاٹ ڈالا تم سب گواہ رہو ہم خدا کے فضل کا اقرار کرتے ہیں۔ اس نے ہم کو

یہ فتح دی ہے۔ ورنہ ہماری بساط اتنے بڑے کام کرنے کی نہ تھی کیونکہ نہ ہمارے پاس بڑا ملک ہے نہ ہمارے پاس بنی اُمیہ کے سے خزانے ہیں۔ نہ وہ کثیر التعداد لشکر ہیں جنکی دہاک نے بنی اُمیہ کا غلغلہ روئے زمین پر مچا رکھا ہے مگر ہمارے پاس حق ہے صداقت ہے۔ اور مظلوم خون کی حمایت ہے۔

دیکھو خدا نے ہم کو سُرخ رو فرمایا۔ ہم نے ان سب دشمنوں سے بدلا لے لیا۔ جو اس کوفہ کے باہر کربلا کے میدان میں سید مظلوم امام حسینؓ سے لڑے تھے اور انکو بیگناہ شہید کیا تھا۔ کچھ دن پہلے ہمنے شمر و عمر و سعد خولی اور تمام قاتلان حسینؓ کو فی النار کیا تھا۔ مگر یہ سب سے بڑا موذی جو کربلا کے ہر قتل و غارت کا ذمہ وار تھا باقی رہ گیا تھا۔ اور ہمارے دل اس سے انتقام لینے کے لیے بیچین ہو رہے تھے۔ لیکن اسکی قوت و عظمت کو دیکھکر ہمیں اندیشہ ہوتا تھا کہ ہم ضعیف و ناتوان لوگ شاید ہی اسپر قابو حاصل کرسکیں۔ مگر آج خدا نے دکھا دیا کہ جس کام کا ارادہ خلوص نیت اور سچائی سے کیا جائے خدا اس میں مدد کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہم پر نوازش فرمائی اور ابن زیاد کو ہمارے کمزور ہاتھوں سے قتل کرا دیا +

ابن زیاد کے سر سے مخاطب ہوکر کہا:۔

اے عقل و خرد کے خزانے آج تو کہاں ہے۔ کاش تجھ میں خدا حس پیدا کردے اور تو دیکھے کہ جہاں تو نے ابن رسول اللہ صلعم کا سر اپنے سامنے رکھوایا تھا وہیں خاص اسی جگہ تو دنیا ہی خون میں لتھڑا ہوا رکھا ہے۔ تیری مست پر وہ نا چیز بندہ الٰہی بیٹھا ہے کہ اگر تو زندہ ہوتا تو کبھی اس مقام تک اسکو نہ آنے دیتا۔ خدا جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جس پر (نظر کرم ہوتی ہے) وہ ملک اس کو دیدیتا ہے۔ وہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

مختار کی اس تقریر سے عبرت و خوف کی ایک تصویر کھنچ گئی اور ہر شخص کے دل پر بے ثباتی دنیا کا نقشہ جم گیا +

اس کے بعد مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو موصل اور اس کے اطراف کا تمام علاقہ

دیدیا اور خود عراق کے انتظام میں مصروف ہوا +

مکہ میں ایک علوی کی اسیری

مختار کے عروج اور فتح یابیوں کی خبریں مشہور ہوئیں تو حضرت ابن زبیرؓ کو اس سے کھٹکہ ہوا اور انہوں نے اسکا تدارک کرنا چاہا اس کے علاوہ جب سے مختار نے ان کے حاکم کو کوفہ سے جبراً مار کر نکالدیا تھا وہ برابر تدبیریں کر رہے تھے کہ کسی طرح مختار کا قلع قمع کرنا چاہیے مگر ان کو ایک طرف تو ایران میں اثر پھیلانے اور حکومت جمانیکا بڑا کام درپیش تھا جس میں انکی مصروفیت نے بہت بڑا نتیجہ حاصل کیا تھا اور انکا اقتدار ایک حد تک تمام ایران پر قایم ہو گیا تھا دوسرے وہ بنی امیہ کے دفاعی فکر میں رات دن لگے رہتے تھے اسواسطے مختار پر انکی پوری توجہ نہو سکتی تھی +

لیکن ایک تدبیر ان کے ذہن میں ایسی آئی جس سے گھر بیٹھے مختار کا فتنہ فرو ہو سکتا تھا۔ اگر وہ چل جاتی۔ اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے حضرت محمدؐ حنیفہؓ کو قید کر لینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خود مختار کی ہستی انکے اشارہ سے قایم ہوئی ہے جب میں انکو قتل یا قید کر دونگا تو مختار کا جتھا خود ٹوٹ جائیگا اور اگر محمدؐ حنیفہؓ نے میری بیعت کر لی تب تو بآسانی مختار پر میرا تسلط ہو سکتا ہے

چنانچہ جب حج کا موسم آیا اور حضرت محمدؐ حنیفہ مدینہ سے مکہ حج کرنے کو تشریف لائے تو ابن زبیرؓ ان سے کہا کہ یا تو میری بیعت کیجئے تاکہ اس کے عوض میں آپ کو کسی صوبہ کی حکومت دیدوں ورنہ یہ تلوار ہے اور آپ ہیں۔ حضرت محمدؐ حنیفہ نے بیعت سے انکار کیا اس پر ابن زبیرؓ نے ان کو اور سب بال بچوں کو قید خانہ میں ڈالدیا اور پہرے لگا دیے۔ دوسرے دن پھر بلایا اور کہا یا تو بیعت کرو ورنہ میں قتل کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت محمدؐ حنیفہ نے جواب دیا ایک سال کی مہلت دو تاکہ میں اس مسئلہ پر غور کر لوں۔ ابن زبیرؓ بولے ایک ساعت کی بھی مہلت نہ دونگا۔ اس پر محمدؐ حنیفہ نے کہا۔

سبحان اللہ کیا خدا کی شان ہے۔ جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلعم نے صفوان کو

ایک سال کی مہلت دیدی حالانکہ اسوقت وہ کافر اور حضور کا دشمن تھا اور میں مسلمان ہوں اور
علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں مجکو مہلت دینے میں تمکو اسقدر بخل ہے۔ یہ سُنکر ابن زبیرؓ کے ساتھیوں
نے کہا۔ اچھی بات ہے آپ انکو دو ماہ کی مہلت دیدیجئے۔ ابن زبیرؓ نے جواب دیا اچھا تم کو
مہلت ہے۔ مگر تم میری قید میں اسوقت تک رہوگے جب تک کہ مہلت کا زمانہ ختم ہو۔
چنانچہ محمد حنیفہ ایک بروست پہرہ میں نظر بند کردئے گئے۔ وہ بھی اور ان کے بال بچے بھی۔
محمد حنیفہ نے چپکے چپکے ایک خط مختار کو لکھا اور وہ ایک ہزار آدمیوں کو لیکر چپ چاپ
کوفہ سے دوڑا اور مکہ میں ایسا ناگہانی آیا کہ کسی فرد و بشر کو اس کی آمد کا حال معلوم نہ ہوا
یہانتک کہ جب مختار نے قید خانہ کے پاس تلواریں کھینچیں اور پہرہ داروں کو قتل کرنا
شروع کیا اسوقت خبر ہوئی۔ مگر جب تک کہ ابن زبیرؓ مختار سے مقابلہ کرنیکا سامان کریں
اسوقت تک مختار نے اپنا کام کرلیا قیدیوں کو آزاد کرکے ساتھ لیا اور بھاگ بھاگ
مکہ سے نکل گیا۔ ابن زبیرؓ کے سواروں نے ہر چند پیچھا کیا مگر مختار کی دوڑ کو وہ لوگ نہ
پہنچ سکے اور مختار حضرت محمد حنیفہ کو مدینہ پہنچا کر پھر کوفہ چلا گیا۔

اب تو ابن زبیرؓ کو مختار کی طرف سے پورا خطرہ ہوگیا اور انہوں نے پہلے اس
کانٹے کو رستہ سے صاف کرنا چاہا۔ چنانچہ ایران کے حاکموں کے نام پروانے جاری
ہوئے کہ جلدی کوفہ پہنچکر مختار کا تدارک کرو اور ادھر اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو حکم بھیجا
جو وہاں کے گورنر تھے کہ تم بھی مختار پر حملہ کرو۔

پھر اہل کوفہ کی ناہنجاری

اور مختار کی شہادت بے اختیاری

ایران سے مہلب فوجیں لیکر طوفان کی طرح اُٹھا اور بصرہ سے مصعب ابن زبیرؓ
افواج کے بادل لیے ہوئے کڑکتے چمکتے کوفہ پر آئے۔ مختار نے یہ دوہری ضرب دیکھی

مگر تیوری پر ذرا بھی بل نہ لائے۔ کوفیوں کو سمیٹ کر گرجتے بادل کی طرح بیس ہزار فوج کے ساتھ حریف کے افق پر چھاگئے۔

مختار نے لشکر کی تقسیم ایسی عقلمندی سے کی تھی کہ مصعب و مہلب پر دو رُخی ضرب پڑتی تھی مگر کوفی غداروں کے سامنے یہ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑ سکتا۔

مہلب عراقیوں اور کوفیوں کا مزاج آشنا تھا۔ اس نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک سیاسی چال چلی اور میدان میں نکل کر کوفیوں کو پکارا اور کہا۔

تم کس برتے پر جان کھونے آئے ہو تمہارا کوئی امام نہیں ہے جس کے حکم سے تم پر لڑائی واجب ہو۔ ابن زبیرؓ امام وقت ہیں اور مختار باغی ہے اسکا ساتھ چھوڑ دو۔ آؤ امام وقت تم کو معاف کر دے گا اور اسکا انعام تمکو دے گا۔

دغاباز اور ازلی بیوفاؤں نے مہلب کا ایک فقرہ سنتے ہی صفوں سے بھاگنا شروع کیا۔ مختار نے ہر چند روکا سمجھایا اور سیاسی تقریروں کے افسون پھونکے مگر یہ ایسے پڑھے ہوئے جن تھے کہ قابو میں نہ آئے۔

ادھر مہلب و مصعب کی افواج نے مختار پر حملہ کیا اور بڑی شدت سے بازار قتال گرم ہو گیا بیس ہزار میں سے چودہ ہزار کوفی بھاگ گئے۔ چھ ہزار نے مختار کا ساتھ دیا اور خوب لڑے مگر میدان کا رنگ بگڑا ہوا دیکھ کر مختار کو لیے ہوئے پسپا ہوئے اور کوفہ میں داخل ہو کر کوشک مختار میں محصور ہو گئے اور وہاں سے محاصرہ کی لڑائی لڑنے لگے۔

مصعب نے پیغام دیا اب لڑنا فضول ہے آؤ باہر آجاؤ تم سب کو جان کی امان دیجائیگی مختار نے انکار کیا مگر ان چھ ہزار کی نیت بگڑ گئی اور انہوں نے کہا امان قبول کر لینی چاہئے مختار نے ان سب کو بہتیری لعنت ملامت کی مگر یہ نہ مانے اور لڑنے سے انکار کر دیا۔

آخر مختار نے غسل کیا کپڑے بدلے۔ خوشبو لگائی اور تلوار لیکر حصار سے باہر نکلے۔ اسوقت ان کے ہمراہ صرف ۱۹ آدمی تھے چلتے وقت انہوں نے ان ۱۹ سے کہا چھ ہزار سے

کہا تمنے جان کے لالچ میں میرا ساتھ چھوڑا تو ہے۔ اور دشمن کی امان پر بھروسہ کیا تو ہے
مگر میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ تم میں سے ایک کو بھی امان نہ ملے گی *

تم سب قتل کیے جاؤ گے میرے ساتھ لڑکر مروگے تو بہادر کہلاؤ گے آخرت میں اجر ملے گا۔ اور یوں قیدیوں کی طرح مارے گئے تو دونوں جہان کی ذلت ہوگی مگر ان کوفیوں پر کچھ بھی اثر نہوا۔ اور انہوں نے کہدیا جائیے آپ جان دیجئے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں جب ہم جنگ کرینگے تو خواہ مخواہ ہمکو قتل نہ کیا جائیگا اور مصعب خود اپنے وعدہ امان کو پورا کرینگے۔

مختار نے کہا میری پیشین گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی اور خدا میرے آج کے کہنے کو بھی پورا کرکے دکھائے گا۔ یہ کہا اور نوسے آدمیوں کو لیکر حریف پر حملہ کردیا۔ مگر کہاں وہ لشکر جرار اور کہاں یہ نوسے تن اور اکیلا مختار تھوڑی دیر تلوار چلی اور آخر بنی فاطمہ کا یہ وفادار قوت بازو شہید ہوکر گر پڑا۔ اور سر لشکر مصعب کے سامنے اسی جگہ رکھا گیا جہاں حضرت امام حسینؑ اور ابن زیاد کے سر رکھے گئے تھے *

اب مصعب نے ان محصور کوفیوں کو سابقہ امان پر باہر آنے کا حکم دیا وہ سب باہر نکلے تو ان کے ہتیار لے لیے گئے اور یہ حکم دیا کہ مشکیں باندہ کر قتل کر ڈالو *

ان میں سے ایک چرب زبان کوفی نے کہا۔ ہم مسلمان ہیں اہل قبلہ ہیں اور تمہاری امان کے وعدہ پر آئے ہیں ہمپر یہ بیرحمی نہ کرو۔ مصعب نے چاہا کہ ان کو معاف کردیا جائے۔ مگر تمام افسران فوج اور عمائد شہر نے ایک زبان ہوکر کہا کہ یہ بڑے مفسد ہیں ان کو زندہ رکھا تو پھر فساد کریں گے اسواسطے مصعب نے عام رائے سے مجبور ہوکر سب کو قتل کرا دیا اور اس طرح خدا نے اپنے بندے مختار کی پیشین گوئی پوری کی *

اس کے بعد ابراہیم بن مالک اشتر کو موصل میں پیام گیا کہ مختار تو ختم ہوئے اب اپنی خیر چاہتے ہو تو ابن زبیرؓ کی بیعت قبول کرو۔ تمکو موجودہ عہدہ پر بحال رکھا جائے گا ورنہ لشکر آئے گا اور تم کو بھی مختار کا سامزا چکھائے گا *

ابراہیم بن مالک نے اس پیام کو تسلیم کر کے ابن زبیرؓ کی بیعت قبول کر لی اور امن و امان سے موصل تک ابن زبیرؓ کی حکومت جم گئی اسکے بعد مہلب ایران گئے اور مصعب کوفہ کا انتظام کرنے لگے حج کا زمانہ آیا تو مصعب حج کرنے کو کوفہ سے مکہ چلے۔ راستہ میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ملاقات ہوئی جو دُنیا کو ترک کیے ہوئے ایک مقام پر چُپ چاپ عبادت الٰہی کرتے تھے مصعب انکی خدمت میں سلام کرنے کو حاضر ہوئے اور جاکر سلام کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے سلام کا جواب نہ دیا تو مصعب بولے میں نے کیا خطا کی ہے جو آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیا اس قصور سے اور کوئی قصور بھی بڑا ہو سکتا ہے کہ تو نے چھ ہزار مسلمانوں کو امان دینے کے بعد مار ڈالا مصعب نے جواب دیا وہ کافر تھے مسلمان نہ تھے۔

ابن عمرؓ نے فرمایا۔ گو وہ بکریاں تھیں اور تیری میراث میں آئی تھیں تب بھی خدا قیامت کے دن سوال کرے گا کہ بے وجہ ان کو کیوں ذبح کر دیا۔ اے غافل وہ تو مسلمان قوم کے اشراف اور سردار تھے۔ اگرچہ خطا دار تھے مگر امان یافتہ دشمن کے ساتھ یہ بدسلوکی اسلام نے جایز نہیں رکھی ÷

مصعب اس گفتگو سے بددل ہو کر خاموش ہو کر چلے آئے اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔

مصعب بن زبیرؓ کا وقت آخر

مختار کا دغدغہ مٹ چکا اور مصعب بن زبیر کی حکومت مستحکم اور بے خطرہ ہو گئی تو کوفیوں کے انقلاب پرست دلوں میں پھر اُبال آیا اور انہوں نے عبدالملک بن مروان تاجدار بنی اُمیہ کو دمشق میں خطوط لکھے کہ یہ ملک آپکا حق ہے تشریف لائیے کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں ÷ مصعب کو یہ خبر ملی تو انہوں نے کوفیوں کے ان اعیان و اکابر کو گرفتار کر لیا جن کی نیت میں فتور آیا تھا اور جنہوں نے عبدالملک کو دعوت نامے بھیجے تھے اور پھر ان سب کو قتل کرا دیا مگر عراق اور خصوصاً کوفہ میں ایک بڑی جماعت ایسی موجود تھی کہ جو بنی امیہ اور

مردانیوں کا دم بھرتی تھی چند آدمیوں کے قتل ہونے سے ان کی ہمتیں پست ہوئیں اور انھوں نے پھر عبد الملک کو چپکے چپکے شہ دی کہ آجائیے میدان خالی ہے۔

عبد الملک نے خالد بن عبد اللہ کو بصرہ بھیجا کہ تو پوشیدہ طور سے وہاں جا کر لوگوں سے بیعت لے اور چپکے چپکے اپنے طرفداروں کو جمع کر میں کوفہ پر حملہ کرنے آتا ہوں مصعب میری لڑائی میں مصروف ہو تو تو بصرہ میں خروج کر دیجیو۔ اس طرح مصعب گھبرا جائیگا اور ہم اس کو شکست دیدیں گے۔

چنانچہ خالد بن عبد اللہ بصرہ میں آیا اور چپکے چپکے عبد الملک کی بیعت لینی شروع کی مگر اس کی خبر جاسوسوں نے نائب مصعب کو پہنچا دی۔ جو بصرہ پر حاکم تھا۔ نائب نے فوج بھیجی اور خالد پر حملہ کیا۔ عراقیوں نے خالد کا ساتھ بھی چھوڑ دیا اور توبہ توبہ کر کے بیعت عبد الملک سے منکر ہو گئے۔ بیچارہ خالد زخمی ہوا اور ایک آنکھ ضائع کر کے دمشق بھاگ گیا۔ مصعب نے کوفہ میں یہ خبر سُنی تو وہ بصرہ آئے اور مردان پسند لوگوں کی تحقیقات کی اور پھر سب کو پکڑ کر ہلاک کرا دیا۔

ادہر عبد الملک نے سرداران کوفہ کے نام خطوط لکھے اور انکو طرح طرح کے لالچ دیکر ترغیب دلائی کہ مصعب کا ساتھ چھوڑ دو۔ یہ خبر مصعب کو ملی تو وہ فوراً کوفہ میں آئے اور خطوط کی بابت تحقیقات شروع کی مگر کسی شخص نے اقرار نہ کیا کہ ہمارے پاس خط آیا ہے البتہ ابراہیم بن مالک اشتر نے خط سامنے رکھدیا اور کہا یہ سب جھوٹے ہیں ایسے ہی خط انکے پاس بھی آئے ہیں انکو حکم دیجئے کہ یا تو خط لاکر حاضر کریں ورنہ سب کی گردنیں اُڑوا دیجئے۔

مصعب نے تخلیہ میں ابراہیم سے کہا کہ ایسی سفاکی مناسب نہیں اسوقت ہم بہت شورش میں مبتلا ہیں۔ مہلب اہواز ایران میں ہے اس کو بلاتے ہیں تو خارجی لوگ اس ملک پر قبضہ کر لیں گے اور ان کوفی لوگوں کو قتل کریں گے تو ان کے رفقا اور قرابت دار جنگ کے وقت ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے کیونکہ عبد الملک عنقریب عراق پر حملہ کرنے والا ہے۔ لہٰذا

مناسب یہ ہے کہ ان سے اطاعت کا عہد لے لیا جائے۔ بجائے اس کے ہم قتل کریں یہ بہتر ہوگا کہ ان کو عبدالملک کی لڑائی میں قتل کرایا جائے۔

آخر عبدالملک بڑے ساز و سامان سے کوفہ پر حملہ آور ہوا۔ مصعب نے یہ ترکیب کی کہ جن سے بیوفائی کا ڈر تھا انکو لشکر کی پشت پر رکھا اور جنپر بھروسہ تھا انکی صف بندی آگے کی۔ لڑائی شروع ہوئی تو عبدالملک نے اپنے افسران فوج سے کہ مصعب کی سپاہ میں ابراہیم بن مالک اشتر سے زیادہ کوئی شخص بہادر اور حرب شناس نہیں ہے پہلے اسپر یورش کرنا اور جس طرح ممکن ہو اس کے قتل میں ساعی ہونا چاہیئے۔ اسکو مار لیا تو سب کو مار لیا۔ شامی لشکر نے ایسا ہی کیا اور سب کے سب ایکدم ابراہیم پر جھک پڑے اور ان کو قتل کر ڈالا۔ ابراہیم کا قتل ہونا تھا کہ تمام کوفی فوج ایکدم بھاگ کھڑی ہوئی اور مصعب بجائے اپنے خاندان والوں اور خاص خاص تابعداروں میں اکیلے کھڑے رہ گئے۔

عبدالملک نے یہ رنگ دیکھا تو اپنے بھائی محمد کو مصعب کے پاس بھیجا اور کہا میری تمہاری قدیمی دوستی ہے میں نہیں چاہتا کہ تم جان سے مارے جاؤ لہٰذا مناسب ہے کہ ہتھیار رکھدو اور میری پناہ میں آجاؤ۔ میں خدمت و مدارات میں ذرہ برابر کسر نہ کرونگا سوائے شرکت خلافت کے ہر نعمت تمہارے واسطے حاضر ہوگی۔

مگر مصعب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب تو میدان جنگ ہی فیصلہ کریگا اس کے بعد اپنے بیٹے عیسیٰ کو بلا کر کہا تم مکہ چلے جاؤ اور اپنے چچا عبداللہ ابن زبیرؓ کو ان تمام حالات کی خبر دو۔ عیسیٰ نے کہا لوگ مجھ کو طعنہ دینگے کہ باپ کو موت کے منہ میں اکیلا چھوڑ کر بیٹا بھاگ گیا۔ میں ہرگز نہ جاؤنگا۔ تب مصعب نے کہا اچھا تمہاری مرضی ہے۔ تو جاؤ میدان جنگ میں جا کر فرزندوں کا حق ادا کرو۔ چنانچہ عیسیٰ گئے اور لڑکر شہید ہوگئے۔ اس کے بعد مصعب نے بھی حملہ کیا اور بہادری سے لڑے مگر زخموں سے چور چور کر دیا۔ آخر مختار کے چچا زاد بھائی زائدہ نے نیزہ لگایا اور کہا مختار مظلوم کا بدلہ لے لیا۔ اس کے

گھوڑے سے اُتر کر مصعب کا سر کاٹ لیا۔ ایک روایت ہے کہ مصعب کا سر بھی وہیں رکھا گیا جہاں مختار کا سر رکھا گیا تھا۔ عبدالملک نے بریدہ کو ایک ہزار اشرفی انعام دینے کا حکم دیا۔ مگر بریدہ نے اس کے لینے سے انکار کیا اور کہا میں نے تمہارے انعام کے لیے مصعب کو قتل نہیں کیا مجھے تو مختار کا بدلہ لینا تھا سے لیا اور یہی سب سے بڑا انعام ہے کہ خدا نے میرے دل کو ٹھنڈک دی ۔

یہ خبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پہنچی تو وہ بھائی کے لیے زار و قطار روئے اور بہت دن اُن کے ماتم میں مغموم رہے ۔

عبدالملک نے عراق پر قبضہ کر کے ایران میں مہلب کو خط لکھا کہ میں نے تجکو وہ ملک بخشا تجھے لازم ہے کہ میری اطاعت قبول کر اور ابن زبیرؓ کی تابعداری چھوڑ دے ورنہ یاد رکھ لشکر جرار لیکر آتا ہوں ۔

اس خط کے پہنچنے سے ایک دن پہلے قطری خارجی نے جو خارجیوں کا پیشوائے اعظم تھا۔ مہلب سے کہا مصعب کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ مہلب نے کہا وہ امیر المومنین عبداللہ ابن زبیرؓ کے بھائی اور نائب ہیں اسواسطے میں انکو نائب المہدی سمجھتا ہوں۔ قطری نے کہا۔ اور عبدالملک کی نسبت کیا رائے ہے مہلب نے جواب دیا وہ ملعون ہے اور امام گمراہ ہے۔ قطری بولا دیکھو اسپر قایم رہنا اس رائے سے پھر نہ جانا ۔

دوسرے دن جب عبدالملک کا خط مہلب کے نام آیا اور اس نے دیکھا کہ اب عبدالملک کی اطاعت میں فائدہ ہے تو اس نے بیعت کا خط جواب میں بھیجدیا اور عبدالملک کی اطاعت قبول کر لی ۔

قطری کو بھی اس کی خبر ہوئی تو اس نے مہلب سے پوچھا کہیئے آپ کی عبدالملک کی نسبت کیا رائے ہے۔ مہلب نے کہا وہ مسلمانوں کے امیر اور مسلمان ہیں ۔

قطری بولا کل کی بات بھول گئے تم لوگ فقط حکومت اور دولت کے تابعدار ہو

حق سے تمہیں کچھ سروکار نہیں۔

الغرض عبدالملک ابن مروان کے قبضہ میں عراق و ایران آچکا تو اس کو ابن زبیرؓ کا فکر ہوا۔ اور اب یہی ایک کانٹا تھا جو حجاز کے مقامات مقدسہ مکہ مدینہ میں بھی امیر کی آزاد شہنشاہی کے دامن کو الجھا رہا تھا۔

دمشق کے بھرے دربار میں عبدالملک بن مروان نے کہا۔ کون شخص ابن زبیرؓ کی مہم پر جانا چاہتا ہے۔ مگر کسی شخص نے حامی نہ بھری۔ کیونکہ ہر مسلمان خانۂ خدا پر حملہ کرنے سے ڈرتا تھا اور اس کو خلاف ایمان تصور کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف بھی وہاں بیٹھا تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا میں اس خدمت کے لیے آمادہ و حاضر ہوں عبدالملک نے فوراً دو ہزار سوار کا لشکر دیکر حجاج کو مکہ روانہ کر دیا۔

مکہ پر بنی امیہ کی دوسری یورش

یزید تو اپنا اعمال نامہ خانۂ خدا کی بے حرمتی سے کالا کر چکا تھا امیر المومنین خلیفہ برحق حضرت عبدالملک بن مروان اس نعمت عظمیٰ سے خالی رہے جاتے تھے اس لیے انہوں نے بھی ایک بڑے ہی سفاک جفاکار کو اس عمل خیر کی بجا آوری کے لیے مقرر فرمایا اور قیامت تک کے لیے اپنی شہرت بد کو تاریخ میں لکھوا گئے۔

حجاج نے رمضان المبارک میں مکہ کا محاصرہ کیا مگر حرم الٰہی کے عبادت گزاروں نے اسی موسم عبادت میں ایسی تلوار چلائی کہ حجاج کے دانت کھٹے ہو گئے آخر حجاج نے دمشق سے اور مدد منگائی اور عبدالملک نے پانچ ہزار تازہ دم فوج بھیجی یہ بھی ذی الحجہ تک مصروف حرب رہی اور مکہ فتح نہ ہو سکا۔

ذی الحجہ میں تمام دنیا کے مسلمان حج کرنے آئے تھے اور یہاں خلافت اسلامی مقام حج پر تیر برسا رہی تھی گرانی ایسی سخت تھی کہ پیاسے حاجی لوگ بن آئی مر رہے تھے۔

شامی فوجوں سے کہا حج کا موسم گزر جانے دو پھر لڑنا۔ مگر حجاج نہ مانا اور منجنیق سے خانۂ خدا پر سنگ باری شروع کرائی جسوقت پہلا پتھر کعبہ پر جا کر لگا آفتاب سیاہ ہوگیا اس سے شامی مسلمان ڈر گئے اور انہوں نے منجنیق چلانے سے ہاتھ روک لیا یہ دیکھ کر حجاج بن یوسف خود منجنیق پر آیا اور کہا مارو۔ مت ڈرو۔ ہم حق پر ہیں اور اہل مکہ باطل پر۔ یہ کہہ کر ہاتھ سے ایک پتھر کعبہ مارا ۔

دشمنوں کی کثرت رسد کی کمیابی اور محاصرہ کی طوالت سے مجبور ہو کر اہل مکہ کا بڑا حصہ شہر کو بھاگ گیا اور کچھ لوگ حجاج سے مل گئے اور حضرت ابن زبیرؓ پانچ آدمیوں کیساتھ اکیلے رہ گئے۔ اسوقت حجاج نے کہلا بھیجا کہ اپنی جان پر رحم کرو۔ اور میری پناہ میں آجاؤ ۔

حضرت ابن زبیرؓ اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا واقعہ عرض کیا انہوں نے فرمایا بیٹا اگر تم ناحق پر لڑ رہے تھے تو تم نے بہت برا کیا کہ اتنے مسلمانوں کو ہلاک کرایا اور اگر حق پر تمہاری لڑائی تھی تو باطل کی پناہ میں جانے کا کیا مطلب۔ حسینؓ کی طرح میدان میں جاؤ اور حق و صداقت کی قربان گاہ میں جا کر جان فدا کر دو +

ابن زبیرؓ نے والدہ کی یہ مردانہ تقریر سنی تو لڑائی پر آمادہ ہوئے اور والدہ نے خود اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ہتیار پہنائے اور فی امان اللہ کہہ کر رخصت کیا ۔

چنانچہ ابن زبیرؓ میدان میں نکلے اور خوب لڑے آخر ان کے سر میں ایک پتھر لگا جس کے صدمہ سے وہ گر پڑے اور شامی سواروں نے آگے بڑھ کر انکا سر کاٹ لیا حجاج نے انکا سر کعبہ پر لٹکوایا۔ اور پھر باقی ماندہ اہل مکہ سے عبد الملک کی بیعت لیکر واپس چلا گیا۔

یہ تھی بنی امیہ کی حکمرانی۔ یہ تھی بنی امیہ کی دولت پرستی جس کی خاطر انہوں نے مکہ مدینہ میں ہر قسم کی بے ادبی کو جائز رکھا اور وہ عمل کرکے دکھائے جس کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور کوئی مسلمان اگر اس کے دل میں واقعی اسلام و ایمان کا

اثر ہو سرتے دم تک ان گستاخیوں کا تصور بھی دل میں نہیں لا سکتا جو بنی اُمیہ نے کر کے دکھا دیں یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ کے حکمرانوں کے ایمان اسلام میں جائز طور سے شک کیا جاتا ہے جو چند آدمیوں کو ناگوار ہوتا ہے اور وہ باوجود ان تمام سئیہ کے جو منافیٔ اسلام تھے ان کی بزرگی و برتری کا کلمہ پڑھے جاتے ہیں "

اب حضرت زیدؓ کی شہادت کا حال لکھ کر میں اس باب کو ختم کرتا ہوں جس میں بنی امیہ کی دُنیاوی تلواروں کے قصے تھے جو دین کی گردن پر چلتی رہیں۔ دوسرے باب میں بنی امیہ کے حکمرانوں کی مسلسل تاریخ لکھی جائے گی یعنی اموی بادشاہوں کی سلسلہ وار سیرت و خصلت کو قلمبند کیا جائے گا۔ اس باب میں تو صرف چند لڑائیوں کے حالات تھے جن سے شاہانِ بنی امیہ کی ذاتی حالت معلوم نہیں ہو سکتی "

عبدالملک بن مروان سلطنت اُمیہ کا پانچواں بادشاہ تھا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اور ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک اور اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان خلیفہ ہوئے جو تمام بنی اُمیہ میں بعد حضرت عثمان بن عفانؓ کے اول درجہ کے صلح اور ہمہ صفت موصوف حکمران تھے۔ ان کے بعد یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا اور اس کے بعد ہشام بن عبدالملک اسی ہشام کی حکومت میں حضرت زید کی شہادت ہوئی جسکا ذکر آگے آتا ہے۔ ہشام کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا اور اس کے بعد یزید بن ولید یزید بن عبدالملک اس کے بعد ابراہیم بن ولید بن یزید بن عبدالملک اور اس کے بعد مروان بن محمد تخت پر بیٹھا اور یہ آخری بادشاہ تھا جس پر بنی اُمیہ کی سلطنت ختم ہو گئی اور پھر بنی عباس کی حکمرانی کا زمانہ آیا "

اس حساب کی بموجب بنی امیہ کے کُل چودہ بادشاہ ہوئے اور معاویہ سے مروان بن محمد تک بنی امیہ کی سلطنت ۹۲ سال قایم رہی "

مگر معاویہ کی روح کو بہت صدمہ ہوگا کہ ان کی اولاد نے سلطنت کا لُطف

نہ اُٹھایا۔ انکے بیٹے یزید کو بھی بہت تھوڑا عرصہ بادشاہت کا ملا۔ اور اس کے بعد سلطنت
مروان کے پاس چلی گئی مروان کے بیٹے عبد الملک کی خوش نصیبی قابل رشک ہے کہ حضرت معاویہ
سے کہ اموی خلفا کا زیادہ حصہ عبد الملک کے بیٹے اور پوتے ہوئے۔ اور معاویہ کی اولاد
کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا جس کے لیے اُنہوں نے اپنا دین برباد کیا تھا۔"

حضرت زیدؓ کی شہادت

ہشام بن عبد الملک کی سلطنت نے کوفہ اور بصرہ پر یوسف ابن عمر و کو حاکم بنا کے
بھیجا تو اس نے حضرت زید بن حضرت امام زین العابدینؓ کے رسوخ سے اندیشہ کیا کیونکہ
تمام عراق والے ان کی عزت و حرمت حد سے زیادہ کرتے تھے اور بچہ بچہ کی زبان پر
انکا ذکر خیر تھا یوسف بن عمرو نے اس کے سوا چارہ کار نہ دیکھا کہ حضرت زیدؓ کو کوفہ سے
جلا وطن کر دے۔ وہ دیکھتا تھا کہ گورنر کی حکومت محض نام چار کی ہے ورنہ ہر شخص کی گردن
حضرت زیدؓ کے آگے جھکی ہوئی ہے یوسف نے حضرت زید سے درخواست کی کہ آپ
عراق چھوڑ کر کسی اور مقام پر تشریف لیجائیے حضرت زید ان دنوں کچھ علیل تھے فرمایا
ذرا صحت ہو جائے تو میں چلا جاؤنگا یوسف خاموش ہو گیا۔ جب حضرت کو صحت ہوئی
تو یوسف نے پھر عاجزی و منت سے پیام بھیجا کہ آپ کا نقل مقام کر لینا بہت ہی مناسب ہوگا
حضرت زیدؓ نے یوسف کی عاجزانہ درخواست سے متاثر ہو کر سفر مدینہ کا سامان شروع کر دیا اور
روانگی پر آمادہ ہو گئے۔ کوفہ کے شیعوں نے سُنا تو وہ دوڑے ہوئے آپکے پاس آئے اور کہا۔
آپ کہاں جاتے ہیں۔ یہ ایک لاکھ شیعہ آپ کے فدائی یہاں موجود ہیں انکے ہوتے ہوئے
کس کی مجال ہے جو آپ کو آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے اور جلا وطنی کا نام لے۔ آپ ہرگز مدینہ
نہ جائیے ہم غلامان اہل بیت آپ کو کبھی نہ جانے دیں گے۔

حضرت زید نے فرمایا فتنہ فساد سے کچھ حاصل نہیں اگر حاکم کو میری ذات سے

کچھ اندیشہ ہے تو مجکو چاہیئے کہ یہ مقام چھوڑ دوں مسلمانوں کے امن و امان میں خلل نہ ڈالوں
یوسف کا برتاؤ میرے ساتھ ہمدردانہ ہے۔ اس نے حکومت کا رعب مجکو نہیں دکھایا۔ بلکہ
نیازمندانہ خواہش پیش کی ہے میں اسکو رد نہ کرونگا۔ کیونکہ مجکو حکومت اور سلطنت کی آرزو
نہیں ہے۔ میں یہاں بے تعلق گوشہ میں بیٹھا ہوا خدا کی یاد کرتا تھا مگر حکومت کو میری ذات سے
کچھ خطرہ ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں مدینہ چلا جاؤں کہ وہ ہم لوگوں کی اصلی جگہ ہے۔ بیٹا اگر باپ کے
گھر جاتا ہے تو جلا وطن نہیں ہوتا تم اس کو میری توہین نہ سمجھو میں اپنی خوشی سے جاتا ہوں +
انہوں نے جواب دیا نہیں ہرگز نہیں اسمیں ہماری ناک کٹجائیگی اور لوگ کہیں گے کہ
شیعوں کے پیشوا نے دین کو ایک دُنیاوی حاکم نے شہر سے نکالدیا اور ایک لاکھ تیغ زن
شیعوں سے کچھ مدد نہ ہو سکی۔ آپ یہاں رہیئے ہم آپکی بیعت کرتے ہیں کہ اگر یوسف
بن عمرو نے کچھ زیادتی کرنی چاہی تو تلوار سے اسکا جواب دیں گے اور آپ کو اس کے
شر سے بچا لینگے۔ یہ کہکر پندرہ ہزار آدمیوں نے بیعت کے لیے ہاتھ پھیلائے اور حضرت زید
اسقدر مجبور کیا کہ ناچار انہوں نے انکی بیعت قبول کر لی۔ تاہم یہ فرمایا کہ خواہ مخواہ عداوت
پیدا کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہے تمہاری بیعت تو قبول کرتا ہوں مگر مسلمانوں میں فساد
ڈالنا نہیں چاہتا۔ اسواسطے مدینہ نہیں تو کم ازکم کسی اور مقام پر میرا جانا ضروری ہے۔ جو
کوفہ سے باہر ہو۔ تاکہ یوسف بن عمرو کا وہم بھی دور ہو جائے اور تمہاری خواہش بھی پوری ہو۔
شیعوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور حضرت زید کوفہ سے نکلکر دشت سالم میں تشریف لے آئے
اور معاویہ بن زید بن حارث کی سرائے میں اقامت اختیار کر لی جہاں ایک سال مقیم رہے +
سال بھر کے بعد یوسف بن عمرو کے سامنے ایک قاصد پیش کیا گیا جسکی لکڑی کے خول
میں حضرت زید کا ایک خط اہل موصل کے نام تھا جس میں انکو اپنی نصرت اور اعانت حق کا
بلاوا دیا گیا تھا۔ جاسوسوں نے قاصد کو گرفتار کر کے یوسف کے سامنے پیش کیا
یوسف نے پہلے تو قاصد کو ہلاک کرادیا اسکے بعد حضرت زید پر فوج کشی کا سامان کرنے لگا

حضرت زید نے سُنا تو شیعوں کو بُلوا بھیجا کہ تمہارے اصرار سے اور مجبور کرنے سے یہ واقعہ پیش آیا ہے اب تمکو میری مدد کے لیے آنا چاہیئے۔ شیعوں نے فوراً تعمیل کی اور اٹھارہ ہزار آدمی لڑنے مرنے کو حضرت زید کے پاس حاضر ہوگئے۔ لیکن جب دوسرے دن حضرت زید مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے تو صرف دو ہزار آدمی نظر آئے سولہ ہزار کہیں غائب ہوگئے۔ حضرت زید نے یہ نوبت دیکھی تو لاحول پڑھی اور فرمایا وہ پندرہ ہزار کہاں ہیں جنہوں نے مرنے اور جان فدا کرنیکی قسم کھائی تھی اور بیعت کی تھی۔ جواب دیا انکو یوسف نے مسجد میں بند کردیا ہے۔

آخر حضرت زید اس مختصر لشکر کو لیکر آگے بڑھے اور یوسف کی فوج سے لڑائی شروع ہوئی حضرت زید نے وہ تلوار چلائی کہ حریف کے پاؤں اُکھڑ گئے اسوقت یوسف نے حکم دیا کہ جو شخص زید کے ساتھیوں کا سر لائیگا یا کسی کو قید کرکے پیش کریگا اسکو ایک ہزار درم انعام دیے جائیں گے۔ یہ اعلان سُنتے ہی حضرت زید کے ہمراہیوں میں بڑے بڑے سرداروں کے سر کٹ گئے اور کوفیوں نے اس کے عوض حاکم سے انعام حاصل کیے۔

آخر حضرت زید نے ایک پُرجوش حملہ کیا اور اس میں انکی پیشانی پر ایک تیر ایسا آکر لگا جس کے صدمہ سے وہ گر پڑے اور جب تیر کو نکالا گیا تو آہ کہکر انہوں نے جان دیدی۔

حضرت زید کے شہید ہوتے ہی یوسف بن عمرو نے زید کے تمام حامی کار شیعوں کے قتل عام کا حکم دیدیا۔ اور وہ تمام لوگ چُن چُنکر مار ڈالے گئے۔ جنہوں نے حضرت زید کا ساتھ دیا تھا۔ شیعوں نے حضرت زید کی قبر کو مخفی کردیا تھا مگر یوسف نے اسکو تلاش کراکر لاش قبر سے نکلوائی اور سر تن سے جدا کرکے لاش کو سولی پر لٹکوایا۔ ایسے ہی ان کے ہمراہی افسروں کی لاشوں کے ساتھ سلوک کیا گیا۔

اس کے بعد یوسف نے ہشام کو لکھا کہ ان شریر کوفیوں کا علاج یہ ہے کہ تمام کوفہ کو تہس نہس کردوں اور انکے ایک ایک بچہ کو بھی زندہ نہ چھوڑوں کہ ہمیشہ فتنہ برپا کرتے رہتے ہیں۔ ہشام نے جواب دیا یہ ہرگز مناسب نہیں تو یہ خیال کر کہ کوفیوں نے زید کا کھڑا تو کردیا

مگر اسکا ساتھ بھی دیا۔ اسلئے اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ پس اسپے لوگوں کا علاج یہ ہے کہ انعام اکرام سے انکو تابعدار بنا کہ یہ لوگ دُنیا کے بھوکے ہیں۔

یوسف نے ایسا ہی کیا اور تمام کوفی اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگے۔

حضرت یحییٰؒ ابن زیدؓ کی شہادت

حضرت زید کی شہادت کے بعد حضرت یحییٰ ابن زیدؓ بھاگ کر خراسان چلے گئے تھے مگر ان کو کہیں امن نہ ملتا تھا۔ جہاں جاتے تھے خلقت ان کا نام سنکر بھاگتی تھی اور کہتی تھی ہمارے باعث ہمپر کوئی بلا نہ آجائے اور بیچارے یحییٰ کو ایک دن بھی آرام میسر نہ آتا تھا جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔

اتنے میں یوسف کا خط نصر بن سیار حاکم خراسان کے نام پہنچا کہ یحییٰ تیرے علاقہ میں ہے اسکو گرفتار کرنے کی کوشش کر۔ چنانچہ نصر نے ان کی تلاش کرنی شروع کی اور اسکو خبر لگی کہ یحییٰؒ ابوحفص کی سرائے میں مقیم ہیں۔ نصر بن سیار نے عصیمہ نامی ایک شخص کو تلاش کے لیے بھیجا۔ عصیمہ نے سرائے کے دروازے بند کرا دیے اور حکم دیا کہ ایک ایک آدمی باہر نکلے۔ چنانچہ ایک ایک آدمی نکلتا تھا اور عصیمہ انکے چہرے دیکھ دیکھکر آگے روانہ کرتا جاتا تھا۔ آخر میں ایک زرد رنگت کا نوجوان باہر آیا جسکا چہرہ غم و حزن کے سبب بہت ہی اداس تھا وہ ادنی لباس پہنے ہوئے تھا اور سر پر ایک اسی قسم کی ٹوپی تھی اور کندھے پر گھوڑے کا چارجامہ رکھے ہوئے تھا عصیمہ نے پہچان لیا کہ یہی یحییٰ بن زید ہے اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے اور حب اہلبیت نے اسکو بیچین کردیا اور اس نے کہا فرزندان رسول اللہ صلعم کیسے بے پناہ ہوگئے ہیں یہ کہکر وہ بولا او چارجامہ والے جا جلدی بھاگ جا کہ یہ مقام تیرے خون کا پیاسا ہے۔ حضرت یحییٰ جلدی سے باہر نکلے اور گھوڑے پر سوار ہوکر گرگان کو چلے گئے عصیمہ نے نصر بن سیار سے آکر کہدیا کہ وہاں تو مجکو واجب القتل یحییٰ کا کہیں پتہ نہ ملا

یحییٰ گرگان پہنچے تو وہاں بھی اطلاعیں آ چکی تھیں اور صیاد اس بلبل کی تلاش کر رہے تھے۔ یحییٰ گرگان سے بھاگ کر بلخ میں آ گئے اور حاکم بلخ عقیل نامی کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید خانہ میں ڈالے گئے۔ عقیل نے اس کی اطلاع عراق میں یوسف بن عمر کو کر دی اور یوسف نے ہشام کو خبر بھیجی مگر جسوقت خبر پہنچی ہشام دم دے رہا تھا۔ چنانچہ وہ یہ خوشخبری نہ سُن کر مر گیا اور ولید بن یزید عبدالملک تخت پر بیٹھا اس نے نصر بن سیار کو خط لکھا کہ یحییٰ کو جیلخانہ سے نکال کر بہت عزت کے ساتھ عراق میں بھیجدے۔ نصر بن سیار نے تعمیل حکم کی اور حضرت یحییٰ کو دس ہزار درہم دیکر وہاں سے روانہ کر دیا۔ حضرت روانہ ہوئے مگر نیشاپور پہنچنے سے پہلے ایک اور نیا شگوفہ کھلا۔ وہاں کے حاکم عمرو بن زرارہ نے حضرت یحییٰؓ کے آنے کی خبر سنی تو سمجھا کہ وہ جیل سے بھاگ کر چلے آئے ہیں اسواسطے ان سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو آگے جا کر یہ کچھ اور فتنہ برپا کریں چنانچہ وہ دس ہزار آدمی لیکر حضرت یحییٰ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت نے ہر چند پیام بھیجے زبانی کہا کہ مجکو خلیفہ کے حکم سے رہا کیا گیا ہے تو نصر بن سیار کو خط لکھ کر دریافت کرے۔ اسوقت تک میں یہاں ٹھہرا رہونگا۔ مگر ابن زرارہ نہ مانا اور تیر برسانے لگا۔ ناچار مجبور ہو کر حضرت یحییٰ اور ان کے ہمراہیوں نے بھی ہتیار سنبھالے اور لڑائی شروع کر دی۔ ابن زرارہ آگے بڑھا ہوا فوج کو حملہ کا حکم دے رہا تھا کہ حضرت یحییٰ کے بھائی ابوالفضل کی نگاہ اس پر پڑ گئی اور انہوں نے بڑھ کر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ ابن زرارہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ ابن زرارہ کے مرتے ہی اس کی فوج بھاگ نکلی اور حضرت یحییٰ نے بڑھ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔

نصر بن سیار کو اس کی خبر برعکس پہنچائی گئی کہ یحییٰ نے نیشاپور پر حملہ کیا۔ ابن زرارہ کو مار ڈالا اور شہر پر قابض ہو گیا۔

نصر بولا ولید بڑا بیوقوف ہے ایسے خطرناک آدمیوں کو آزادی دینا ہرگز مناسب

نہ تھا مگر میں کیا کرتا حکم حاکم کی تعمیل کرنی پڑی دیکھئے اب یحییٰ کا فتنہ کتنا بڑھتا ہے۔
یہ کہکر وہ لشکر سوار لیے ہوئے نیشاپور پر آیا۔ حضرت یحییٰ نے اس کو بھی تمام واقعات کی اطلاع دی کہ حقیقت قصہ کی یہ ہے مگر اس نے بھی یقین نہ کیا اور لڑائی شروع کر دی جس میں حضرت یحییٰ اور ان کے بھائی ابوالفضل نے بڑی جوانمردی دکھائی مگر آخر دونوں شہید ہو کر گر پڑے اور ان کی لاشیں گورگان کے منظر عام میں دار پر اس زمانہ تک لٹکی رہیں جبکہ ابومسلم خراسانی نے خروج کر کے ان ممالک پر قبضہ کیا اور پھر اس نے ان کو دار سے اُتارا اور کفن دیکر دفن کیا۔
یہ تھا قصہ حضرت زید اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت کا۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت زید محض بے خطا تھے کوفیوں نے ان کو شہید کرایا۔ موصل والے خط کی نسبت بھی خیال ہے کہ وہ حضرت زید نے نہ بھیجا تھا بلکہ ان کے کسی دشمن نے فرضی طور سے یہ جھوٹا خط ان کی طرف سے بنایا اور خود ہی حاکم کو خبر دیدی۔
بہر حال یہ بیچارے سیدزادے عالم بیکسی میں بحالت مسافرت اس طرح بے گناہ مارے گئے اور یہ خبریں سنکر حضرت امام جعفر بن محمد صادق رض نے یہ آیت پڑھی۔
رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ۔ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (ترجمہ) لوگوں نے تصدیق کی اس عہد کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ بعضوں نے اس عہد کا حق ادا کر دیا اور بعض منتظر ہیں مگر کوئی تبدیلی ایسی نہیں کی جس کو تبدیلی کہہ سکیں۔

دوسرا باب

شاہانِ بنی امیّہ اور ان کی سیرتیں

پہلے بادشاہ

امیر معاویہ

سلطنت امویہ کے بانی یزید کے والد ماجد ابوسفیان کے فرزند ہندہ کے لخت جگر رسول خدا صلعم کے سالے معاویہ ابن ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ عبدشمس بن عبد مناف۔ رنگ گورا تھا۔ قد لنبا تھا۔ خط وخال چہرہ کے دلفریب تھے۔ جب مکہ فتح ہوا اور مسلمانوں کا غلبہ اچھی طرح ہو گیا تو اپنے والد ابوسفیان کے ساتھ مسلمان ہوئے مگر آنحضرت صلعم کی صحبت میں حاضری بہت کم رہی کیونکہ اسلام کے بعد بھی گھر میں رہے مدینہ کی طرف ہجرت نہ کی تاہم کبھی کبھی شرف حضوری حاصل کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے ان سے بھی کتابت کا کام لیا ہے۔ یعنی خطوط نویسی وغیرہ خدمات میں شرکت عطا فرمائی ہے :۔

حضرت ابوبکر صدیق رض کے عہد خلافت میں اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کیساتھ ملک شام گئے تھے۔ فتح شام کے بعد وہاں کی گورنری پہلے انکے بھائی سے کی اس کے بعد یہ مقرر ہوئے اور ایسے جمے کہ بیس برس تک قایم رہے۔ حضرت عمر فاروق رض نے بھی اس عہدہ پر ان کو قایم رکھا اور حضرت عثمان رض نے بھی حضرت علی رض کے زمانہ میں تو انھوں نے دمشق کی صوبہ داری سے بھی آگے قدم بڑھائے۔ خلافت کا دعویٰ کیا اور حضرت علی رض سے لڑائیاں ٹھانیں۔ حضرت علی رض کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسن رض نے حکومت سے

ہاتھ اٹھالیا تو یہ بلا شرکت غیر سلطنت اسلامیہ کے شہنشاہ قرار پائے۔

گویا بیس برس تو شام کے گورنر رہے اور پھر بیس برس تمام ملک کے مالک اور خود مختار بادشاہ۔ آخر رجب سنہ ۶۰ھ ہجری میں سب جاہ و جلال و مال و منال کو چھوڑ کر دنیا سے رحلت کی ۷۷ برس کی عمر پائی۔ جابیہ اور باب الصغیر کے وسط میں بمقام شہر دمشق دفن ہوئے (علی الایام فی خلفاء الاسلام مؤلفہ عطا حسنی بک مصری جلد سوم) امیر معاویہ سے احادیث کی روایت بھی کتب احادیث میں موجود ہے بعض کہتے ہیں ۱۶۸ حدیثیں انھوں نے روایت کیں بعض کے خیال میں پونسٹھ آنحضرت صلعم سے انکی فضیلت میں بھی کچھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں ایک احمد نے دباضی ابن معاویہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب الٰہی معاویہ کو کتاب و حساب کا علم سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

اور ابن شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے کبیر میں عبدالملک ابن عمیر سے روایت کی ہے کہ معاویہ کہتے تھے کہ جس دن سے آنحضرت صلعم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ یا معاویہ اذا ملکت فاحسن اے معاویہ جب تو مالک ملک بنے تو نیکی سے حکومت کیجیو۔ میں اسی دن سے خلافت کی طمع کرنے لگا تھا اور مجھ کو یقین تھا کہ آنحضرت صلعم کا فرمودہ ایکدن ضرور پورا ہوگا اور مجھ کو بادشاہت ملے گی۔

حضرت عمرؓ جب معاویہ کو دیکھتے تو فرماتے ھذا کسریٰ العرب یہ عرب کا کسریٰ ہے۔ مقبری نے کہا ہے کہ تم لوگ ہرقل بادشاہ روم کی مدبری پر تعجب کیا کرتے ہو اور اپنے معاویہ کی مدبری کا خیال نہیں کرتے معاویہ کی بردباری ضرب المثل ہوگئی تھی وہ اسقدر حلیم الطبیعت تھے کہ لوگ انکی مثال دیا کرتے تھے کہ یہ تو ایسا بردبار ہے جیسے معاویہ۔ ابن عون کہتے ہیں کہ ایکدن کسی آدمی نے معاویہ سے کہا خدا کی قسم اے معاویہ ہم تمکو ذراسی دیر میں سیدھا کر دینگے۔ معاویہ نے بہت نرمی سے پوچھا کس چیز سے سیدھا کرو گے اس شخص نے تیز ہو کر جواب دیا

لکڑی سے مار مار کر معاویہ بولے تو بیشک تم مجھ کو سیدھا کر دو گے (حلی الایام)

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جبکہ ابن سہم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایکدن معاویہ کے پاس گیا انکی خلافت کے زمانہ میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ انکے گلے میں رسی بندھی ہوئی ہے اور ایک بچہ اسکو کھینچ رہا ہے میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اسکو برداشت کرتے ہیں۔ وہ بولے خاموش رہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے جس کو خدا بچہ دے تو اسکو چاہیئے کہ اس کی دلجوئی کیا کرے شعبی سے روایت ہے کہ ایک دن کوئی قریشی نوجوان معاویہ کے پاس گیا اور گستاخانہ بات چیت کرنے لگا معاویہ بولے دیکھو بھائی میں تمکو بادشاہ کے سامنے ایسی گفتگو کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ بادشاہوں کا غصہ بچوں کا سا ہوتا ہے اور گرفت شیر کی سی (حلی الایام عطاسی یک جلد سوم)

اہل عرب کا مقولہ تھا کہ ہمارے ملک میں چار آدمی سب سے زیادہ عاقل و مدبر ہیں اور چار سب سے زیادہ عادل و منصف عقل و تدبیر میں معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ ابن شعبہ۔ اور زیاد ابن سفیان اور قوت حکم و منصفی میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ و ابن ثابت (حلی الایام)

سنہ ۴۱ ہجری میں معاویہ کو مطلق العنان حکومت حاصل ہوئی اور ان کے زمانہ میں ایران و سوڈان وغیرہ ممالک کے کچھ علاقے فتح ہوئے۔

جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلافت کا ولیعہد کرنا چاہا تو مدینہ کے حاکم مروان کو لکھا کہ وہ اہل مدینہ کو یزید کی خلافت پر آمادہ کر کے ان سے بیعت لے۔ مروان نے ایک عام جلسہ کیا اور کہا امیر المومنین چاہتے ہیں کہ اپنے لڑکے کو خلیفہ کریں جیسا سنت ابوبکرؓ و عمرؓ یہ سنکر حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر کھڑے ہوئے اور فرمایا جھوٹ کہا یوں کہو کہ سنت کسریٰ اور قیصر کے مطابق کیونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے نہ اپنی اولاد کو جانشین کیا نہ کسی گھر والے کو نامزد کیا۔

جب یہ جلسہ ناکام رہا تو معاویہ خود حج کے بہانہ سے مدینہ میں آئے اور انہوں نے جہاں اور دیگر عمائد و اکابر سے یزید کی خلافت کے بارے میں گفتگو کی وہاں حضرت ابن عمرؓ

سے بھی کہا کہ دیکھو مسلمانوں کے اجماع میں رخنہ نہ ڈالو اور یزید سے بیعت کر لو۔ حضرت
ابن عمرؓ نے فرمایا تم سے پہلے اور بھی خلفاء تھے اور انکی اولاد بھی مگر انہوں نے اپنی اولاد میں
خلافت کی کوئی صلاحیت نہ پائی اور مسلمانوں سے کہدیا کہ انکو اختیار ہے جسکو لائق پائیں
خلیفہ بنالیں۔ تم نے اپنے صاحبزادے بلند اقبال میں ایسی کونسی خوبی دیکھی ہے جو ابوبکرؓ و
عمرؓ کے لڑکوں میں نہ تھی اور جس کی بناء پر تم یہ درخواست لیکر آئے ہو اور مسلمانوں کے
مقررہ اجماع میں رخنہ ڈالتے ہو۔ اگر مسلمان تمہارے بیٹے یزید کو منتخب کر لیں گے تو
مجھے بھی بیعت سے انکار نہ ہوگا مگر ابھی تو میں بیعت نہ کرونگا (حلی الایام)

شعبی کہتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے بیٹھکر خطبہ پڑھنے والے معاویہ ہیں ان سے
پہلے سب لوگ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے مگر جب معاویہ سلطنت کی خوشی میں موٹے
ہوگئے اور ان کے بدن پر چربی بہت بڑھ گئی اور انکا پیٹ آگے کو نکل آیا تو وہ کھڑے
نہ ہوسکتے تھے اور بیٹھے بیٹھے خطبہ پڑھتے تھے (حلی الایام جلد سوم)

زہری کہتے ہیں کہ اسلام میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے کا قاعدہ بھی معاویہ کی ایجاد
ہے ورنہ پہلے نماز کے بعد خطبہ ہوا کرتا تھا۔ معاویہ نے جب دیکھا کہ لوگ ان سے اسقدر
نفرت کرتے ہیں کہ نماز کے بعد کوئی انکا خطبہ سننے کو نہیں ٹھیرتا تو لاچار انہوں نے نماز
سے پہلے خطبہ شروع کر دیا تاکہ یہ لوگ مجبوراً سنیں اور نماز کی خاطر انکو ٹھیرنا پڑے (حلی الایام)

سعید ابن المسیب کہتے ہیں کہ عید کی اذان بھی معاویہ کی ایجاد ہے اور تکبیر میں کمی
بھی پہلے انہوں نے جاری کی تھی (حلی الایام)

وہی کہتے ہیں کہ اسلام میں خادموں کو خصی کرنا اور انکو محل سرا میں رکھنا بھی معاویہ
کی ایجاد ہے اور وہ پہلے شخص ہیں جنکو لوگ دربار میں آکر السلام علیکم یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ
وبرکاتہ کہا کرتے تھے۔ اس سے پہلے یہ الفاظ کسی کو نہیں کہے گئے۔ دفتر کی مہر بھی انہی
کی ایجاد ہے جس پر لکھا تھا لکل عمل ثواب اور ہر عمل کا عوض ملتا ہے اور مسجد میں مقصورہ

بھی پہلے انہوں نے بنایا تھا یعنی بادشاہ کے نماز پڑھنے کے لیے ایک مخصوص حجرہ جو چاروں طرف سے محفوظ ہوتا تھا اور یہ اس لیے تھا کہ کوئی شخص بادشاہ پر حالت نماز میں حملہ نکرنے پائے اور معاویہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کعبہ کا اکہرا غلاف بنوایا ورنہ اس سے پہلے کعبہ پر تہ درتہ غلاف ہوتے تھے مسلمانوں میں وہ پہلا شخص جس نے دُنیاوی انتظامات کے لیے رعایا سے حلف لیے معاویہ تھے اور اس کا رواج عبدالملک ابن مروان تک رہا مگر اس نے حلف کی رسم ترک کردی وہ لوگوں سے یوں حلف لیتا تھا کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہماری بیویوں پر طلاق۔ یا ہماری لونڈی غلام آزاد ۔

(حلی الایام عطاحسنی بک جلد سوم)

حضرت عقیل ابن ابی طالب ایک دفعہ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے معاویہ نے انکی بہت خاطر کی اور ان کے ذمہ جسقدر قرضہ تھا اس کے ادا کرنیکا حکم دیا۔ اس کے بعد کہا۔ کیوں عقیل میں اچھا ہوں یا تمہارے بھائی علیؓ اچھے تھے عقیل نے جواب دیا میری ذات کے لیے تو تم اچھے ہو کہ میرا قرضہ ادا کردیا مگر اپنی ذات کے لیے نہیں کہ دین ترک کرکے دُنیا اختیار کی اور اپنی ذات کے لیے علیؓ اچھے تھے کہ دُنیا ترک کرکے دین اختیار کیا تھا

(عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۳)

ایک دفعہ رات بہت اندھیری تھی اور معاویہ و عقیل ایک جگہ جمع تھے معاویہ نے کہا آج کی رات ہم تمہارے ساتھ ہیں عقیل بولے کہ دن ہم تمہارے ساتھ تھے۔

(عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۴)

اس سوال جواب میں بڑی گہری چوٹیں تھیں معاویہ نے تو عقیل کو طعنہ دیا تھا کہ افلاس کی تاریکی میں ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور عقیل نے کہا کہ دین کی روشنی کے زمانہ میں ہم تمہاری کفر کی تاریکی کے ساتھ ہے کیونکہ جنگ بدر میں معاویہ کے بزرگ آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں آئے تو کچھ بنی ہاشم بھی مجبوراً ان کفار کے ساتھ آئے تھے اسواسطے عقیل

نہایت بلاغت سے ہیں کے مقابلہ میں بدر کا لفظ لاکر گذشتہ تاریخ کا اشارہ کیا۔

حضرت عقیل کی بصارت جاتی رہی تھی ایک دن معاویہ کے پاس گئے تو انھوں نے کہا تم ہاشمیوں کی بصارتیں اکثر جاتی رہتی ہیں عقیل نے جواب دیا۔ ہاں جس طرح بنی امیہ کی بصیرتیں اکثر چلی جایا کرتی ہیں ۔ (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۴)

ایک دن عقیل معاویہ کے دربار میں گئے تو معاویہ نے حاضرین سے خطاب کر کے کہا لو دیکھو ابولہب انہی کا چچا تھا عقیل نے فوراً بے ساختہ جواب دیا ہاں لوگو دیکھو ابولہب کی بیوی جسکو قرآن نے حمالۃ الحطب کا خطاب دیا ہے ان ہی معاویہ کی چچی تھی۔ یہ کہکر معاویہ سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ اے معاویہ جب تم دوزخ میں جاؤ تو میرے چچا ابولہب کے ساتھ بے انصافی نہ کرنا ایسا نہو کہ اپنی چچی کے سامنے میرے چچا کو بھول جاؤ اور فقط چچی ہی کی رعایت کرو (عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۹۴)

حضرت عقیل کی بیوی معاویہ کی قریبی رشتہ دار اور بنی امیہ کی متعصب عورتوں میں تھیں ایکدن اپنے خاوند سے کہنے لگیں میں تم ہاشمیوں کو بہت ہی ناپسند کرتی ہوں میرا دل تم سے کبھی محبت نہ کرے گا کیونکہ تمہاری تلواروں نے میرے باپ میرے بھائی اور میرے چچا کی نقرئی گردنوں کو بدر کے دن کاٹ ڈالا جب مجھے اسکا خیال آتا ہے تو کلیجہ پر سانپ سا لوٹتا ہے اور ہائے میں ان کو کہاں پاؤں گی ۔

حضرت عقیل نے بہت سادگی سے سنجیدہ چہرہ بنا کر آہستہ سے کہا گھبراؤ نہیں وہ ملجائیں گے دوزخ میں جاؤ تو اپنے بائیں طرف جانا وہیں یہ سب موجود ہوں گے ۔

(عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۹۴)

معاویہ کے سامنے یزید کی ولی عہدی کا معاملہ درپیش تھا اور خوشامدی بالاتفاق اسکی تائید کر رہے تھے۔ مگر احنف چپ بیٹھے تھے معاویہ نے کہا تم کچھ نہیں بولتے احنف نے جواب دیا سچ کہوں تو آپکا ڈر ہے جھوٹ کہوں تو خدا کا خوف ہے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۹)

ایک دن معاویہ نے کہا خدا نے ہمارا ذکر قرآن میں کیا ہے وانذر عشیرتک الا قربین اور لایلاف قریش ہماری ہی شان میں ہے کہ ہم رسول کے کنبہ والے اور قریشی ہیں۔ ایک انصاری بولے بہت سی آیات میں آپکا ذکر آیا ہے۔ آپ نے تر دو تین ہی پڑھیں یہ کہکر انہوں نے یہ آیت تلاوت کیں وکذب بہ قومک و یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا اور کہا یہ بھی سب آپکی شان میں ہے اسی طرح جگہ جگہ آپکا ذکر موجود ہے۔ معاویہ جواب سنکر مبہوت ہو گئے اور گردن جھکالی (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۰۰)

انصاری نے جو آیات پڑھیں انکے معنی یہ ہیں اور "تیری قوم نے اسکو جھٹلایا" اور "الہی میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا" یہ آیات پڑھکر انصاری نے معاویہ کی سابقہ اور موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا تھا۔ پہلی آیت سے تو وہ زمانہ یاد دلایا جب معاویہ اور ان کے باپ قرآن و آنحضرت صلعم کی تکذیب کرتے تھے اور دوسری آیت میں اسکو ظاہر کیا اور تم نے قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور حرص دنیا میں مبتلا ہو گئے ہو"

جاریہ نامی ایک لڑکی سے معاویہ نے کہا تیرے ماں باپ کو اور کوئی نام نہ سوجھا جو تیرا نام جاریہ رکھا جس کے معنی لونڈی کے ہیں۔ جاریہ نے بگڑ کر جواب دیا آپ کے والدین کو بھی تو اس معاملہ میں احمق و بے عقل کہہ سکتے ہیں جنہوں نے آپکا نام مونث رکھا حالانکہ آپ کو دعویٰ مرد ہونے کا ہے معاویہ کے معنی ایک کتیا کے ہیں اور آپ کے جدامجد امیہ تھے۔ امیہ جمع ہے امت کی جس کے معنی لونڈی کے ہیں پہلے اپنی حالت پر توجہ کی ہوتی اس کے بعد میرے نام پر اعتراض کرتے معاویہ شرما کر چپ ہو گئے (ایضاً)

حاتم بن عدی سے معاویہ نے پوچھا۔ تمہارے لڑکے کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا سب مارے گئے۔ معاویہ بولے۔ علی بھی کیا منصف مزاج تھے کہ تیرے لڑکوں کو قتل کرا دیا اور اپنے لڑکوں کو بچا لیا ان میں سے ایک بھی قتل نہ ہوا۔ حاتم نے جواب دیا اگر اسی کا نام بے انصافی ہے تو میں سب سے بڑا بے انصاف ہوں کہ میرا آقا علیؓ قتل ہو گیا

اور میں اسکا غلام زندہ موجود ہوں ۔ (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۰۰)

معاویہ نے ایک دفعہ احنف کو مجبور کیا کہ منبر پر جا کر حضرت علیؓ پر لعنت کرو۔ حنیف نے بہت انکار و عذر کیا مگر معاویہ ضد کرتے رہے آخر وہ منبر پر گئے اور انہوں نے کہا اے لوگو مجھ کو امیر المومنین معاویہ نے حکم دیا ہے کہ علیؓ پر لعنت کروں مگر میرا خیال ہے کہ علیؓ اور معاویہ میں باہم اختلاف ہوا اور لڑائی ہوئی اور ہر ایک نے دوسرے کو باغی گردانا میں نہیں جانتا کہ ان میں باغی کون ہے۔ اس واسطے میں خدا تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی اور اپنے سب فرشتوں اور مقبول بندوں کی لعنت اس شخص پر نازل کرے جو اس کے نزدیک باغی ہو کیونکہ وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ حقیقت میں اس لعنت کا مستحق کون ہے (ایضاً صفحہ ۱۰۱)

ابو الطفیل سے معاویہ نے کہا کیا تو حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھا۔ ابو الطفیل نے جواب دیا کہ نہیں میں قتل میں تو شریک نہ تھا مگر قتل کے وقت موجود ضرور تھا۔ معاویہ نے کہا تو نے ان کی مدد کیوں نہ کی۔ ابو الطفیل نے جواب دیا اس لیے کہ کسی مہاجر و انصار نے مدد میں حصہ نہ لیا تھا یہاں تک آپ نے بھی ان کی مدد نہ کی حالانکہ وہ برابر آپ سے مدد مانگتے رہے۔ معاویہ نے کہا میں نے تو انکی مدد سے دریغ نہیں کیا یہ جو میں انکی قتل کا انتقام لینا چاہتا ہوں کیا یہ انکی مدد نہیں ہے۔ ابو الطفیل نے یہ سنکر ایک شعر پڑھا جسکا مطلب تھا

میرے مرنے پر اس نے خوب واویلا مچا کر ماتم کیا اور بڑی بیقراری سے
اپنے غم کو ظاہر کرنے لگا۔ لیکن مرتے وقت جب میں نے کھانیکا ایک نوالہ
اس سے مانگا تو اس نے روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا بھی نہ دیا جو مرنے
سے مجکو بچا لیتا ۔ (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۰۱)

معاویہ ایک دن حضرت علیؓ سے بیزار رہنے کی بیعت لوگوں سے لے رہے تھے۔ بنی تمیم کے ایک شخص نے بیعت کی تو یہ الفاظ کہے۔ اے امیر المومنین ہم عہد کرتے ہیں اس بات کا

کہ تمہاری زندوں کی اطاعت کریں گے اور تمہارے مرنے والوں سے بیزار رہیں گے معاویہ نے یہ فقرہ سنا تو زیادہ سے کہا۔ اس شخص کی عقل سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۰۱)

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کا یہ واقعہ ہے تمیمی نے "مرنے والوں سے بیزار رہیں گے" کے فقرہ میں ان ہی کی طرف اشارہ کیا تھا مگر ایسے بلیغ طریقہ سے کہ معاویہ کو گرفت کا موقع نہ مل سکا کیونکہ اس نے کسی کا نام نہ لیا تھا اور تمہارے مرنے والوں کا جملہ بولا تھا حضرت علیؓ بھی بسبب قرابت نسبی کے اس مفہوم میں آ سکتے تھے اور معاویہ کے گھر والے بھی اس لیے معاویہ کو بھی تمیمی کی عقل کا قائل ہونا پڑا۔ معاویہ نے یمن کے ایک شخص سے کہا تمہاری قوم بھی کیسی بیوقوف ہے کہ ایک عورت کو اپنا حاکم بنا رکھا ہے یمنی نے جواب دیا میری قوم سے زیادہ تمہاری قوم احمق ہے کہ جب اس میں رسول خدا ظاہر ہوئے تو اس نے کہا کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہو تو الٰہی آسمان سے ہم پر پتھر برسا دے اور یہ نہ کہا کہ اگر یہ مدعی حق پر ہو تو ہمکو بھی ہدایت کی توفیق دے کہ ہم اسکو قبول کریں (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۰۰)

ایک دن معاویہ نے عبد اللہ ابن زبیرؓ سے کہا تم جو دعویٰ خلافت دل میں رکھتے ہو کیا تم مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہو۔ ابن زبیر نے جواب دیا میرے زیادہ حقدار ہونے میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ میرے باپ زبیر نے رسول اللہ صلعم کی تصدیق میں جلدی حصہ لیا اور مومن ہو کر ان کی اطاعت میں شریک ہو گئے اور تمہارے باپ ابو سفیان ایمان کے دشمن بنے اور رسول خدا کی دشمنی میں کفار کے پیشوا قرار پائے تو بتاؤ نیابت و خلافت رسول کا حقدار میں ہوں یا تم ہو +

معاویہ نے کہا تم نے غلط سمجھا حقیقت یہ ہے کہ میرے چچا زاد بھائی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور تمہارے باپ کو اپنی اطاعت کے لیے بلایا۔ پس انھوں نے اسکو قبول کیا لہٰذا تم اور تمہارے باپ میرے بھی تابعدار قرار پائے، خواہ بحالت ایمان خواہ بحالت کفر کیونکہ تم میرے ابن عم کے مطیع ہوئے تھے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۹)

ایک دفعہ معاویہ نے مروان سے پوچھا حسینؓ ابن علیؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے مروان نے کہا میرے خیال میں ان کو مدینہ سے بلا کر شام میں رکھنا چاہیئے تاکہ وہ اہل عراق سے دور ہو جائیں اور اہل عراق ان سے دور ہو جائیں پھر کسی سازش و فتنہ کا اندیشہ نہ رہیگا۔ معاویہ نے کہا میں سمجھا تو اپنی راحت چاہتا ہے چونکہ تو مدینہ پر حاکم ہے اور تجھ کو حسینؓ کی نگرانی میں دردسری اٹھانی پڑتی ہے اسواسطے چاہتا ہے کہ اس کو بلا کر دمشق میں میرے سر پر ڈالدے اور میری رات کی نیند اور دن کا کھانا حرام کرے۔

اس کے بعد معاویہ نے سعید ابن العاص کو بلا کر رائے لی۔ انہوں نے کہا آپکو تو حسینؓ سے اندیشہ اپنے بعد کا ہے آپکے جانشین کے لیے خطرہ نہ ہو سو اس سے اطمینان رکھیئے آپکا جانشین حسین کے لیے بہت ہے۔ اگر حسینؓ ٹھیک ٹھیک رہے تو وہ بھی ٹھیک ٹھیک رہیگا۔ ورنہ وہ آپ سے زیادہ عمدگی سے اسکا کام تمام کر دیگا لہٰذا میری دانست میں حسینؓ کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے وہ پر لگا کر آسمان میں نہیں گھس جائیگا جس کی ہمیں تشویش ہو۔ اسپر معاویہ نے کہا دیکھو یہ ہے میری قوم کی رائے (عقد الفرید صفحہ ۹۹)

ایک دفعہ معاویہ کے دربار میں حضرت امام حسینؓ تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ انکا آزاد کردہ غلام ذکوان بھی تھا۔ دربار میں ابن زبیرؓ بھی بیٹھے تھے۔ معاویہ جانتے تھے کہ ان دونوں کے دل میں خلافت کی امنگ ہے اسواسطے نہایت حکمت عملی سے ایسی گفتگو شروع کی جس سے حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ میں رنجش پیدا ہو جائے چنانچہ انہوں نے حضرت امام کی اول تو خوب خاطر کی اور اپنے تخت پر جگہ دی اسکے بعد ان سے خطاب کرکے کہا دیکھو یہ ابن زبیرؓ بیٹھے ہیں جنکو ہمارے اور تمہارے خاندان بنی عبد مناف سے بڑا حسد ہے مگر ابن زبیرؓ معاویہ سے زیادہ ہوشیار تھے انہوں نے اس افسوں کا عقلی منتر جواب میں یہ پڑھا کہ نہیں یہ بات نہیں ہے ہم حسینؓ کی فضیلت اور قرابت رسولؐ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور مانتے ہیں البتہ اگر آپ چاہیں تو اپنے باپ زبیرؓ کی فضیلت آپکے باپ ابوسفیان پر ثابت کر دوں۔

معاویہ اس گرفت سے سٹ پٹا گئے اور حضرت امام حسینؓ خاموش بیٹھے کیونکہ وہ معاویہ کی حکمت عملی کو سمجھ گئے تھے مگر امام کے غلام ذکوان کو جوش آ گیا اور انہوں نے حضرت امام کے مناقب میں ایسے اشعار پڑھنے شروع کیے جن میں ابن زبیرؓ پر طعن تھے معاویہ اس ضرب سے خوش ہو کر بولے واہ، واہ ذکوان نے خوب کہا۔ ابن زبیرؓ نے کہا حسینؓ خاموش ہیں۔ اگر وہ بولتے تو میرا جواب دینا موزوں تھا مگر ان کے ارشاد کے آگے میں ادباً زبان نہ کھولتا۔ غلام کے منہ کیا لگوں ذکوان اس لفظ سے بگڑے اور انہوں نے کہا خاندان رسالت کا غلام بھی تم سے بہتر ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے مولی القوم منھم قوم کا غلام ان ہی میں شامل ہوتا ہے۔ پس خاندان رسالت کا میں غلام ہوں تو ان ہی میں شریک ہوں ؛

ابن زبیرؓ نے کہا میں اسکا کچھ جواب دینا نہیں چاہتا۔ اسپر معاویہ نے پھر آگ بھڑکانی چاہی اور کہا لو خدا کی شان ابن زبیرؓ تم کو مجھ امیر المومنین اور حسین ابن رسول اللہ صلعم کے سامنے فخر کرنے اور بڑا بننے کی جرأت ہوئی۔ ارے ہم اور حسینؓ اس خاندان سے ہیں جو دریا ہے۔ اگر تم اس دریا میں گھسنا چاہو گے تو اس کی موجیں تم کو پاش پاش کر دیں گی ؛

ابن زبیرؓ گردن جھکائے معاویہ کی باتیں سنتے رہے اور ایک منٹ بعد ہی انہوں نے سر اٹھایا اور ایسے پیرایہ سے گفتگو شروع کی جس سے حضرت امام حسینؓ کا قدم گفتگو سے الگ ہو گیا اور براہ راست اس کی زد معاویہ پر پڑی۔ کیونکہ ابن زبیر معاویہ کی حکمت عملی کو سمجھ رہے تھے کہ وہ حسینؓ کا دل اور تمام دربار کا دل مجھ سے مکدر کرنا چاہتے ہیں چونکہ حسینؓ کی عظمت ہر شخص کے دل میں ہے اس لیے معاویہ اپنی قرابت کا اظہار کر کے شامیوں کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم اور حسینؓ تو ایک ہیں۔ ابن زبیر کوئی چیز نہیں۔ ابن زبیر نے حضرت امام حسینؓ کے سکوت سے اس کو بھی سمجھ لیا تھا کہ وہ بھی معاویہ کی چال کو پا گئے ہیں انہوں نے کہا:۔

حاضرین! تم کو خدا کا واسطہ، ذرا انصاف سے کہنا کیا میرے باپ محمد صلعم کے دوست تھے اور کیا میری والدہ اسماء بنت ابی بکرؓ صدیق نہ تھیں اور معاویہ کی والدہ ہندہ نہ تھیں کیا

جنہوں نے رسول اللہ کے چچا کا کلیجہ کھایا تھا کیا میرے نانا ابوبکر صدیق نہ تھے جو رسول اللہ کے یار غار تھے اور کیا معاویہ کے جد بحالت کفر بدر میں رسول اللہ سے لڑنے نہ آئے تھے اور کیا میری چچی اور خالہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضہ اور عائیشہ نہ تھیں اور معاویہ کی چچی ام جمیل ابوجہل کی بیوی نہ تھیں جنکو قرآن نے حمالۃ الحطب کا خطاب دیا ہے اور کیا میری چچی اور خالہ کے خاوند محمدؐ رسول اللہ صلعم اور معاویہ کی چچی کے خاوند ابولہب نہ تھے میری چچی کے شوہر تمام اولاد آدم میں بہتر تھے اور معاویہ کی چچی کے خاوند تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ شقی و بدبخت تھے جن کی شان میں تبت نازل ہوئی۔ سنو سنو میرا نام عبداللہ ہے اور اسکا نام معاویہ ہے۔ اسپر غور کرلو اس سے زیادہ میں اور کیا کہوں۔

دربار میں اس برجستہ و مدلل تقریر سے سناٹا چھا گیا۔ معاویہ کے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں مگر انھوں نے اوسان درست کرکے جوابیہ تقریر شروع کی جو یہ تھی۔

اے ابن زبیرؓ سن تیرے پاس نہ اب کچھ اقتدار ہے نہ پہلے تیرے بزرگوں کی کچھ وقعت تھی تجھے یاد بھی ہے۔ فجار کے دن میرے دادا حرب بن امیہ سردار لشکر تھے اور تیرے باپ اور کنبہ دار انکے معمولی لشکری تھے میرے دادا کے حکم کے سامنے انکی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ان کو کسی بات میں اطاعت کے خلاف جنبش کرنیکی تاب نہ تھی یہ فخر ختم نہ ہوا تھا کہ ہم ہی لوگوں میں خدا نے ایک اور فخر پیدا کیا اور محمدؐ رسول اللہ صلعم ہمارے ہاں پیدا ہوئے اور تیرے باپ خاندان نے حسب عادت ان کی غلامی کا طوق بھی اپنی گردن میں ڈال لیا۔ میرے باپ کا طعنہ کیا دیتا ہے وہ گمراہی میں بھی قوم کا سردار رہا اور ایمان لانے کے بعد اسکی سرداری قایم رہی فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلعم نے جس کے گھر کو امان کا گھر قرار دیا تھا یاد کر وہ میرے ہی باپ ابوسفیان کا گھر تھا۔ تیرے باپ کا نہیں۔ میری ماں ہندہ جاہلیت میں بھی ایسا دل رکھتی تھیں جس میں مردوں کی طرح انتقام کا جوش تھا اور مسلمان ہو کر وہ صفات خیر کا مظہر بنی۔ اپنے نانا صدیق اکبر کا فخر نہ کر انکی صدیقی نے میرے ابن عم کے طفیل عزت پائی ہے۔ عبدالعزیٰ کے

صدقہ ہیں نہیں۔ اور میرے دادا کی شرکت بدر کا جو حوالہ تو نے دیا تو یہ بھی تو سوچا ہوتا کہ ہم اپنے بھائیوں کے سامنے گئے تھے انھوں نے ہم کو قتل کیا ہم نے انکو قتل کیا۔ ہم تیرے خاندان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے اور جو تو نے خدیجہ اور عائشہؓ کا ذکر کیا تو یاد رکھ کہ یہ دونوں ام المومنین میرے ہی ابن عم کے طفیل بنی تھیں۔ آج تو تو ام المومنین عائشہ کے خالہ ہونے پر فخر کرتا ہے کل کا قصہ بھول گیا کہ تو اور تیرا باپ انکو بھگا کر علیؓ کے مقابلہ کے لیے جمل کی لڑائی میں لے گئے تم کو یہ خیال نہ آیا کہ تمہاری عورتیں تو پردہ میں بیٹھی رہیں اور رسول اللہ صلعم کی ناموس گھر سے نکلکر میدان قتال میں جائے اور پھر تیرے باپ کی بزدلی بھی دیکھ لی کہ جب میرا بھائی علیؓ تلوار سونت کر سامنے کھڑا ہوا تو وہ منہ چھپا کر بھاگ نکلا مگر ابو الحسینؓ نے اس کو نہ چھوڑا اور کاٹ کر رکھ دیا۔ تو اپنے اور میرے نام کا حوالہ ناحق دیتا ہے خلقت جانتی ہے کہ کون ہم دونوں میں باعتبار نام اور باعتبار کام افضل ہے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۷)

اس باہمی مباحثہ کے درج کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ ناظرین کو ان جوابات کا علم ہو جائے جو بنی اُمیہ اپنے معترضوں کو دیا کرتے تھے، اب تک لوگ صرف ان اعتراضوں ہی کو جانتے ہیں جو ابن زبیرؓ نے معاویہ پر کیے اور تعجب کرتے ہیں کہ باوجود ان تمام حالتوں کے اہل شام اور پھر تمام اسلامی دنیا نے بنی اُمیہ کی خلافت کو کیونکر منظور کر لیا تھا معاویہ کا یہ جواب انکی تسکین کر دیگا اور وہ جان لیں گے کہ ان حکمت عملیوں سے خلقت کے دل اپنی طرف متوجہ کیے گئے تھے، عام لوگوں میں زیادہ غور کرنے اور تہ کی بات تک پہنچنے کی لیاقت نہیں ہوتی۔ اسواسطے وہ بنی اُمیہ کی ظاہری لسانی اور زبان درازی سے متاثر ہو جاتے تھے ورنہ اس سوال و جواب کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ابن زبیرؓ کی دلیلیں بہت صاف اور زبردست تھیں اور معاویہ کے جوابات میں سوائے لفاظی کے کچھ نہ تھا البتہ اس بات کی تعریف کرنی پڑے گی کہ معاویہ میں اعتراض ہی سے جواب نکال لینے کی مہارت خوب تھی ابن زبیرؓ کے اکثر سوالات کو معاویہ نے پلٹ دیا اور الزامی جواب کی شان انکو اسطرح

وہی کہ معمولی سمجھ والا مغالطہ میں پڑ جائے اور کہنے لگے کہ بیشک معاویہ نے سچ تو کہا۔
ابن زبیرؓ پوچھتے ہیں کہ کیا میرے نانا ابوبکر صدیق نہ تھے؟ معاویہ کہتے ہیں اگر یہ
عزت میرے ابن عم کے سبب حاصل ہوئی تھی مگر کوئی ان سے پوچھتا کہ جسوقت ابن زبیرؓ کے
نانا نے تمہارے ابن عم کی تصدیق کی تھی اور ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کا مقابلہ وہ کر رہے
تھے اسوقت آپنے اور آپ کے باوا جان اور سارے کنبہ نے اس غریب ابن عم کے ساتھ
کیا سلوک کیا تھا اُسوقت بھی آپ ابن عم پر فخر کرتے تھے اسدن تو آپ اپنے بیکس و تنہا
ابن عم کے تشنہ خون ہو رہے تھے اس دن تو آپ اس ابن عم کو اپنے خاندان میں شمار کرتے
ہوئے بھی شرماتے تھے اور اسکو عار سمجھتے تھے اس دن تو آپکے والد ماجد آپکے ابن عم
کو حقارت سے ابن ابی کبشہ کہتے تھے، اور ابن عم کے برباد کرنے میں رات دن کا عیش و آرام
آپنے اور آپکے خاندان نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ بچاری فاختہ سیدا کرتی رہی اور مدینہ
کھانیکے وقت کوے صاحب آ گئے اور رشتے جتانے لگے۔ بدر کی بھوک پیاس میں خندق
کی یاس و ہراس میں احد کی تکالیف بے قیاس میں ابن زبیرؓ کے نانا نے ساتھ دیا تھا آپنے
اور آپکے والد و خاندان نے ان دنوں تو آپ چھری تیز کیے پھرتے تھے کہ موقع ملے کوئی گلا ملے
اور آپ اس کے اوپر اسکو چلائیں۔ آج تخت شاہی نظر آیا تو ابن عم ابن عم کا نعرہ لگایا۔
ساری بحث میں ایک جواب بھی ایسا نہیں جو کسی ایماندار دل کو مطمئن کر سکے ابن زبیرؓ
کی حجتوں میں دین کا رنگ جھلکتا ہے اور معاویہ کے جوابوں میں وہی قومی فخر کا جلوہ نظر آتا
ہے جس کو آنحضرت صلعم مٹانے اور کل مومن اخوۃ کا رنگ جمانے کو تشریف لائے تھے۔

معاویہ نے ساری زندگی اس احساس اسلامی کے فنا کر دینے میں صرف کر دی جو اسلام
نے اخوت کا مسلمانوں میں پیدا کیا تھا۔ معاویہ کے جس قول کو دیکھو گے جس فعل پر نظر کرو گے
صاف معلوم ہو جائیگا کہ وہی جاہلیت کی فخریہ باتیں اُبھار رہے ہیں وہی نسبتی امتیازات کے برباد شدہ
جذبہ کا بتدریج احیاء کر رہے ہیں کبھی ان کے اقوال و اطوار سے یہ پتہ نہ پایا گیا کہ انھوں نے کلمہ وحدانیہ طبائع کو

برانگیختہ کیا ہو۔ انہوں نے جب کہا یہی کہا ہم قریش ہیں۔ ہم عرب ہیں۔ ہم اکیلے ہیں ہم ڈھکے ہیں۔

شروع میں پڑھا ہوگا آنحضرت صلعم کی ایک حدیث میں نقل کی ہے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ الٰہی معاویہ کو کتاب حساب کا علم دے اور عذاب سے انکو بچا "

یہ دعا ایک طرح کی پیشین گوئی تھی جس میں مسلمانوں کو امیر معاویہ کے کیرکٹر سے آگاہی دی گئی تھی۔ آپ نے اس میں فرما دیا کہ معاویہ کو نہ کتاب الٰہی کا علم ہے نہ حساب آخرت کا ڈر نہ عذاب دوزخ کا خوف۔ جب ہی تو آپ نے دعا میں یہ فرمایا کہ الٰہی اس کو کتاب حساب کا علم دے اور عذاب سے بچا یقین ہے کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے موافق خدا تعالیٰ انکو عذاب سے نجات دیگا اور ان کی نجات اعمال کے سبب نہیں محض اس دعا کے طفیل ہوگی "

امیر معاویہ نے

سلطنت کے درخت میں کتنے بے گناہ مومنین کا خون دیا

دنیا کے بادشاہوں میں تو یہ بات کچھ عیب کی نہیں ہے کہ سلطنت اور تاج کی خاطر باپ ماں بھائی بیٹے کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے اور محض حکومت کے استحکام کے لیے بیشمار بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہایا ہے مگر دین کے ضابطہ میں اس گناہ عظیم کا نام و نشان بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔ اسلام کے قانون نے تو قتل عمد کی یہ دفعہ بتائی ہے من قتل مومنا متعمدا فجزاءه جھنم جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا اسکی سزا جہنم ہے۔

مگر جناب معاویہ نے اموی سلطنت کے درخت کو مومن مسلمانوں کا خون پلا پلا کر پرورش کیا تھا حضرت علی رضہ سے صفین کی لڑائی ہوئی اس میں بیشمار مسلمان طرفین کے مارے گئے انکا گناہ بھی امیر معاویہ کے ذمہ ہے کیونکہ انہوں نے محض اپنی سلطنت کی خاطر خون عثمان رض کا ایک فرضی بہانہ نکالا تھا ورنہ موافق و مخالف ہر شخص جانتا ہے اور کہتا ہے کہ معاویہ

کا یہ مطالبہ حضرت علیؓ سے بالکل ناواجب تھا اور معاویہ نے لڑنے اور اپنی سلطنت قایم کرنیکا یہ ایک شرعی حیلہ ایجاد کیا تھا تاہم میں اس جمہوری جنگ کے خون کو معاویہ کے نامہ اعمال میں اپنے قلم سے درج نہیں کرتا اسکا فیصلہ خدا کریگا مگران متعدد عمدی قتلوں سے دامن معاویہ کیونکر پاک کیا جاسکتا ہے جو روز روشن میں ہر تاریخ کے ورق پر اپنی سرخی دکھا رہے ہیں۔

پہلا خون

سیدنا حضرت امام حسنؓ کا ہے جو تاریخ کی روایت و درایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی جدید و قدیم محاکمہ تاریخی و قانونی انکی بریت اس قتل کی شرکت سے نہیں کر سکتا محرم نامہ میں طبری کے حوالہ سے میں نے یہ واقعہ لکھا ہے اور تاریخوں میں بھی اس کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ اگر سب بیانات تاریخی کو جھوٹا اور بہتان بھی مان لیا جائے تب بھی اس میں تو کوئی شخص شبہ نہیں کر سکتا کہ حضرت امام حسنؓ کا زہر کے اثر سے انتقال تو ضرور ہوا تھا اور اسوقت امیر معاویہ کی حکومت بھی قایم تھی اور ان کے اہلکار ادنی ادنی واقعات و مقدمات کی تفتیش و تحقیق بھی کرتے تھے شرعی حدود جاری کیجاتی تھیں۔ مجرموں کو سزائیں ملتی تھیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے اتنے بڑے واقعہ کی نہ معاویہ نے تحقیقات کی نہ انکے کسی اہلکار نے، اگر وہ خود اس کے مجرم نہ تھے تو انکو بحیثیت ایک حاکم کے اس مقدمہ کی جستجو کرنی چاہئے تھی اور اصل مجرم کا پتہ نکالنا واجب تھا۔ مگر انہوں نے کچھ بھی نہ کیا اور اس پراسرار قتل کی ذرا بھی تحقیقات نہ ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہ کا ہاتھ اس میں شریک تھا اور تاریخوں کا بیان بالکل درست ہے کہ انہوں نے زہر دلوا کر حضرت حسنؓ کو شہید کرایا۔

تو کیا یہ قتل عمدیہ تھا اور کیا اس کی سزا میں جناب معاویہ وعید قرآنی کے حد میں نہیں آتے امام حسنؓ نے بغاوت نہیں کی تھی جو اس کی سزا میں پاداش میں زہر دلوایا گیا۔ انہوں نے تو خود ہی معاویہ کو سلطنت دیدی تھی پھر انکا قتل کس خطا کے عوض تھا اور کیا یہ ایک بیگناہ مومن کا خون نہیں ہے جو سلطنت کے درخت میں ڈالا گیا تاکہ وہ سرسبز رہے۔

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے جن کو میں نقل کرتا ہوں کہ امیر معاویہ ہی نے حضرت امام حسنؓ کو زہر دلوایا تھا۔

(۱) عوانہ ابن الحکم کہتے ہیں کہ موت حسنؓ سے چند روز پہلے معاویہ کا ایک حکم مروان ابن الحکم حاکم مدینہ کے نام بصیغہ ضروری آیا تھا کہ حسنؓ کے حال سے فوراً مطلع کرو۔ اس حکم کو آئے ہوئے چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ حسنؓ نے انتقال کیا اور مروان نے اسکی خبر معاویہ کو لکھ بھیجی (طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۸۱)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس غیر معمولی جلدی کی دریافت کا کیا سبب تھا جس کے لیے ضروری احکام نائب کے نام جاری کیے گئے۔ اس سال اور ان ایام کی نسبت تاریخوں میں ایسی کوئی بات درج نہیں ہے جس سے یہ شبہ ہو کہ امام بغاوت کا سامان کر رہے تھے یا اور ایسا کوئی واقعہ پیش آیا تھا جسکی بنا پر معاویہ کو تفتیش حالات امام حسنؓ کی ضرورت پیش آئی۔

(۲) وکان ابن عباسؓ اذا دخل علی معاویۃ اجلسہ معہ علی سریرہ فاذن معاویۃ للناس فاخذوا مجالسھم وجاء ابن عباس فلم یمھلہ معاویۃ ان یسلم حتی قال یا ابن عباس ھل اتاک موت الحسن بن علی قال لا۔ قال معاویۃ قد اتاموتہ فاسترجع ابن عباس وقال الا ان موتہ یا معاویۃ لا یزید فی عمرک ولا یدخل عملا معک فی قبرک فقال لہ معاویۃ اقعد یا ابن عباسؓ فقال ھذا یوم فعوق (طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۱۹) ترجمہ حضرت ابن عباسؓ جب معاویہ کے پاس آتے تو معاویہ انکو اپنے برابر تخت پر جگہ دیا کرتے تھے لیکن جب لوگوں کو حاضری کا اذن ہوا۔ اور سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو ابن عباس بھی آئے معاویہ نے انکو سلام بھی نہ کرنے دیا اور ایک منٹ بھی نہ گزرا کہ سوال کیا۔ کیا تمکو حسنؓ ابن علیؓ کے مرنے کی خبر ملی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں تو معاویہ بولے ہمکو انکے انتقال کی خبر ملی ہے۔ اسپر ابن عباسؓ نے انا للہ پڑھی اور فرمایا اے معاویہ حسن کے مرنے سے تمہاری عمر میں کچھ اضافہ نہیں ہو جائیگا اور نہ انکے اعمال تمہارے ساتھ قبر میں جائینگے۔ اسپر معاویہ نے کہا تم بیٹھو تو سہی ابن عباس بولے یہ دن بیٹھنے کا نہیں۔

اس کے بعد طبقات الاطبا میں معاویہ کی شماتت کا حال ہے جو انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
پر کی اور وہ اشعار ہیں جو قثم بن عباس نے اس شماتت پر معاویہ کے خلاف کہے تھے۔
دیکھیے چور کی ڈاڑھی میں تنکا اسکو کہتے ہیں کیسی گھبراہٹ تھی کہ ابن عباس رض کی
صاحب سلامت بھی نہ ہونے پائی اور خوت سر پہ بولنے لگا ۔
ابن عباس نے بھرے دربار میں صاف صاف معاویہ پر خون حسن رض کا الزام لگایا
جو ان کی گفتگو سے ثابت ہے مگر معاویہ نے اسکی تردید نہ کی اگر وہ بے گناہ ہوتے تو کہتے
کہ ابن عباس رض مجھ پر اسکا الزام کیوں لگاتے ہو۔ میری عمر اور قبر کا ذکر اسوقت کیوں کیا
اسکا حسن رض کی موت سے کیا تعلق۔ لیکن وہ تو ایک مجرم کی طرح بولے تو یہ بولے کہ مجھو تو
سہی جو ہونا تھا ہوگیا۔ اب تم بیٹھو۔ تم نے بھلا فکر کیا۔ مر گئے تو مر جانے دو ۔

دوسرا خون

حضرت عبدالرحمن ابن خالد ابن الولید رض بھی جناب معاویہ کی تیغ حکومت کا شکار ہوئے۔
عن ابی سہیل ان معاویۃ لما اراد ان یظھر العقد لیزید قال لاھل
الشام ان امیر المومنین قد کبرت سنہ ورق جلدہ ودق عظمہ۔ واقترب
اجلہ ویرید۔ ان یستخلف علیکم فمن ترون ؟
فقالوا عبد الرحمن ابن خالد ابن الولید رض۔ فسکت واضمرھا ودس ابن
اثال النصرانی الطبیب الیہ فسقاہ سما فمات (ترجمہ)
ابی سہیل سے روایت ہے کہ جب معاویہ نے یزید کی ولیعہدی کا ارادہ کیا تو اہل شام
سے کہا کہ اب تمہارا بادشاہ بڈھا ہو گیا اسکی کھال ڈھیلی پڑ گئی اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں
اور اس کی اجل قریب آگئی وہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے اپنا کوئی جانشین مقرر کرے
بتاؤ تم کس کو اسکا اہل پاتے ہو تو ان سب نے کہا عبدالرحمن بن خالد بن الولید رض اس منصب کے
لائق ہیں۔ معاویہ یہ جواب سنکر چپ ہو گئے اور انہوں نے اسکو اپنے دل میں رکھا

اور پوشیدہ طور سے ابن آثال عیسائی طبیب کو بلا کر عبدالرحمن پر مامور کیا اور اس نے ان کو زہر پلا دیا۔ جس سے وہ انتقال کر گئے (طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۱۷)

اس کتاب میں اس موقعہ پر یہ بھی ہے کہ جب عبدالرحمن بن خالد بن الولید کی وفات کا حال انکے بھتیجے خالد بن المہاجرؓ کو مکہ میں معلوم ہوا تو وہ اپنے غلام نافع کو لیکر دمشق گئے تاکہ ابن آثال کو قتل کر کے اپنے چچا کا بدلہ لیں۔ ابن آثال معاویہ کا بڑا مقرب تھا جس وقت وہ دربار سے نکلکر گھر کو چلا نافع کی مدد سے خالد ابن المہاجرؓ نے تلوار مار کر ابن آثال کو قتل کر دیا اور بھاگ کر ایک تنگ محلہ میں چھپ گئے۔

معاویہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے کہا ہو نہو یہ کام خالد بن المہاجرؓ کا ہے اسکو تلاش کرو۔ چنانچہ وہ تلاش کرنے سے پکڑے گئے اور معاویہ کے سامنے لائے گئے۔ معاویہ نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت تو نے میرے طبیب کو کیوں قتل کر دیا۔ خالد نے جواب دیا قتلت المامور وبقی الآمر میں نے مامور کو قتل کر دیا اب حکم دینے والا باقی ہے اسپر معاویہ نے نافع کے تو سو کوڑے لگوائے اور خالد کے قبیلہ پر دس ہزار درہم جرمانہ کیا بسند خون بہا ابن آثال کے

طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں ابن آثال طبیب کے حالات میں یہ عبارت ہے:

کان طبیبا متقدما من الاطباء المتمیزین فی دمشق نصرانی المذہب لما ملک معاویۃ ابن ابی سفیان دمشق اصطفاہ لنفسہ واحسن الیہ وکان کثیر الافتقاد لہ والاعتقاد فیہ والمحادثۃ معہ لیلا ونہارا۔ وکان ابن اثال خبیرا بادویۃ المفردۃ والمرکبۃ وقواھا وما منہا سموم قواتل وکان معاویۃ یقربہ لذالک کثیرا ومات فی ایام معاویۃ جماعۃ کثیرۃ من اکابر الناس والامراء من المسلمین بالسم

(ترجمہ) ابن آثال عیسائی مذہب کا ایک پرانا اور ممتاز طبیب دمشق میں تھا جب معاویہ دمشق کے مالک ہوئے تو اس طبیب کو اپنے واسطے منتخب کر لیا اور اسپر بہت کچھ احسانات کیے۔ معاویہ کو اس کے ساتھ بہت کچھ عقیدت تھی رات دن اس سے بات چیت

رہتی تھی اور ابن آثال مفرد و مرکب دواؤں اور ان کے خواص سے خوب ماہر تھا خصوصاً قاتل زہروں سے اسکو بڑی آگاہی تھی اسواسطے معاویہ نے اس کو اپنا مقرب بنا لیا تھا اور اکثر پاس رکھتے تھے اور معاویہ کے زمانہ میں اہل اسلام کی ایک جماعت کثیر بڑے بڑے آدمیوں اور امیروں کی زہر کھلانے سے مرگئی ۔

یہ ایک ایسی شہادت ہے جسکا تعلق کسی فریق سے نہیں ہے۔ تذکرۂ اطبا میں ابن آثال کا ذکر آیا تو اس کے متعلق یہ حالات بھی مصنف نے لکھدئے جس سے اس کی زندگی اور موت کا حال بتانا مقصود تھا ورنہ معاویہ کی ذات سے طبقات الاطبار لکھنے والے کو بحث نہ تھی اور اس نے خاص معاویہ کو ملزم بنانے کے لیے یہ واقعہ نہیں لکھا ۔

صفحہ ۱۷ پر مصنف طبقات الاطبا نے ایک لمبی فہرست ان معتبر راویوں کی بھی دی ہے جن کی سند سے اس نے یہ واقعہ درج کتاب کیا ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفہ صاحب نے دنیا کی چند روزہ بہار کی خاطر ایک کثیر جماعت مسلمانوں کی زہر دلوا دلوا کر تمام کردی اور یہ بیچارے معمولی لوگ نہ تھے بلکہ اکابر اور امرا تھے جن کا خون شجر حکومت کی جڑ میں دیا گیا ۔

ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب امثال میں بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ اس کتاب میں عرب کی مثلوں کا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ جب معاویہ کو عبد الرحمن بن خالد بن الولید سے یہ ڈر ہوا کہ خلقت میرے بعد انکو منتخب کرنا چاہتی ہے تو انہوں نے ان کو طبیب سے زہر پلوا دیا اسوقت جبکہ عبد الرحمن نے رحلت کی تو معاویہ نے یہ فقرہ کہا تھا جو ضرب المثل ہو گیا لاجد الا ما اقعص عنك من تكرہ۔

اور اس کتاب امثال میں معاویہ کا ایک اور فقرہ بھی منقول ہے جو ضرب المثل ہو گیا تھا کہ ان للہ جنودا منہا العسل اور یہ اسوقت کہا تھا کہ جب ان کے حکم کی بموجب ایک دہقان نے مصر کے راستہ میں مالک بن اشتر کو زہر دیکر مار ڈالا تھا ۔

تیسرا خون

ان ہی مالک بن اشتر کا ہے جنکا ذکر ابھی اوپر آیا اُن کو حضرت علیؓ نے مصر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ راستہ کے ایک زمیندار کو معاویہ نے کہلا بھیجا کہ اگر تو مالک کو زہر دیکر مار ڈالے تو تجھکو بیس برس کا خراج معاف کر دیا جائیگا اور اس کے پاس ابن آثال کا بنایا ہوا زہر بھیجدیا جسکو زمیندار نے شہد کے شربت میں ملا کر پلا دیا اور مالک مر گئے اسواسطے معاویہ نے کہا کہ

خدا تعالیٰ کے کچھ لشکر ہیں اور ان ہی میں شہد ہے

اور پھر یہ جملہ ضرب المثل بنگیا۔ بیشک خدا تعالیٰ نے اپنی شانیں ظاہر فرمائی ہیں ان میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے شر کے ظہور کے لیئے آدم زاد اپنی شیطانی حرکات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں اور پھر اسکو خدا سے منسوب کرتے ہیں مگر خدا نے بھی تو ایک ضرب المثل فرمائی ہے کہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ جو ذرہ کی برابر بھی بُرائی کریگا بدلہ پائے گا ۔

اسی طرح اور بہت سے خون ہیں جنکا ذکر تاریخوں میں مذکور ہے مثلاً حجر بن عدی وغیرہ مگر یہاں نمونہ کے طور پر صرف تین خونوں کا جرم حضرت امیر المومنین پر ثابت کرنا کافی ہے قرآن نے تو ایک ہی خون کو بڑا سمجھا ہے اور اس کی شدید سزا مقرر فرمائی ہے اور یہاں ایک چھوڑ تین تین ثابت ہو گئے اور ان تین میں ایک تو خاص پیغمبر زادے کا ہے جو معاویہ کے محسن تھے خلوت گزین عابد تھے اور ایسے بڑے مومن تھے جنکی نظیر مومنین میں مشکل سے ملے گی ۔

حضرت امام حسنؓ ابن رسولؐ اللہ تھے جنکو معاویہ نے زہر دیکر شہید کیا۔ حضرت امام حسنؓ نے معاویہ پر ایک سلطنت بخشنے کا احسان کیا تھا جس کا عوض محسن کشی سے دیا گیا۔ حضرت امام حسنؓ حجرۂ خلوت میں عبادت کر رہے تھے اور معاویہ نے ایک بے ضرر عابد کا خون بہا دیا۔ حضرت امام ایسے مومن تھے جن کی ایمانی شان کے آگے ہر مومن سر جھکاتا ہے اور اس مومن کو عمداً معاویہ نے قتل کیا اور درخت حکومت میں اس خون ایمان کو ڈالا ۔

امیر معاویہ کے اوصاف

معاویہ نے قریش کو مخاطب کر کے کہا کیا میں تم کو اپنے اور تمہارے باہمی تعلقات کی وابستگی کا سبب بتاؤں۔ وہ بولے ہاں بتائیے تو معاویہ نے کہا سنو جب تم تیز ہو کر اُڑنا چاہتے ہیں تو میں ڈھیلا ہو کر رُک جاتا ہوں اور جب تم کو ڈھیلا اور پرواز میں نہ کا ہوا دیکھتا ہوں تو میری تیزی پرواز بڑھ جاتی ہوں۔ اگر میں یہ وزن قایم نہ رکھتا تو ہم دونوں تباہ و بیکار ہو جاتے (بروایت عتبی در عقد الفرید)

معاویہ نے ایک دن کہا اگر میرے اور خلقت کے درمیان ایک بال بھی باقی رہیگا تب بھی میں اپنے اور اس کے تعلق کو ٹوٹنے سے بچا لونگا۔ پوچھا گیا ایسی نازک حالت میں آپ کیونکر تعلقات کو قایم رکھ سکیں گے جواب دیا اس کہ جب خلقت بال کو کھینچے گی تاکہ تعلق ٹوٹ جائے تو میں بال میں ڈھیل دیدوں گا اور جب خلقت بال میں ڈھیل دیگی اور میرے رشتہ سے دور ہونا چاہے گی تو میں بال کو کھینچکر ان کے قریب ہو جاؤں گا (بروایت عتبی در عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

زیاد ابن ابی سفیان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنے کسی ماتحت پر خراج کے معاملہ میں سختی کی اس نے معاویہ تک شکایت پہنچائی میں نے معاویہ کو لکھا کہ آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیجئے گا ورنہ میرے انتظام میں خلل پڑے گا اور اسکا اثر آپکی سلطنت پر بھی ہوگا کیونکہ میں آپ ہی کا اہل کار ہوں۔

معاویہ نے جواب دیا۔ سیاست کا کام یوں ہی چلا کرتا ہے کہ ایک شخص سختی کرتا ہے اور دوسرا نرمی اس طرح وزن برابر ہو جاتا ہے۔ اگر برابر سختی ہو یا برابر نرمی ہو تو حکومت میں فرق پڑ جاتا ہے (بروایت عتبی در عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۱۲)

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ معاویہ غصہ کو ہنسی میں ٹال دیا کرتے تھے اور بے ضرورت کبھی نہ سوتے تھے۔ (ایضاً)

حضرت ابن عباسؓ سے معاویہ کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا انکا حلم غصہ کے لیے وبال جان تھا۔ ان کی سخاوت زبانوں کا قفل تھی۔ ان کو دلوں کا جوڑنا خوب آتا تھا۔ اور یہی وجہ ان کی حکومت کے استحکام کی تھی (،،)

جب حضرت امام حسنؓ نے معاویہ کو خلافت دیدی اور جھگڑے طے ہو گئے تو معاویہ نے خون حضرت عثمان کے انتقام کا ذکر چھوڑ دیا اس کے بعد وہ مدینہ میں آئے اور حضرت عثمان کی بیٹی عائشہؓ سے ملنے ان کے گھر میں گئے تو وہ بے اختیار رونے لگیں اور انہوں نے کہا اب تم نے میرے باپ کے بدلہ لینے کا خیال چھوڑ دیا اور حکومت حاصل ہوتے ہی اپنی زبان بند کر لی تو معاویہ نے جواب دیا لوگوں نے مجھ کو اطاعت دی میں نے انکو امن دیا میں نے انکے سامنے اپنا علم ظاہر کیا جس کی تہ میں غصہ پوشیدہ ہے اور انہوں نے میرے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کی جسکی تہ میں حسد مخفی ہے۔ ہر آدمی کے پاس اسکی تلوار موجود ہے اور وہ موقع کا انتظار کر رہا ہے پس اگر میں ان سے عہد شکنی کروں تو وہ میرے ساتھ عہد شکنی کرینگے۔ اس کے بعد کس کو خبر ہے کہ وہ مجھپر غلبہ حاصل کریں گے یا میں ہی انپر غالب ہونگا لہذا آج کے دن کو غنیمت جان کہ تو امیر المومنین عثمان کی بیٹی نہیں تو امیر المومنین معاویہ کی بھتیجی تو کہلاتی ہے۔ اگر تیری خاطر میں نقض عہد کروں اور معاملہ دگرگوں ہو کر یہ حکومت میرے ہاتھ سے نکل جائے۔ تو پھر اسوقت تو ایک معمولی عورت رہ جائیگی (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

مدینہ میں آکر معاویہ نے ایک لیکچر دیا اور تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر بولے:۔

اے لوگو۔ ابوبکر صدیقؓ نے دنیا کو چھوڑا اور دنیا نے ان کو چھوڑ دیا۔ عمر فاروقؓ پر دنیا فریفتہ ہوئی مگر انہوں نے اسکو منہ نہ لگایا۔ عثمانؓ غنی دنیا سے بیزار ہوئے اور دنیا ان سے بیزار ہوئی۔ اور میں دنیا کی طرف مائل ہوا۔ اور وہ میری طرف جھک پڑی (،)

اب میں اسکا بیٹا ہوں اور وہ میری ماں ہے اگر تم مجھ کو اچھا نہیں سمجھتے تو نہ سمجھو۔ میں تو اپنے وجود کو تمہارے لیے اچھا سمجھتا ہوں (عقد الفرید صفحہ ۲۱۳)

بشر بن ارطاۃ حضرت علیؓ سے خفا ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے اور ان کے سامنے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اسوقت زید بن عمر بن الخطاب بھی تشریف رکھتے تھے انہوں نے بشر بن ارطاۃ کی بیہودہ گوئی سے ناراض ہو کر ایک طمانچہ انکے کلہ پر مارا تو اسپر معاویہ نے حضرت زید سے فرمایا تمنے ایک بزرگ قوم اور سردار قریش کے ساتھ زیادتی کی اور پھر بشر ارطاۃ سے مخاطب ہو کر بولے بھائی تو نے یہ خیال نہ کیا کہ علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ زید کی ماں ہے۔ وہ اپنے نانا کی بدگوئی کب گوارہ کریگا کیونکہ اس میں فاروقؓ کا غیور خون ہے (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے معاویہ کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور جب وہ مکہ میں آئے تو ان کی والدہ ہندہ نے ان سے کہا۔ بیٹا اگرچہ تجھ جیسا آزاد آج تک کسی ماں نے نہیں جنا مگر تجھ کو لازم ہے کہ جس شخص نے یہ حکومت تجھ کو دی ہے اس کی مرضی کے موافق کام کیجیو چاہے تیرے دل کو اسکا حکم اچھا معلوم ہو یا برا لگے کسی حال میں انحراف نہ کیجیو۔

اس کے بعد وہ اپنے باپ ابوسفیان سے ملے تو انہوں نے کہا بیٹا یہ مہاجرین ہم سے آگے بڑھ گئے کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی۔ اور ہم پیچھے رہ گئے کہ ہمنے قبولیت دین میں دیر لگائی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم انکے تابعدار ہو گئے اور وہ ہمارے سردار بن گئے۔ اب انہوں نے تجھ کو ایک کام دیا ہے تو تجھ کو لازم ہے کہ ان کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کیجیو۔ کہ ایک دن اس اطاعت کے سبب تو وہاں پہنچ جائے گا جہاں وہ خود آجکل ہیں (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

حضرت عمر فاروقؓ جب شام کے ملک میں تشریف لے گئے اور انہوں نے معاویہ کی شان و شوکت دیکھی تو انہوں نے معاویہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ معاویہ خاموش ہو کر پیچھے پیچھے پیدل چلنے لگے تو عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت فاروقؓ اعظم سے عرض کیا اس پیدل کی طرف بھی توجہ فرمایئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے معاویہ تیرے

دروازہ پر دربان اور پہرہ دار کیوں ہیں اور تو نے یہ شاہانہ ٹھاٹھ کیوں بنا رکھے ہیں فریادی لوگ تیرے پاس کیونکر آسکیں گے معاویہ نے کہا اس ملک میں دشمنوں کے جاسوس ہر وقت موجود رہتے ہیں اگر یہ انتظامات نمود اور دکھاوے کے نہوں تو اسلامی رعب ان کے دلوں سے اُٹھ جائے گا مگر مجھے آنجناب کا حکم اسکے خلاف ملے گا تو فوراً اطاعت کی جائے گی اور ان لوازمات کو دور کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تیرا بیان درست ہے تب تو بڑا عاقل حاکم ہے! اور اگر غلط ہے تو تو بڑا فریبی ادیب ہے ہاں میں تجکو نہ اس سے منع کرسکتا ہوں نہ اسکا حکم دے سکتا ہوں (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد معاویہ حج کرنے آئے تو مدینہ میں منبر پر چڑھکر حضرت علیؓ پر لعنت کرنیکا ارادہ کیا لوگوں نے کہا حضرت سعد بن وقاصؓ کی اجازت لیے بغیر یہ حرکت ہوئی تو اندیشہ فساد کا ہے معاویہ نے حضرت سعد سے دریافت کرایا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو میں مسجد سے چلا آؤنگا اور پھر کبھی اس مسجد میں نہ جاؤنگا جہاں علیؓ کو گالیاں دی جائیں معاویہ نے سُنا تو لعن سے باز رہے اور جب سعد کا انتقال ہو گیا تب اپنا سابقہ ارادہ پورا کیا (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

بیان کرنیوالے کا مقصد یہ ہے کہ معاویہ تحمل و انتظار کی پالیسی میں یگانہ مدبر اور موقع شناس تھے

ایک دفعہ صعصعہ بن صوحان معاویہ کے پاس گئے انکے چہرہ پر راستہ کی گرد جمی ہوئی تھی معاویہ نے عمرو بن العاص بطور اعتراض وہجو کے اس خاک کا ذکر کیا صعصعہ نے کہا میں اس مٹی سے پیدا ہوا ہوں اور اسی میں ملجانا ہے آپ جو اسپر طعن کرتے ہیں تو شاید آپ اُس آگ سے پیدا ہوئے ہیں جس سے شیطان پیدا ہوا تھا اور شاید آپ کی آخرت بھی اسی آگ میں ہوگی (عقد الفرید ۲۱۳)

ایک دن معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا کہ علیؓ کے مقابلہ میں میری کامیابی کی چار وجوہ تھیں۔ اوّل تو یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور علیؓ سب باتیں لوگوں پر

ظاہر کر دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے پاس فوج تھی اور علی کے پاس نا فرمان بشیر یہ کہ جنگ جمل میں میں نے حصہ نہ لیا اور سمجھ لیا کہ علیؓ جیتے تو میرا فائدہ ہے کہ انکے سامنے میرے حریف ہیں۔ اور حریف جیت گئے تو میرا نفع ہے کہ علیؓ کی قوت ٹوٹ جائیگی اور چوتھے یہ کہ میں قریش میں مقبول تھا اور علیؓ سے لوگ ناراض تھے (عقد الفرید صفحہ ۳۱۲)

ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبان سے یہ روایت کتاب مصنف میں نقل کی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ بنی اُمیہ کہتے ہیں کہ ہم پیغمبر خدا صلعم کے جانشین و خلیفہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا جھوٹے ہیں۔ وہ نائب رسول اور خلیفہ نہیں ہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور بادشاہ بھی بڑے تند مزاج (حلی الایام فی خلفاء الاسلام جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید الارمنی سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام احمد حنبلؒ سے پوچھا خلفاء کون کون ہیں امام نے فرمایا ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ انہوں نے پوچھا اور معاویہ؟ علیؓ کے سامنے کوئی شخص خلافت کا حقدار نہ تھا (حلی الایام صفحہ ۱۳۱)

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ ابن احمد حنبلؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے علیؓ اور معاویہ کی بابت اپنے والد سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا علیؓ کے بہت سے دشمن تھے اور وہ چاہتے تھے کہ علیؓ کا کوئی عیب معلوم کریں۔ مگر علیؓ ایسے بے عیب تھے کہ دشمنوں کو کوئی عیب علیؓ میں نہ ملا تو وہ معاویہ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور معاویہ نے انکی مدد سے علیؓ کے ساتھ جدال و قتال شروع کر دیا (حلی الایام صفحہ ۱۳۲)

حضرت امام احمد حنبل کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے خلاف معاویہ کو کھڑے ہونے کی جرأت ان دشمنوں کے پانے کے سبب ہوئی ورنہ علیؓ کے سامنے انکی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔

امیر معاویہ مفتی اسلام کی نظر میں

نقل کے حالات بطور نمونہ کے پڑھ لیئے تو اب امیر معاویہ پر عقلی نظر سے بحث کرنی چاہیئے۔ اس کے تین حصے کرنے پڑیں گے ایک مذہبی دوسرا سیاسی تیسرا تمدنی۔

مذہبی نگاہ سے دیکھ کر معاویہ کی بنسبت گفتگو کرنا مفتی شرع کا کام ہے جو یہ شخص یہ منصب نہ رکھتا ہو اسکو فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ایک شخص عید کا چاند اپنی آنکھ سے دیکھے مگر مفتی اسکی شہادت کو قبول نہ کرے تو اس کو سب مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھنا لازمی ہوگا۔ اسی طرح ایک آدمی تاریخوں اور آثار صحابہ کی معتبر کتابوں میں جب دیکھے کہ معاویہ اسلامی احکام کی بموجب پورے مسلمان ثابت نہیں ہوتے تو اسکو بطور خود کفر کا فتویٰ دینے کا اختیار نہ ہوگا تاوقتیکہ حاکم مجاز نص و اجماع سے اس فتوے کی تصدیق نکرے میں مفتی نہیں ہوں اور مجھ کو یا تجھ جیسے ہر آدمی کو جائز نہیں ہے کہ اختیار فتویٰ دہی کے حاصل کیے بغیر اس نازک مسئلہ میں جلدی سے کچھ کہدے اور جو قلم کی زبان پر آئے لکھدے۔

لیکن جسقدر ایک عامی مسلمان کو مذہبی معلومات میں غور کرنے اور متعلقات یا قول سے نتیجہ نکالنے کا حق حاصل ہے اور جس حد تک وہ اپنی ذاتی رائے کو مفتی اسلام کے سامنے بطور شہادت کے پیش کر سکتا ہے میں عدالت دین کے روبرو ہر قسم کی جرح کو پیش نظر رکھکر راستی و بیباکی سے گواہی دے سکونگا کہ امیر معاویہ میں اسلام کا روحانی اثر بالکل نہیں پایا جاتا انکے عقلمند۔ مدبر اور ایک بڑی سلطنت کے بانی ہونے میں شک نہیں مگر انکے افعال و اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں اسلام کی اصلی رنگت بھی کچھ تھی۔

لارڈ سالسبری اور مسٹر گلیڈسٹون بھی بڑے عاقل و مدبر تھے اور ہندوستان کے سات کروڑ محکوم مسلمانوں کا حوالہ دیکر وہ اپنی سلطنت کو اسلامی سلطنت کہا کرتے تھے مگر کیا مسلمانوں نے کبھی ان مدبروں کو سیاسی تعلق سے آگے بڑھکر مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا یا کم از کم ان کے مسلمان ہونے کا گمان انکو ہوا تھا۔

امیر معاویہ کی حکومت پرستی نے خود ان کے ذاتی مذہب کو کس قدر نقصان پہنچایا یہ میں لکھ چکا ہوں کہ اسکا بتانا میرے منصب کے خلاف ہے البتہ یہ بتانے اور شہادت میں ظاہر کرنیکا مجھے حق حاصل ہے کہ انکے طرز عمل نے بعض دیگر مسلمانوں میں حب جاہ

پیدا کر دی۔ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی مذہبی زندگی کو بھول گئے۔ اور دُنیا پرستی اور حکمرانی کا شوق انکے ذوقِ عبادت پر غالب آگیا۔ جس محبت اور رغبت الی اللہ کی تعلیم اسلام نے دی تھی اور جن اصول خدا پرستی و خدا جوئی و خدا دانی پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ سب کے سب دُنیا پرستی دُنیا جوئی و دنیا دانی کے دستِ ستم سے متزلزل ہوگئے اور اس کے بانی بلا شرکت غیر معاویہ ہی تھے۔ اور الدال علی الشی کفاعلہ بر آئی اور گناہ پر رغبت پیدا کرنیوالا بھی مثل اس گنہ گار کے ہے جس نے یہ بدی کی۔ پس اس حساب سے سیکڑوں ہزاروں دُنیا پرستوں کے اعمال سیئہ بھی امیر معاویہ کے نامۂ اعمال میں لکھے چاہئیں میں عزت مآب حضرت مفتی شرع کو یاد دلاؤنگا کہ اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ کلمۂ وحدت۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور ایک مسلمان کے کمالات کی تکمیل ان ہی ارکان خمسہ کی تکمیل سے ہوتی ہے مگر امیر معاویہ کی زندگی میں کمال کلمہ۔ کمال صلوٰۃ۔ کمال صیام۔ کمال حج۔ کمال زکوٰۃ کے حالات تو بالکل ناپید ہیں اور اس کے عوض کمال سیاست کمال حرب و ضرب کمال مکر و فریب کے افسانے ان کی حیات کے کارنامے نظر آتے ہیں تو کیا سرکار شریعت پناہ مقدمہ کے اس ضروری اور اہم پہلو پر توجہ نفرمائے گی؟

میں حرمت مدار حاکم شرع پروردگار کی یادداشت میں مسلمانوں کے اوصاف دینی لکھوانے چاہونگا تو قرآن شریف کے اٹھارہویں پارہ کی ابتدائی آیات پڑھکر عرض کرونگا کہ انکو مقدمہ کی مثل میں ضرور درج کرنا چاہیئے تاکہ آپکو معاویہ کی نسبت فتویٰ دینے سے خیال ہو کہ وہ خدا کی ان علامات میں سے کوئی علامت بھی اپنے اندر رکھتے تھے۔ وہ فرماتا ہے:۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ط والذین ھم عن اللغو معرضون ط والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ط والذین ھم لفروجھم حافظون۔ الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاولئک ھم العادون ط والذین ھم لامانتھم وعھدھم

راعون ط والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون ط اولٓئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیہا خالدون ط ترجمہ فلاحیت ان ہی مومنوں کو ہے جو اپنی نمازوں میں (ذوق وشوق اور) عاجزی رکھتے ہیں۔ اور جو لغو باتوں سے بیرخ رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ ان میں ان پر کچھ الزام نہیں ہے لیکن جو اسکے سوا چاہتے ہیں تو وہی لوگ (حد شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں (فلاحیت ہے ان کے لیے) اور (انکے لیے) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں یہی لوگ اصلی وارث ہیں جو بہشت بریں کی میراث پائیں گے اور (پھر جن میں) وہ ہمیشہ رہیں گے +

ان آیات کو پڑھیے کہ ان میں مومنین کے کیا کیا اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور پھر امیر معاویہ کی زندگانی سے ایک ایک وصف کو مقابلہ کرکے دیکھتے جائیے ان کی باخشوع نمازوں کا ذکر نہ ملے گا۔ لغو باتوں سے بیرخی کہا دنیا کی لغویت میں ازسرتاپا غرق پایا جائیگا۔ زکوٰۃ دینے کے تذکرے کم ہوں گے اور زکوٰۃ لینے کے زیادہ حفاظت شرمگاہ البتہ ایک ایسا وصف ہے جس میں خود معاویہ کی ذات پر کوئی الزام دستیاب نہیں ہوتا۔ انکے جانشینوں کے تو بیشمار کارنامے ہیں مگر امیر معاویہ اس مسئلہ میں پاکباز نظر آتے ہیں۔ امانت اور عہد کی پاسداری وپابندی کو تو امیر معاویہ سے اتنی ہی دوری ہے جتنی بنی فاطمہ وبنی ہاشم کو خیانت اور عہد شکنی سے دوری ہے یا آسمان کو زمین سے علیحدگی ہے انکا کوئی کام کبھی موافق عہد اور حسب شرائط امانت شعاری نہیں پایا جاتا +

نماز کی حفاظت اکثر اوقات ان سے ثابت ہے کیونکہ مسجد میں جماعت خصوصاً جمعہ کی جماعت بادشاہ وقت کی حضوری میں ہونی لازمی تھی۔ اور یہ وہ چیز تھی

جس پر سیاست حکومت کا قطعی دارومدار تھا لہٰذا نماز کی حفاظت بھی سیاسی غرض کے ماتحت تھی۔ اگر خدا کے فرض کا احساس انکے دل میں ہوتا تو ان کی نمازوں میں خشوع و خضوع بھی پایا جاتا۔ مگر اس کی اتنی ہی کمی تھی کہ حضرت ابی ہریرہ کا قصہ بچہ بچہ کی زبان پر مشہور ہوگیا ہے کہ وہ کھانا تو امیر معاویہ کے ساتھ کھاتے تھے اور نماز حضرت علیؓ کے ساتھ پڑھتے تھے کسی نے کہا یہ دورخی پالیسی کیسی؟ جواب دیا کھانے کا مزا معاویہ کے دسترخوان پر ہے کہ ہمہ نعمت موجود ہوتی ہے اور نماز کا لطف علی کے ساتھ ہے کہ معراج المومنین کا کیف سامنے نظر آجاتا ہے۔

پس قرآن کے ان ستہ ضروریہ اوصاف میں صرف ایک صفت ان میں پایا جاتا ہے اور پانچ غائب ہیں۔ للاکثر حکم الکل جس کی زیادتی ہو فیصلہ اسی کے حق میں ہوتا ہے اور زیادتی اوصاف حسنہ کی معدومیت کی ہے۔

مذہبیت کا فلسفہ ارتقا

قدرت نے ہر چیز کا ایک فلسفہ یعنی عقلی وجہ مقرر کی ہے وہ جو کہتے ہیں خربزہ خربزہ کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ مذہبیت میں بھی اثر ارتقائی ہے۔ جب ایک بڑے شخص کو ماتحت اثرات کے اشخاص کسی اچھے کام میں مصروف دیکھتے ہیں تو وہ بھی اچھے کام کرنے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی ذاتی اعمال حسنہ نے تمام ہمنشینوں کو نیک کردار بنا دیا تھا۔ کہنے اور نصیحت کرنے کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کرکے دکھانے کی تاثیر دوسروں کو متاثر کرتی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ فاروق حضرت عثمان غنیؓ حضرت علیؓ مرتضیٰ کی عبادت اور متقیانہ طرز حکومت نے تمام رعایا کو ذوق عبادت اور تقویٰ و خشیۃ اللہ میں مصروف کر دیا۔ انہوں نے جب اپنے پیشواؤں اور حاکموں کو دیکھا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں تو ان سب کے ذہن و خیالات بھی اسی سانچے میں ڈھل گئے۔

لیکن جب انہوں نے امیر معاویہ کو دنیا کے پیکش مکش میں مصروف دیکھا اور انکی

دُنیا طلبی زر طلبی سے اونچی نظر آنے لگی تو رعایا میں بھی یہی جذبات پیدا ہو گئے وہ بھی طلب دین کو چھوڑ کر طلب دُنیا کی خواہشات میں مبتلا ہو گئی "۔

پس اس اعتبار سے اسلام اور اسکے شعار روحانی کو سب سے پہلے گھن لگانے والے معاویہ ہیں اور مذہبی احساس کا فروغ ان ہی کی ذات سے مضمحل و پست ہوا اور یہ وہ جرم ہے جس کی انتہا قیامت تک ختم نہ ہوگی اور معاویہ کا مذہبی اعمال نامہ روز محشر تک فرشتوں کے زیر نوشت رہیگا "۔

امیر معاویہ کی زندگی کے مذہبی پہلو پر میں سمجھتا ہوں میری یہ مختصر گواہی کافی ہے اور حاکم شرع اس شہادت پر غور کرنے سے باآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے جس کو ظاہر کرنے سے میں نے احتیاطاً انکار کیا ہے "۔

امیر معاویہ کے سیاسی جرائم

یہ چودھویں اور بیسویں صدی سیاست کی صدی ہے اس دور میں معمولی معمولی آدمی بھی کلیات سیاست پر بحث کرنی جانتے ہیں یہ وہ زمانہ ہے جس نے تمام شخصی اور خود مختار حکومتوں کا ستیاناس کر دیا اور دُنیا کے ہر گوشہ میں جمہوریت کے جھنڈے نصب ہو گئے۔

آج جن اصول مساوات اور باہمی مشارکت پر حکومت کی مشین چلائی جا رہی ہے یا اس کے مطالبات ہو رہے ہیں یہ سب اسلامی جمہوریت کے اصول سے اخذ کیے گئے ہیں۔ ان میں اکثر خوبیاں اسلامی طرز جمہوریت کی ہیں اور دانشمند محسوس کرتے ہیں کہ جب تک قرن اول کے قانون اسلامی کی بموجب موجودہ جمہوریت کو مکمل نہ کیا جائے گا جہانبانی جمہوریت کامل نہ ہوگی۔ موجودہ عہد میں پوری جمہوریت کی مثالیں فرانس و امریکہ میں پائی جاتی ہیں مگر ان میں بھی باوجود کمال اور عروج کل حاصل کر لینے کے افراد کا باہمی امتیاز باقی ہے۔ دولتمند اور مفلس۔ عالم و جاہل حسین و بدشکل عورت و مرد میں معاشرت کے ہر پہلو اختلافات ہیں۔ کھانے پینے میں امیر افراد غریب لوگوں کو اپنا شریک نہیں کرتے بہنے

سہنے میں ان میں بڑی تفریق ہے۔ امیروں کے محلے الگ ہیں اور غریبوں کے الگ۔ یہانتک کہ عبادت خدا میں بھی انکا اتحاد نہیں ہے امیروں کے گرجا میں غریب نہیں جا سکتے اور غریبوں کے عبادت خانوں میں امیر نہیں آتے "

یہ جمہوریت کبھی کامیاب نہو گی جب تک اسلامی جمہوریت کی تقلید ان میں رواج نہ پائے اسلام نے جس جمہوریت کی بُنیاد رکھی تھی اس میں موجودہ جمہوری حکومتوں کے سب اوصاف تو تھے مگر افراد کے یہ باہمی امتیازات اور تفرقے نہ تھے۔ ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان خلیفہ وقت کے برابر نماز میں کھڑا ہو سکتا تھا۔ ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ ساتھ بیٹھتا اُٹھتا تھا اور ذرا بھی فرق و امتیاز امیر غریب اور حاکم محکوم میں نہ تھا "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی جمہوریت تھی اور چاروں خلفاء کے زمانہ میں بھی۔ مگر امیر معاویہ نے اسکو توڑ ڈالا انہوں نے تلوار اور ڈپلومیسی کے زور سے اسلامی جمہوریت کے تمام قواعد پامال کر دیا اور قیصر و کسریٰ کے شخصی اقتدار کو اپنی ہستی میں نمایاں کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگئے ان کی ذات نے امیر غریب کا امتیاز قایم کر دیا۔ انکے دور حکومت نے ذات پات کا فخر دوبارہ اُبھار لیا جس کو آنحضرت صلعم نے زور نبوت سے دبا دیا تھا۔ انہوں نے افراد کی عمومیت، و مساوات کو مٹا کر شخصیات کی تفریقیں پیدا کیں وہ عام و خاص کی ملکر ایک رکابی میں طعام نوشی مفقود ہوگئی۔ وہ رائے کی آزادی اور بے باکی تلواروں نے اپنے ظلم و ستم سے نابود کر دی یہانتک کہ معاویہ نے عبادت میں بھی عوام سے امتیاز پیدا کیا۔ اور بادشاہ کے لیے مسجد میں ایک محدود و مخصوص جگہ بنوائی جس نے شاہ و گدا کی وہ مساوات کھو دی جبکہ وہ پروردگار کے سامنے بازو سے بازو ملا کر کھڑے ہوتے تھے "

اگر معاویہ نہوتے تو آج تمام دنیا کا جمہوری قانون اسلامی جمہوریت کے ماتحت ہوتا معاویہ نے مسلمانوں کے سیاسی فروغ کو جو اصول مساوات کی بجلیوں کے ساتھ تمام

افق کائنات پر چمکنا چاہتا تھا نفسانیت کے بادلوں میں دبا دیا اور چھپا دیا "

آج معاویہ زندہ ہوتے تو ہندوستان کے بنگالی ان پر گولی چلاتے۔ یورپ کے سوشلسٹ (اشتراکی) ان کو ملیا میٹ کر دینے کی کوشش کرتے اور اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو نہ سہی انکے اعمال و افعال تاریخوں میں زندہ ہیں جن کو جمہوریت کے تمام فدائی اور حریت کے کل شیدائی قیامت تک نفرت و حقارت سے یاد کریں گے اور مسلمانوں کا حزب الاحرار اپنی نئی نسلوں کو اس عدوے مساوات کی دشمنی ورثہ میں دیا کرے گا "

امیر معاویہ نے آنحضرت ؐ اور خلفائے اربعہ کے تمام اصول جمہوری کو توڑ ڈالا اور کوئی تسمہ آزادی رائے کی گردن میں باقی نہ رکھا۔ اپنے بیٹے یزید کی بادشاہت بطور ورثہ کے انہوں نے قایم کی اور اسکو بنیادی جرم جمہوریت کے خلاف کہا جاتا ہے مگر جناب معاویہ کے باقی جرائم کی فہرست بہت طویل ہے یزید کی ولیعہدی بیشک ان جرائم میں سب سے بڑا اور قابل یادگار جرم ہے لیکن احرار ملت کو انکے دوسرے جرائم ملکیہ و سیاسیہ کا بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے جن کے اشارے دیے گئے اوپر کیے ہیں اور جنکی وضاحت کتاب کے طویل ہو جانے کے خوف سے اچھی طرح نہ ہو سکی "

امیر معاویہ کی تمدنی خطائیں

زندگی ایک رزم ہے۔ زندگی ایک بزم ہے۔ زندگی دکھ کی زنجیر ہے۔ زندگی عیش خانہ ہے زندگی ایک کٹھن امتحان انسان کے احساس فرائض کا ہے۔ کہتے ہیں مرنا مشکل ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنا کچھ مشکل نہیں دشوار جینا ہے کیونکہ موت تمام فرائض کی ڈکھن کو ختم کر دیتی ہے اور جینا مشکلات حیات کے ہنڈولے میں بٹھا کے آدمی کو ہر وقت نشیب و فراز کے تماشے دکھایا کرتا ہے

روز اول سے یوم حاضر تک ہر عاقل دماغ اور ہر فلسفی ذہن زندگی اور تمدن کی اصلی راحتوں کو تلاش کر رہا ہے مگر وہ دستیاب نہیں ہوتیں یورپ کے تمدن جدید نے سائنس و طبیعیات سے بہتر کچھ سہارے حاصل کیے اور اپنی دانست میں زندگی کو خوش، بشاش اور مطمئن بنا لیا مگر ذرا ان بشاش لوگوں کے دلوں سے پوچھو تو وہ صاف کہدیں گے کہ ہمارے چہروں کی خوشی

جھوٹا طمع ہے۔ ہمارے بشر دل کا اطمینان بنائی پوڈر ہے۔ ہمکو ایک سکنڈ بھی راحت نہیں اور بار بار خواہش ہوتی ہے کہ خودکشی کرکے اس دُکھ بھری زندگی کو نابود کر دینا چاہیے۔

اسلام کے فلاسفر اعظم نے انسانوں کے قوائے حیات کا نظر فلسفہ سے مطالعہ کرکے یہ علاج بتایا تھا کُن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل تو دُنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا ایک مسافر ہے یا راستہ کا عبور کرنیوالا۔ انہوں نے ایک ابدی زندگی کا شوق دلا کر حیات دُنیا کی تکلیفات کو فلسفیانہ دوا سے بے حس اور سُن کر دیا۔ انہوں نے زیست دُنیا کو عارضی کہہ کر جذبات کو ایک استمراری حیات کا آرزومند بنا دیا جس سے خود بخود دُنیائے فانی کے تعلقات آدمی کے دل میں بے وقعت ہوگئے اور اس نے یہاں کی تکلیفوں کو بھی عارضی اور ہیچ سمجھا اور راحتوں کو بھی۔ اور یہی وہ نکتہ تھا جسنے مسلمانوں کے تمدن کو پھٹے پرانے کپڑوں۔ جو کی روٹیوں۔ خاک کے بچھونوں میں بھی مسرور و شادکام رکھا اور شال و دوشالے اوڑھ کر زریں اور ریشمی لباس پہنکر پلاؤ قورمے کھا کر۔ طلائی جواہر نگار مسہریوں میں سو کر بھی وہ خوشی کی اس حد میں رہے جو درویشی میں تھی نہ مفلسی اور بے سروسامانی نے ان کو بددل کیا۔ اور نہ دولت کی فراوانی نے انکی اصلی راحت و مسرت میں کچھ ترقی کی۔ اس کی وجہ وہی تھی جس کو میں نے اوپر بیان کیا کہ ان کے دل عاقبت کی وسیع تمناؤں سے لبریز تھے۔ اور دُنیا کی حیات کو چند روزہ نوکری خیال کرتے تھے۔

امیر معاویہ نے اس تمدن اس زندگی اور اس سراپا عیش و سرور طرز بود و باش میں تبدیلی شروع کر ڈالدی انہوں نے اپنے طرز عمل سے ایسا دکھایا کہ جو کچھ ہے دُنیا ہے۔ عاقبت کوئی چیز نہیں دُنیا کے تمدن کو اور دُنیا کے عیش کو جس طرح مکر و فریب اور ظلم و ستم سے حاصل کیا جاسکے کرنا چاہیئے کہ مدار خوشی کا بس اسی دُنیا پر ہے چنانچہ ان کے ہر فعل اور ہر عمل سے اسکا ثبوت ملتا ہے اور حرص دُنیا اور ہوس جاہ و منزلت اس انداز سے ظاہر ہوتی ہے گویا

یہی زندگی کا مقصود اصلی ہے دُنیا نہوئی تو جینا بیکار ہے ؀

انکے زیر اثر مسلمانوں نے بھی اپنے تمدنی خیالات کو بدل ڈالا یا وہ قدرتی تاثیر سے معاویہ کی صحبت کے سبب خود بخود بدل گئے اور انکو اسکی خبر بھی نہونے پائی قطع نظر مقصود اور مطمح نظر تبدیلی کے معاویہ کے طفیل انکی تمدنی عادات و خصائل بھی بدل گئیں نہ ان میں، غذا کی سادگی رہی نہ لباس کی سادگی کو قرار رہا نہ دیگر ضروریات معیشت میں پہلی سی بے احتیاطی کی شان ان میں باقی رہی" دنیا پرستی ضروریات بڑھاتی ہے اور ضروریات کی زیادتی سے تکلیف اور گناہ میں ترقی ہوتی ہے، جسکی ضرورتیں محدود ہوں گی خرچ کم ہوگا۔ جسکا خرچ کم ہوگا جائز و ناجائز آمدنی کی حرص جاتی رہے گی جسکو حرص نہوگی وہ زندگی کی اصلی خوشی میں بسر اوقات کرے گا ؀

ترقی ضروریات ایک لا محدود حالت ہے۔ ضرورتوں کو جتنا بڑھاؤ گے بڑھتی چلی جائنگی اور طرح طرح کی نئی ضرورتیں پیدا ہونگی روٹی کے اوپر سالن رکھکر کھالو تب بھی پیٹ بھر جائیگا۔ مٹی کے برتنوں میں سالن ڈالکر روٹی کھالو تو ایک ضرورت کی زیادتی ہوگی اور شکم سیری پہلی سی رہیگی۔ تانبے کے چینی کے چاندی کے سونے کے برتنوں میں اس سالن کو نکالکر کھاؤ گے تو پیٹ تو پہلی صورت کی مانند بھریگا مگر ان برتنوں کے حاصل کرنیکی ضروریات تمکو اسقدر افکار اور تکلیفیں پہنچائینگی کہ تمکو زندگی دوبھر معلوم ہونے لگے گی۔ اچھے برتنوں میں کھانیکا لطف تو ایک ماشہ ہوگا مگر ان کے حاصل کرنیکی تکلیفیں دس من ہونگی ؀

ضرورتوں کی زیادتی کے علاوہ تمدنی تکلیفات کا باعث اشیائے حیات سے تعلق و محبت رکھنا بھی ہے اور محبت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب آدمی اسی دُنیا کو اوّل و آخر سمجھے اور عاقبت کی دوامی زندگی کا اسے یقین نہو۔ ایسی حالت میں وہ دنیا کی ہر چیز سے بیحد محبت کرتا ہے کیونکہ اس کو بس یہی حیات خوش رہنے کا آخری مقصد معلوم ہوتی ہے مگر دنیا میں مشیت اور فطرت نے ہر شے کو بدلنے والا بنایا ہے کسی چیز کو ایک جگہ پر قرار نہیں ہے

پس جب کوئی چیز اپنی نیچرل خواہش و عادات کی بموجب ایک ہاتھ سے نکلکر دوسرے ہاتھ میں جاتی ہے تو پہلے کو از حد تکلیف ہوتی ہے اور اسی تکلیف سے اسکی تمدنی راحت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

امیر معاویہ نے تمدن کی بربادی کے دونوں حصوں سے جی لگایا انہوں نے عرب کی سادہ اور کم ضروریات کی زندگی کو مکلف اور بے انتہا ضروریات کی زندگی بنا دیا اور اشیائے دنیا سے محبت کرنے خلقت کو رغبت دلائی کہ وہ ہی ان متغیر اور یکساں نہ رہنے والی چیزوں سے محبت کریگا اور جب انہوں نے معاویہ کے فیض صحبت سے یہ دونوں عادتیں اختیار کرلیں تو انکی تمدنی راحت بھی تباہ و برباد ہوگئی اور اسلام کی اصلی تسکین کو بھی وہ ہاتھ سے کھو بیٹھے۔

کہا جائیگا یہ معاویہ کی خطا نہیں زمانہ کا اقتضا تھا کہ مفلس عربوں کے ہاتھ میں جب دولت آئی تو وہ خود بخود اپنی پرانی سادگی سے دور ہوگئے اور تمدنی خرابیاں ان میں پڑگئیں مگر میں پوچھونگا کہ کیا آنحضرت صلعم کے ایام میں فتوحات نے دولت کا دروازہ نہیں کھول دیا تھا۔ کیا حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں ملک فتح نہ ہوگئے تھے اور کیا حضرت عمرؓ کے وقت میں قیصر و کسریٰ کے ملک اسلام کے زیر نگیں نہ آگئے تھے اور کیا دولتوں اور خزانوں کے انبار انکے تحت تصرف میں قدرت نے نہ دیدیے تھے پھر انہوں نے اپنی حالت کو کیوں نہ بدلا۔ انپر اور انکے عہد کے مسلمانوں پر زمانہ کے اقتضا نے اثر کیوں نہ ڈالا اور انکے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کی تمدنی حالتوں میں فرق و انقلاب کیوں نہ پیدا ہوا۔ اور معاویہ کے ہاتھ میں سلطنت آتے ہی زمانہ نے اتنی جلدی اپنی کایا کیوں بدل ڈالی اِنَّ اللہَ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔ فطرت کی زبان قرآن سے صاف صاف اس تمدنی خرابی کا فلسفہ سنائی دیتا ہے۔

یقیناً امیر معاویہ کی ذاتی اور نفسانی خواہشات نے مسلمانوں کی تمدنی حالت کو برباد کر دیا اور ایسے غلط راستہ پر ڈالدیا جو سرور و راحت کا طریق نہ تھا۔ پاکیزہ اسلام

کی تسلی و تسکین تک نہ جاتا تھا بلکہ تکلیفوں اور بے اطمینانیوں کا ہادی اور بانی تھا جنے مسلمانوں کی شہریت سنسان کردی۔

یہ گنی ہوئی تمدنی خطاؤں کی ایک تھیلی ہے جسکو میں نے مختصر و مجمل عبارت میں آپکے سامنے رکھا ہے اگر آپ کو انکے شمار کرنے کی ضرورت ہو تو تھیلی کا منہ کھولکر ہر تمدنی خطا کو پرکھ پرکھ کر اور چٹکی لگا لگا کر دیکھ لیجیئے۔

آخری فیصلہ

مذہبی عصیان۔ سیاسی طغیان اور تمدنی نافرمانیوں کا حال پڑھکر اب خود بخود خواہش پیدا ہوتی ہے کہ مقصد معلوم کرنا چاہیئے اور آخری فیصلہ سُننا لازم ہے کہ اگر معاویہ ایسے تھے تو ہمیں کیا لا تزر وازرۃ وزر اخری ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں پڑتا معاویہ نے بڑے کام کیے تو ہمپر انکا کیا اثر پڑ سکتا ہے وہ جانیں اور انکی عاقبت جانے۔

مگر نہیں ہم سب کو اس نتیجہ سے بڑا تعلق ہے اور وہ ایسا تعلق ہے جس سے ہماری مذہبی سیاسی، تمدنی زندگی سرسبز ہو سکتی ہے اگر ہم ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اوّل تو شیعہ سُنی کے اختلافات کی آگ سارے گھر سے جُدا ہو کر باہر کے کوڑے میں آجائیگی۔ کیونکہ معاویہ کی حکمت عملیوں نے ایسی عقلمندی سے آگ لگائی تھی کہ شیعہ فرقہ اصلی گنا ہگاروں سے زیادہ، بیگناہ ابوبکر صدیق ؓ عمر فاروق ؓ اور عثمان غنی ؓ کو غصہ اور عداوت کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ جب وہ پڑھیگا کہ ہر فتنہ کی بنا جناب معاویہ کے دست حکمت سے پڑی ہے تو اسکے قہر کا مرکز بدل جائیگا اور وہ رسول اللہ صلعم کے برگزیدہ اصحاب کی شان سے اپنی بدظنی کو ہٹا لیگا۔

دوسرے مسلمان بچوں کو دور اوّل کی تاریخ معلوم ہوگی اور اسکے اسباب نظر آئینگے تو وہ اپنی مذہبی سیاسی تمدنی حالتوں کو ان بربادکن افتادوں سے بچانیکی کوشش کرینگے۔

تیسرے واقعہ کربلا سے متاثر ہونیوالے غمگین لوگوں کو اپنے حزن و الم کی بنیاد

باتوں کا علم ہو جائیگا اور کسی چیز کا علم گرد وپیش کی تکالیف کو دور کر دیا کرتا ہے۔ اس علم تا سے ان کے غم میں بھی سکون ہوگا۔ اور وہ دوست دشمن کے امتیاز کو بھی سمجھ لیں گے۔

فیصلہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے صحبت آنحضرت صلعم کی برکات کا بہت کم فائدہ اُٹھایا تھا اسواسطے ان میں وہ جوہر ہمنشینی پیدا نہوا جو اصحاب رسول صلعم کا طرۂ امتیاز تھا لہذا انہوں نے ایسے ایسے گناہ کیے۔ ایسی ایسی بدعتیں جاری کیں جن سے نہ صرف اُنکی عاقبت کے خراب ہونیکا اندیشہ ہے بلکہ نسلاً بعد نسل مسلمانوں کی مذہبی سیاسی تمدنی حالتیں خراب تباہ ہوتی چلی گئیں۔

ہمکو چاہیئے کہ انکو اسلام سے خارج کرنے یا انکی بے دینی کے ثبوت دینے میں وقت ضائع نہ کریں بلکہ ان کی مثال سے عبرت حاصل کرکے انکی تقلید کو اپنے عقائد وحالات سے جدا کردیں اور اسلام کے اصلی ارشاد کو اپنی شاہراہ بنائیں اور وہ شاہراہ اہل بیت نبوت ہیں حسینؓ ہیں حضرت علیؓ مرتضیٰ ہیں حضرت فاروقؓ ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں حضرت عثمان غنیؓ ہیں اور انہی کی سی حالت رکھنے والے دوسرے اصحابؓ تابعینؒ اولیاء اللہ اور علمائے شریعت ہیں۔

معاویہ کی کیفیت ذرا تفصیل سے اس لیے لکھی گئی کہ وہی ہر فساد کی بنا تھے گو اس کتاب کا نام یزید نامہ ہے مگر خاص یزید کے اسم ذات کی بحث معاویہ کی ذات وصفات سے بہت کم ہے اُردو زبان میں "یزیدی کام" ایک خاص مفہوم رکھتا ہے اور وہی مفہوم اس کتاب کی تمام نوشت کا خلاصہ اور حاصل مطلب ہے۔

اب معاویہ کے بعد یزید اور دیگر شاہان بنی اُمیہ کا تھوڑا تھوڑا سا حال ہے اسکے بعد تیسرے باب خانہ اہل بیت میں شیعہ سُنی کا ملاپ کراکے یہ کتاب ختم کردی جائیگی۔

بنی امیہ کا دوسرا بادشاہ

یزید

معاویہ ابن ابی سفیان کا بیٹا ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ یزید نام تھا ابو خالد کنیت تھی صورت اچھی تھی گندمی چہرے پر دراز گیسو بہار دیتے تھے بدن ذرا بھاری تھا موٹاپے نے

وجاہت کو تو بھاری بھر کم کر دیا تھا مگر ویسے حسن میں یہ موٹاپا ایک داغ معلوم ہوتا تھا
جب تک ڈاڑھی نہ تھی بنی امیہ کے مہ جمال لڑکوں میں شمار تھا ڈاڑھی نکلی تو اس میں بھی
ایک زیبائش و دلفریبی تھی۔ ڈاڑھی لمبی نہ تھی آنکھیں سپیلی اور سرمئی تھیں نگاہوں میں جذبات
باطنی دکھائی دیتے تھے نشہ کی حالت میں آنکھوں کا خمار لطف دیتا تھا لیکن وہ قدرتاً تیوری
چڑھا اور بکھرے مزاج کا تھا عیش و مخموری کے وقت بھی اپنی متانت اور خاموشی کو ہاتھ سے
نہ دیتا تھا اور اس سے اسکی صحبت سے نوشی کے ہمنشین کچھ مزا اٹھاتے تھے ۔۔

مزاج میں ضد زیادہ تھی۔ اپنی بات پر اڑ جاتا تو پھر کسی کی نہ سنتا اور وہی کرتا جو ایک دفعہ منہ سے نکل جاتا ۔۔

باپ کا لاڈلا تھا۔ معاویہ اسکو بہت چاہتے تھے اسکی خود پسندی اور نخوت شعاری سے باپ بھی ڈرتے تھے یہ انکے سامنے گستاخ تو نہ تھا مگر معاویہ اسکی ضد اور ہٹ کا بھی لحاظ کرتے تھے اور کوئی بات اس کے سامنے زبان سے ایسی نہ نکالتے تھے جسمیں اسکی برہمی کا اندیشہ ہوتا۔

وہ اکثر سیر و شکار میں مصروف رہتا اس کے مصاحب عموماً نوجوان لڑکے تھے مگر باوجودیکہ ہر مخفی شوق کے محرم راز تھے کسی کی مجال نہ تھی جو اس کے سامنے گستاخی اور بیباکی کی کوئی بات کر سکتا۔ اسکا برتاؤ عیش و عشرت میں بھی خودداری کا ہوتا تھا ۔۔

عبید اللہ ابن زیاد بھی ایام شباب میں یزید کا مصاحب خاص تھا۔ معاملات عشق میں ابن زیاد سے ایکدفعہ رقابت پیش آئی تو یزید نے فقط تیوریوں کے بگاڑنے سے رقیب کو پسپا کیا
سعید ابن منصور کا لڑکا یزید کا بہت منہ چڑھا اور منظور نظر مصاحب تھا۔ ایکدفعہ شکار میں
کسی بدوی اصل کی لڑکی یزید کو پسند آگئی، مگر چونکہ سعید ابن کا بیٹا بھی بدوی نسل سے تھا اسکو قومی
غیرت آئی اور اس نے یزید کو اس لڑکی سے باز رکھنے کیلئے ذرا لہجہ بگاڑ کر کچھ کہا یزید نے
فوراً تلوار سونت لی۔ اور بولا یہ نہ سمجھو کہ میں اکیلا ہوں اگر ہزار رومی بادشاہ بھی فوج لیکر
یہاں آجائے تو میں تنہا اس تلوار سے اسکا مقابلہ کرونگا ہم قریشیوں کو تم نے سمجھا کیا ہے

ابن سرحان ڈر گیا اور اسے یزید کے انتقام کا اسقدر خوف ہوا کہ اس نے یزید کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور گھٹنوں کے بل جھک کر ایک عاجزانہ نظر سے یزید کو دیکھنے لگا اور جب یزید کی نگاہ میں مہربانی کا اثر دیکھا تو اسکی قبا کا دامن اپنے منہ پر ڈال لیا اور رو رو کر کہا مجھ کو بس اسوقت نے یہ گھمنڈ پیدا کر دیا تھا جب آپ نے ربوا کی نہر کے کنارے عالم تنہائی میں میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دبا کر ایک گہرا سانس لیا تھا۔ مجھ پر اس سانس نے اور اس ہاتھ نے سحر کر دیا میں اپنے قابو میں نہ رہا اور اس بے اختیاری نے مجھ کو آپکی شان میں اس گستاخی کی جرأت دلائی۔ غلام گزشتہ عنایت کے ذکر ہی میں آقا کی خفگی سے پناہ ڈھونڈھتا ہے۔

یزید نے اس خوشامد پر بھی تیوری سیدھی نہ کی اور ابن سرحان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں سے الگ کر دیئے اور پھر کئی دن اس سے بات نہ کی۔

سنہ ۵۶ ہجری میں معاویہ نے چاہا کہ یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لیں تو پہلے انہوں نے زیاد بن ابی سفیان یعنی اپنے بھائی سے صلاح لی۔

زیاد نے کہا ابھی توقف کرنا چاہیئے۔ یزید نوعمر ہے ہر وقت لہو و لعب اور شکار میں مشغول رہتا ہے اس میں اہلیت پیدا ہو لے تو اس بڑے کام کا خیال کرنا مناسب ہوگا۔

یزید کو اسکی خبر لگی تو اس نے زیاد کو شکایت لکھی کہ آپ چچا ہو کر میری مخالفت کرتے ہیں زیاد نے جواب دیا میں تمسے زیادہ کسی کو معاویہ کے بعد اسکا اہل اور حقدار نہیں سمجھتا مگر میں نے تمہاری موجودہ حالت کا خیال کر کے کچھ دن انتظار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ مخالفت نہیں کی۔ اور تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ اس لہو لعب اور سیر و شکار کو کم کر دو۔

یزید نے جواب لکھا۔ بہت اچھا آپ دیکھیں گے کہ میرا شکار کتنے لہویات کا شکار کرتا ہے (گویا اس میں اس نے زیاد کو دھمکی دی تھی اور خود اس کو لہو مجسم بنایا تھا) مگر معاویہ نے زیاد کا کہنا مانا اور سنہ ۵۹ھ تک بیعت یزید کے خیال سے باز رہے (ترجمہ طبری جلد چہارم ص ۱۱۶)

ایک دفعہ معاویہ نے یزید کو قسطنطنیہ کی مہم پر عیسائیوں سے لڑنے کے لیے بھیجا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ صحابی رسول اللہ کو بھی ہمراہ کردیا +

عین معرکہ قتال میں حضرت ابوایوب انصاری بیمار ہوئے یزید عیادت کو گیا اور پوچھا کس چیز کی خواہش ہے انہوں نے فرمایا مجھے تمہارے مال و دولت میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اسوقت تو اس حدیث کا مزا لے رہا ہوں کہ حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ قسطنطنیہ کے نیچے ایک مرد صالح دفن ہوگا خدا کرے وہ میں ہی ہوں +

حضرت ابوایوب انصاری نے رحلت فرمائی اور انکا جنازہ اُٹھایا گیا تو عیسائیوں کے بادشاہ نے دیکھ کر تعجب کیا کہ ایک طرف تو شدت سے لڑائی ہورہی ہے اور دوسری طرف نہایت اطمینان سے بڑے بڑے سردار یزید سمیت ایک جنازہ کو لیے جارہے ہیں +

بادشاہ نے یزید سے دریافت کرایا کہ یہ کس کا جنازہ تھا جس کے ساتھ اسقدر ہجوم دیکھا گیا۔ یزید نے جواب دیا ہمارے پیغمبرؐ کے ایک صحابی کا تہا۔ بادشاہ نے پھر پیام بھیجا کہ تم لوگ ڈرتے نہیں تم نے میرے شہر کے سامنے اتنے بڑے شخص کو دفن کردیا۔ جب تم چلے جاؤگے تو میں لاش نکالکر کتوں کے آگے ڈالدوں گا +

یزید نے بڑی دلیری سے جواب دیا۔ ہم تمہارے ملک سے رخصت نہوں گے جبتک تمہارے کانوں میں یہ بات نہ پہنچادیں کہ اگر تم نے اس مزار کے ساتھ ذرا بھی بیحرمتی کی تو ہم اپنے علاقہ کے ہر عیسائی باشندہ کو قتل کرینگے اور ہر گرجا کو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینکدینگے۔

بادشاہ نے جواب بھیجا مسیح کی قسم میں ایسا نادان نہیں ہوں جو اس قبر بزرگ کی توہین کروں میں اس سال تک اسکی حفاظت کرونگا اور اسپر گنبد بنوا دونگا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۱۳) +

پایہ تخت میں یزید کی بیعت

چھ برس کے غور و خوض کے بعد معاویہ نے امرائے شام کو جمع کرکے ان سے یزید کی بیعت کے بارہ میں مشورہ کیا تو سب سے اول ضحاک بن قیس کھڑا ہوا اور یہ تقریر کی۔

آپ کے بعد ایک جانشین کی اشد ضرورت ہے جس سے ہم لوگ راحت و امن حاصل کریں یزید آپ کا لخت جگر ہے اس کی صورت بھی اچھی سیرت بھی مرغوب حلم و علم میں بھی بے نظیر پس میری رائے میں اسی کو ولی عہد کرنا چاہیئے +

پھر عمرو بن سعید نے یہ تقریر کی:-

یزید اُمیدگاہ ہے جس کو اُمیدیں تلاش کریں گی۔ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں جب تم اس کے پاس انصاف کرانے جاؤ گے تو وہ کھلے دل سے عدل کریگا اور جب تم اس سے معیشت مانگو گے تو تم کو تونگر کردیگا اس واسطے میں اس کے حق میں رائے دیتا ہوں

پھر یزید بن المقنع کھڑا ہوا اور معاویہ کی طرف اشارہ کرکے بولا امیرالمومنین یہ ہیں اور جب یہ مرجائیں تو (یزید کی طرف اشارہ کرکے) پھر یہ اور اگر کوئی اس سے انکار کرے تو (اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرکے) پھر یہ +

معاویہ اس بلاغت و لطافت سے پھڑک گئے اور کہا یہ تو سید الخطبا ہے اس کے بعد احنف بن قیس کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا:-

اے امیرالمومنین آپ یزید کو خوب جانتے ہیں انکی رات کی باتیں اور دن کی گھاتیں سب آپ کو معلوم ہیں انکی مخفی ناگفتنی عادتوں کا آپکو اچھی طرح علم ہے۔ پس اگر آپ کے نزدیک انکا ولیعہد کرنا خداتعالیٰ کی رضامندی کے خلاف اور اس امت کے ناموافق نہو تو بیشک آپ انکو ولیعہد کردیجئے ہم لوگوں سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر خود آپکو یزید کے بُرے اعمال کے سبب تامل ہو تو دُنیا کا خیال چھوڑیے یہ فانی ہے آخرت کا خیال کیجیے۔ اور اس ارادہ سے باز آئیے۔ آپ دُنیا سے چلے جائینگے جانشین مزے اُڑائیں گے اور گناہ آپکے نامۂ اعمال میں لکھے جائینگے۔

آخر فیصلہ کثرت رائے پر ہوا اور یزید کی بیعت لیجانے لگی +

ایک آدمی نے آکر بیعت کی تو کہا اللھم انی اعوذ بک من شر معاویہ الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں معاویہ کی شرارت سے۔ معاویہ نے کہا اعوذ من شر نفسک فانہ اشد علیک

پناہ مانگ اپنے نفس کی شرارت سے کہ اسکی شرارت تیرے لیے سب سے زیادہ سخت ہے اس نے آخر بیعت کی اور کہا کہ میں بیعت کرتا ہوں مگر مجھے اسمیں کراہت آتی ہے تو معاویہ نے یہ آیت پڑہی فعسیٰ ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ پس قریب ہے کہ تم ایک چیز میں کراہت پاؤگے (اسکو مکروہ سمجھوگے) اور خدا تعالیٰ اسمیں بہت سی بہتری کے سامان پیدا کردیگا (عقد الفرید ۲۱۴)

اس واقعہ سے چند سال پہلے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ سے معاویہ نے یزید کی بیعت کے لیے کہا تو انہوں نے فرمایا +

میں پکار کر کہتا ہوں آہستہ نہیں کہتا کہ میں آپ کا دوست ہوں اور دوست کا فرض ہے کہ یوں مشورہ دے کہ آگے بڑھنے سے پہلے سوچ لو اور ندامت اٹھانیکے قبل اس کا ذکر کرلو کر سوچنا آگے بڑھنے سے اچھا ہے اور فکر ندامت سے اعلیٰ چیز ہے +

معاویہ نے یہ جواب سنا تو کہا۔ بڑی مکار لومڑی (عقد الفرید صفحہ ۲۱۳)

یزید کی تخت نشینی

معاویہ کا انتقال ہوا تو یزید گھر پر موجود نہ تہا شکار میں گیا ہوا تھا معاویہ مرگئے تو ضحاک بن قیس الفہری کفن کے کپڑے لیکر مسجد میں آیا اور خلقت کو جمع کرکے منبر کے پاس کھڑے ہوکر تقریر کی معاویہ بادشاہ عرب مرگئے یہ دیکھو انکا کفن میرے کندھے پر ہے انہوں نے فتنوں کو دبا دیا اور سنت کو زندہ کردیا۔ اب ہم اس کفن میں لپیٹ کر ان کو خدا کے حوالے کرنیوالے ہیں۔ اب خدا کی اور معاویہ کی خلوت کا وقت قریب ہے ظہر کے وقت جنازہ کی نماز ہوگی جسکا جی چاہے اس میں شریک ہو (عقد الفرید صفحہ ۲۱۵)

یزید شکار سے آیا تو لوگوں نے جا جا کر تعزیت کرنی شروع کی یزید اس کے بعد تین دن تک گھر سے نہ نکلا۔ چوتھے دن باہر آیا۔ چہرہ اداس غمگین تہا لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور منبر پر تقریر کرنے کھڑا ہوا تو ضحاک بن القیس الفہری ہمدردی جتانے کو منبر کے برابر آن کھڑا ہوا تاکہ اگر یزید سے تقریر نہ ہوسکے تو میں مدد دوں +

یزید نے اس کو دیکھا تو بگڑ کر کہا۔ ہٹ جا یہاں کیوں آیا ہے کیا تو بنی عبد شمس کو بولنا سکھا ئیگا مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں ہے اور پھر یہ تقریر کی:-

حمد ہے اس خدا کی جس نے جو چاہا بنا دیا۔ جو چاہا دیا جو چاہا نہ دیا جسکو چاہا پست کر دیا جسکو چاہا بلندی دیدی۔ معاویہ بن سفیان خدا کی ایک رسی تھی جب تک اسکو منظور ہوا یہ رسی کھنچی رہی اور جب اس نے چاہا اس کو کاٹ ڈالا معاویہ اپنے سے پہلے گذرنیوالوں کے قریب تھے اور اپنے بعد کے آنیوالوں سے اچھے تھے میں انکی پاکیزگی بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ اب خدا کے پاس چلے گئے اگر خدا انکو معاف کر دے تو یہ اسکی رحمت ہوگی۔ اور اگر عذاب میں مبتلا کرے تو یہ معاویہ کے گناہونکا (نہ اچھی) بدلہ ہوگا۔ اسکے بعد یہ حکومت میرے سر پر رکھی گئی ہے میں اپنے جہل کا عذر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ میں نے اپنی خواہش سے نہیں لی تم لوگوں نے دی ہے اگر خدا کو اس حکومت میں کوئی بات بُری معلوم ہوگی تو اس کو اس کے بدلنے کا اختیار ہے اور اگر اسکا ارادہ اسکے قائم رکھنے کا ہوگا تو وہ اس حکومت کو اچھا اور آسان بنا دیگا (عقد الفرید صفحہ ۲۱۶)

اس خطبہ سے یزید کے ابتدائی کیرکٹر کی خوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے باپ سے بہت بہتر تھا اگر قتل امام حسینؓ اور خرابی کعبہ کے گناہ اس سے سرزد نہوتے تو اسکی بدنامی باپ سے ہرگز نہ بڑھتی بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا خدا پرست بادشاہ مانا جاتا اور اسکی صداقت و راستبازی کے چرچے کتابوں میں لکھے جاتے جوانی میں سب بادشاہوں کی اولاد عیاش و بدچلن ہوا کرتی ہے۔ یزید کوئی نیا شہزادہ شرابی نہ تھا۔ تخت نشین ہونیکے بعد اگر وہ اپنی اصلاح کر لیتا تو حضرت امام حسینؓ بھی اسی طرح اسکو بادشاہت دیدیتے جس طرح انکے بھائی امام حسنؓ نے معاویہ کو دیدی تھی۔ اگر عہد شباب کے بادہ شبانہ کی سرمستیاں وہ چھوڑ دیتا تو اہل مدینہ بھی اس کے خلاف یورش نہ کرتے اور ابن زبیرؓ کو بھی اس کی مخالفت کا حوصلہ نہ رہتا اور اس طرح مکہ مدینہ دونوں اسکی بے ادبیوں سے محفوظ رہتے:-

یزید نے شاید حضرت حافظ کا یہ شعر نہ سنا ہوگا اور سنتا کیونکر کئی سو برس بعد آنیوالی روح کا وعظ اسکے مخمور کان تک کیونکر آتا۔ حافظ نے اسی قسم کے لوگوں کو نصیحت کی ہے یہ شعر کہکر ؎

چوں پیر شدی حافظا از میکدہ بیروں شو　　رندی و خراباتی در عہد شباب اولے

اے حافظ جب تو بڈھا ہوگیا تو شراب خانہ سے نکلجا کہ یہ رندی و خراباتی تو جوانی ہی میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ گو یزید عالم جوانی میں تخت پر بیٹھا تہا۔ مگر تخت ایک ایسی چیز ہے جو بچہ کو جوان اور جوان کو بڈھا کر دیتا ہے۔ یزید جیسے عقلمند کو اسکا خیال کرنا لازم تھا کہ اب میں بڑھاپے کے منصب پر ہوں رندی و خراباتی مناسب نہیں ؁

جس دل میں آزادی و خود اختیاری اور وحدت شعاری کی قدر ہوگی وہ ایکدفعہ تو یزید اور شیطان دونوں کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیگا اسلامی دنیا کے اندر بری شہرت میں یزید و شیطان سے زیادہ کوئی مشہور نہیں ہے مگر حیرت ہے کہ آزادی و وحدت پسندی میں یہ دونوں اپنے اپنے وقت کے ہیرو تھے شیطان کی آزادی و بیباکی سے کوئی حریتا کا دعوے دار آگے نہیں بڑھ سکتا کہ اس نے خدا سے ہی دوبدو گفتگو کی اور اپنی بات پر اتنا اڑا کہ طوق لعنت قبول کر لیا مگر آدم کو سجدہ نہ کیا۔ کسی بندہ مخلوق کی یہ تاب نہیں ہے خود وہ نور سے بنا ہو یا نار سے خاک سے بنا ہو یا پانی سے کہ وہ اپنے خالق کا حکم نہ مانے اور جو بات منہ سے نکل جائے اسپر آخر دم تک جما رہے ؁

محترم ناظرین نے طبری کی یہ روایت پڑھی ہوگی کہ جب معاویہ نے یزید سے کہا کہ میں تجھ کو ولیعہد کرتا ہوں میرے بعد تو کیونکر حکومت کریگا۔ یزید نے کہا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی بموجب معاویہ نے کہا اے فرزند سیرت ابوبکرؓ کا بھی خیال رکھیو کہ وہ دین کی حفاظت میں مرتد لوگوں سے لڑے اور جب دنیا سے گئے تو مسلمان ان سے خوش تھے۔ یزید نے جواب دیا لا بل کتاب اللہ و سنت نبیہ نہیں ہیں تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی کی پیروی کرونگا ؁

معاویہ نے کہا۔ بیٹا عمر فاروق کی سیرت کا تو خیال رکھنا جنہوں نے ملک فتح کیے اور مسلمانوں کی فوجی قوت شاندار بنا دی۔ یزید نے پھر بھی انکار کیا اور کہا مجھے ان کی سیرت سے بھی کچھ سروکار نہیں مجھے تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کافی ہے۔ پھر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کی سیرت کا ذکر کیا اور خواہش کی کہ ان کی پیروی تو پیش نظر رکھنا مگر یزید نے اس سے بھی انکار کیا اور اسی فقرہ پر بل بکتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر اڑا رہا اور معاویہ کو عاجز کر دیا +

محرم نامہ میں یہ واقعہ پڑھکر میرے دوست ملک غلام حسن امرتسری نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ یزید شاید پہلا اور بڑا وہابی تھا ۔

یزید بچپن سے ضدی اور خود پرست نظر آتا تھا ایسے کامل الخیال شخص کو کسی اچھی صحبت کی ضرورت تھی اگر وہ اسکو میسر آتی تو یزید اس پختہ قوت ارادی سے بہت فائدہ اٹھاتا اور اسلام کو بھی فائدہ پہنچاتا اور وہ فائدہ اتنا بڑا ہوتا کہ اسکی نیک نامی بھی موجودہ بدنامی کی طرح بلا شریک ہوتی بدنامی میں تو شیطان اسکا شریک ہے نیکنامی میں شاید کوئی مسلمان ہی اسکا شریک بنے ملتا مگر صحبت کیونکر میسر آتی اس کے باپ دادا کو یہ توفیق نصیب ہوئی نہیں حالانکہ انہوں نے ایک ایسا حلقہ ارشاد پایا تھا جس کی تاثیر نے پتھروں کو پارس بنا دیا اور جس سے لوہا کندن بنگیا ابوسفیان اور معاویہ ہی نے اس صحبت کے فیضان سے اپنے آپ کو محروم رکھا بھلا معاویہ اپنے بیٹے کو کسی اچھی صحبت میں بٹھانیکا کیوں خیال کرتے ان کو اس سعادت آخری کی قدر بھی نہ تھی وہ تو بس تاج و تخت کو دونوں جہان کی نعمت تصور کرتے تھے +

رجب سنہ ۶۰ھ ہجری میں یزید تخت نشین ہوا چار برس اور کچھ دن حکومت کرکے وسط ربیع الاول ۶۴ھ میں مر گیا اور شہر دمشق کے باہر دفن ہوا۔ اسکا کوتوال حمید بن حریث بن بجدل تھا اور کاتب و صاحب الامر (ہوم سکرٹری و پرائیوٹ سکریٹری) سرجان بن منصور تھا وزیر العدالت کا منصب ابو ادریس الخولانی کے پاس تھا اور وزارت مال سلمہ بن حدید الازدی کے پاس تھی (عقد الفرید) یزید کے پانچ بیٹے تھے۔ معاویہ۔ خالد۔ ابوسفیان ایک بیوی سے اور عبداللہ عمر دوسری سے

اور ایک بیٹی تھی جسکا نام عاتکہ تھا لکھا ہے کہ عبداللہ کچھ بے عقل سا تھا اور خالد بڑا عالم فاضل تھا اور اس کے زہد کی یہ حالت تھی کہ لوگ اسکو خالد اکو بنی امیہ کا سب سے بڑا زاہد کہتے تھے (طبری نے بارہ بیٹے لکھے ہیں۔ مگر نام صرف دس کے بتائے ہیں عبداللہ اصغر ابوبکر، حرب، عبدالرحمٰن (مذکورہ پانچ کے علاوہ تھے) ؛

اصمعی اپنی مروت سے روایت کرکے کہتے ہیں کہ عاتکہ سے بڑھکر دنیا میں کوئی عورت خوش نصیب نہ ہوگی جسکا باپ یزید بادشاہ جسکا دادا معاویہ بادشاہ جسکا بھائی معاویہ بن یزید بادشاہ جسکا خاوند عبدالملک بن مروان بادشاہ اور جسکے خاوند کے تین لڑکے ولید سلیمان ہشام بھی بادشاہ ہوئے (عقد الفرید ۳۱۶)

یزید کے نامۂ اعمال میں علاوہ شہیدان کربلا کے خون ناحق کے اہل مدینہ کے بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ صلعم کا خون بھی ہے۔ تین سو چھ تو فقط انصاری قریشی لوگ تھا رہ مدینہ میں یزیدی فوج کے ہاتھ سے شہید ہوئے حرم رسول کی بے ادبی مدینۃ الرسول کی لوٹ غارتگری کے علاوہ ایک ہزار عورتوں کی بے عصمتی بھی لشکر یزید کے نامۂ اعمال میں ہے اور عام مسلمان تو چھ سو سے بھی زیادہ شہید ہوئے (علی الایام فی خلفاء الاسلام عطا حسنی بک مصری جلد سوم ۲۱۸)

جسوقت شہدائے مدینہ کے سر مسلم ابن عقبہ نے یزید کو بھیجے اور اسکے سامنے انکا ڈھیر لگایا گیا تو اس نے ابن الزبعری کا وہ شعر پڑھا جو اس نے جنگ احد میں کہا تھا اور اس کے الفاظ بدل کے اپنا نام شامل کر لیا ؛

کاش میرے بزرگ بدر کے دن خزرج (انصار مدینہ) کی گھبراہٹ دیکھتے اور خوشی سے نعرے لگاتے اور کہتے کہ یزید تمہارا دیکھتا نہیں ہے ؛

اسوقت ایک صحابی رسول اللہ صلعم یزید کے دربار میں بیٹھے تھے انہوں نے کہا اے امیر المومنین آپ ایسے کلمے فرماتے ہیں کیا آپ مرتد ہو گئے ہیں۔ یزید نے کہا ہاں مگر میں خدا سے معافی چاہتا ہوں۔ وہ صحابی دربار سے اٹھکر چلے آئے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۳۳۳)

یزید جب مرا تو اس کی عمر ۳۸ برس کی تھی۔ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا جبکہ

اس کے جنازہ کی نماز اس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے پڑھائی ۔

حمص کے قریب حوارین میں مرا تھا (عقد الفرید صفحہ ۲۲۳)

حضرت مسور بن مخرمہؓ مدینہ میں علی الاعلان کہتے پھرتے تھے کہ یزید شراب پیتا ہے یزید کو اطلاع ہوئی تو اس نے حاکم مدینہ کو حکم بھیجا کہ حضرت مسور کے اتنے ہی کوڑے لگوا سکے جو شراب پینے کی سزا میں شرعاً مقرر ہیں ۔

اس پر مسور نے شعر کہا ۔ خدا کی شان دیکھو ابو خالد یزید شراب پیئے اور بیچارے مسور کو اس پینے کی سزا ملے (عقد الفرید صفحہ ۱۰۳) ۔

یزید اعلیٰ درجہ کا ادیب شاعر بھی تھا اوصاف شراب میں اسکا کلام شہرہ آفاق تھا مشہور ہے کہ دیوان حافظ کا پہلا مصرعہ الایا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا بھی یزید کے ایک شعر کا حصہ ہے جس کو حضرت حافظ نے کچھ تبدیل کر کے اپنے شعر میں باندھا ہے اور دیوان حافظ کی بعض شرحوں میں یہ واقعہ مذکور ہے ۔

یزید کے زمانہ میں کربلا کا بڑا واقعہ گزرا ہے اسکو محرم نامہ میں جو اس کتاب کا پہلا حصہ ہے تفصیل سے بیان کر دیا گیا اور مکہ مدینہ کی لڑائیوں کا حال تو اسی کتاب کے پہلے باب میں مذکور ہے یزید کی چند ذاتی باتیں سُننے کے قابل یہاں تحریر کر دی گئیں اب دیگر شاہان بنی امیہ کا تھوڑا تھوڑا حال سُننا چاہیئے ۔

تیسرے بادشاہ

معاویہ بن یزید

ابو لیلیٰ کنیت تھی ۔ اکیس برس کی عمر میں تخت نشین ہوئے اور بعض کہتے ہیں بیس سال کے تھے یزید کے جنازہ کی نماز آپ ہی نے پڑھائی تھی ۔ ربیع الاول ۶۴ھ میں حکومت کی بیعت سب لوگوں نے انکے ہاتھ پر کی بیعت لیکر منبر پر چڑھے اور کہا ۔

مسلمانوں کی حکومت بہت مشکل کام ہے اس کے واسطے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے آدمیوں کی ضرورت ہے اور مجھ میں ان کی خاک پا کی سی بھی لیاقت نہیں اسواسطے

ہیں سلطنت سے دستبردار ہوتا ہوں اب تم جسکو چاہو بادشاہ بنالو یہ کہکر منبر سے اُترے اور گھر میں چلے گئے۔ پھر مرتے دم تک باہر نہ نکلے۔ طبری نے لکھا ہے کہ معاویہ بن یزید نے عمرو بن معصومؓ سے پوچھا تھا کہ سلطنت کیونکر کرنی چاہیئے انہوں نے کہا اگر ابوبکرؓ و عمرؓ کی مثل حکومت کیجائے تو دین و دُنیا کی سعادت ہے ورنہ دوزخ میں جانا پڑے گا اس فقرہ نے معاویہ بن یزید پر اتنا اثر کیا کہ وہ اسکو قطعًا چھوڑ بیٹھے بنی امیہ نے سُنا کہ عمرو بن معصومؓ کے بہکانے سے یہ ہوا تو انہوں نے عمرو بن معصومؓ پر غصہ اُتارا اور انکو شہر سے جلاوطن کردیا

عطا حسین بیگ نے حل الایام میں لکھا ہے کہ معاویہ بن یزید دایم المریض تھے اپنے باپ یزید کے بعد صرف چالیس۴۰ دن زندہ رہکر مرگئے۔ ایک روایت ہے کہ دو مہینے زندہ رہے اور ایک بیان ہے کہ تین مہینے زندہ رہے +

بنی امیہ نے ان سے خواہش کی کہ آپ سلطنت نہیں کرتے تو کسی کو جانشین مقرر کردیجئے مگر انہوں نے فرمایا جب میں نے اسکی مٹھاس چھوڑ دی تو تلخی دوسرے کو کیونکر دوں

عقد الفرید میں ہے کہ جب ان سے جانشین مقرر کرنیکو کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب میری زندگی کی حالت اس سے نفع نہ اُٹھا سکی تو مرنیکے وقت میرا انتخاب کیا مفید ہوگا

چوتھا بادشاہ
مروان ابن الحکم

معاویہ بن یزید پر امیر معاویہ کی تدبیروں کا خاتمہ ہوگیا سلطنت انکی اولاد سے نکل گئی اور جس منصوبہ کی خاطر انہوں نے دین کو برباد کیا تھا وہ ڈیڑھ نسل بھی باقی نہ رہ سکا معاویہ بن یزید نے رحلت فرمائی تو خلقت میں اختلاف پیدا ہوا۔ یزید کے سب لڑکے کمسن تھے خالد بن یزید کی نسبت بعض لوگ رائے دیتے تھے مگر کثرت رائے انکی کم عمری کے سبب خلاف تھی خصوصاً عبیداللہ ابن زیاد نہ چاہتا تھا کہ یزید کی اولاد کو تخت ملے اور وہ سر توڑ کوشش اسکے خلاف کر رہا تھا آخر بڑے بڑے امراء کا میلان حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی طرف ہونے لگا تو بنی اُمیہ کو

خوف ہوا کہ کہیں اُنکے خاندان سے حکومت جاتی نہ رہے اسواسطے انہوں نے جلدی کرکے مروان ابن الحکم کو گدّا بنا کر تخت پر بٹھا دیا۔ مروان کے نام کو کون نہیں جانتا ازلی مفسد اور شرارت مزاج تھا حضرت عثمان غنی رضکے واقعہ قتل میں ان حضرت کی صفات ظاہر ہو چکی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر ہوش حواس گم مگر دُنیا کی حرص اب تک شباب پر تھی۔

مروان کی تخت نشینی کا حال باہر کے صوبوں میں مشہور ہوا تو دربار معاویہ و یزید کا رکن اعظم ضحاک بن قیس بگڑ گیا اور کہا میں مروان کی بیعت کبھی نہ کرونگا ابن زبیر اس سے لاکھ درجہ بہتر ہیں۔ حمص کے صوبہ دار نعمان بن بشیر انصاری رض اور فلسطین (بیت المقدس) کے گورنر بھی ضحاک کے ساتھ ہو گئے اور تینوں نے ملکر ابن زبیر رض کا جھنڈا بلند کر دیا۔

مروان نے سُنا تو وہ ابن زیاد کو لیکر تیرہ ہزار فوج کی جمعیت سے مقابلہ کو نکلا ادہر سے ضحاک بھی ساٹھ ہزار لشکر لیکر آگے بڑھا مروان کی فوج اکثر پیدل تھی اور ضحاک کے ساتھ سب سوار تھے۔ یہ ساز و سامان دیکھ کر مروان کے اوسان خطا ہونے لگے مگر ابن زیاد نے اس سے کہا گھبرانیکی بات نہیں لڑائی میں مکر کرنیکی ضرورت ہو اس کے بغیر ان باغیوں سے جیتنا ممکن نہیں تم ضحاک کو پیام بھیجو کہ میرے پاس آؤ تاکہ ابن زبیر رض کی بیعت کے بارے میں صلاح و مشورہ کیا جائے اگر میری سمجھ میں آگیا تو میں بھی بیعت کرونگا جسوقت ضحاک آئے تو بہادر سپاہیوں کا ایک دستہ فوراً اس پر حملہ کردے یہ ترکیب ہوگی تو ضحاک کا یہ لشکر عظیم مغلوب ہو جائیگا

مروان نے ایسا ہی کیا اور بیچارہ ضحاک باوجود اس کے کہ تجربہ کار تھا اور معاویہ جیسے مدبر و فریب کار کے پاس برسوں رہ چکا تھا مروان کے دھوکے میں آگیا اور ایک مختصر جمعیت کے ساتھ لشکر سے نکلکر مروان سے گفتگو کرنے کو باہر آیا مگر جوں ہی مروان کے قریب پہنچا مروانی سواروں نے حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں اسکو کاٹ کے ڈالدیا۔

ضحاک کے مرتے ہی فوج کے قدم اُکھڑ گئے اور مروان نے فتح پائی حمص میں نعمان بن بشیر بھی مارے گئے۔

یہ میدان صاف کر کے مروان شادیانے بجاتا ہوا دمشق میں داخل ہوا اور مصر کی مہم کی تیاریاں کرنے لگا۔

اسی اثنا میں اسکو مشورہ دیا گیا کہ یزید کی بیوی خالد کی ماں سے نکاح کر لینا چاہئے تاکہ خالد کا کھٹکا جاتا رہے۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ اس بڑھاپے میں یزید کی جوان بیوی سے عقد کر لیا۔ خالد کو یہ بات سخت ناگوار گزری مگر بیچارہ کیا کر سکتا تھا دم بخود ہو کر چپ ہو گیا۔

ایک دن سفر مصر کے سامان میں مروان اور خالد کی کچھ تیز گفتگو ہو گئی خالد کو اسکا غرور تھا کہ میں یزید کا بیٹا ہوں مروان تاجداری کا گھمنڈ رکھتا تھا بھرے دربار میں یہ گرما گرم باتیں ہو رہی تھیں مروان کو فحش گالیاں بکنے کی عادت تھی اسکو خبر بھی نہ ہوئی کہ اس کے منہ سے کیا نکل گیا اور اس نے بے محابا خالد کی ماں یعنی اپنی موجودہ بیوی کو گالی دی اس گالی میں خالد کی ماں کے مخفی جسم کا ایک شرمناک عیب بیان کیا گیا تھا۔ خالد یہ گالی سنکر بے قابو ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ملک شام کے تمام امرا جمع ہیں اور انکے سامنے میری ماں کو ایسے مکروہ فحش الفاظ سے یاد کیا گیا وہ کچھ کر تو نہ سکا روتا ہوا اپنی ماں کے پاس گیا اور سارا حال اس سے بیان کیا وہ بولی تو رنج نہ کر اسکے بعد یہ موقع پھر کبھی پیش نہ آئے گا۔

چنانچہ رات کو جب مروان خالد کی ماں کے پاس آیا اور خواب گاہ میں سو گیا تو خالد کی والدہ نے لونڈیوں کی مدد سے اسکا گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور اس طرح اس تاریخی آدمی کا خاتمہ ہو گیا۔

صبح یہ خبر عام ہوئی تو بڑا تہلکہ مچا اور لوگوں نے جمع ہو کر مروان کے بیٹے عبدالملک کو بادشاہ بنا لیا۔

عبدالملک نے تخت نشین ہو کر کہا میں اپنے باپ کے انتقام میں خالد کی ماں کو ضرور قتل کرتا۔ مگر دو باتوں سے شرم آتی ہے۔ ایک تو یہ کہ عورت کو مارنا میرے لیے عیب ہے دوسرے یہ کہ لوگ کہیں گے کہ مروان ایک عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مروان کا نسب یہ ہے۔ مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف
مکہ میں پیدا ہوا شام میں مرا۔ رمضان کی تیسری تاریخ سنہ ۶۵ ہجری میں بعمر ۶۳ سال اسکی
موت ہوئی۔ نو مہینے دس دن بادشاہت کا مزا چکھا اسکا قوال یحییٰ بن قیس شیبانی
اور پرائیویٹ سکرٹری وہی سرحون بن منصور رومی تھا جسکا ذکر یزید کے حال میں
پڑھا ہے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۲۶)

پانچواں بادشاہ
عبد الملک بن مروان

یہ وہی عابد اور تارک دنیا طالب علم تھا جس نے مدینہ کے بھیجے یزیدی لشکر کو دیکھ
وہ مشہور خونریزی اور حرم نبوی کی بے حرمتی کرائی تھی جسکا بیان پہلے باب میں ہوا ۔

مدینہ منورہ میں پیدا ہوا سنہ ۲۶ ہجری یا سنہ ۲۳ ہجری تھا ایک روایت ہے کہ جناب عالی
ستواسنے پیدا ہوئے تھے یعنی پورے نو مہینے ماں کے پیٹ میں نہ رہے۔ سات ہی مہینہ
میں پیدا ہوگئے کیونکہ وہ دنیا کی ہوس زیادہ تھی ۔

۳ رمضان سنہ ۶۵ ہجری میں بمقام دمشق تخت نشین ہوا۔ اور ۶۳ برس کی عمر میں
وسط شوال سنہ ۸۶ ہجری میں انتقال کیا ۔

ابو الولید کنیت تھی اور ابو الاملاک (بادشاہوں کا باوا) بھی لوگ کہتے تھے کیونکہ
اسکے چار بیٹے مالک تخت وتاج ہوئے۔ اس کے منہ میں کچھ مرض تھا اسکی وجہ سے
اسپر مکھیاں بھنکا کرتی تھیں اسواسطے اسکو ابو الذباب (مکھیوں کا باپ) بھی کہتے تھے ۔

حضرت ابن عباسؓ کے ایک صاحبزادہ کا نام حضرت علیؓ نے اپنے نام پر علی رکھا
تھا اور کنیت بھی اپنی ہی ابو الحسن دی تھی حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک
دن یہ ابو الحسن عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ بگڑ کر بولا مجھے
تیرے نام اور کنیت سننے کی تاب نہیں ہے لہذا میں تجھکو ابو محمد کہا کرونگا ۔

عبدالملک نے ایک دن سیب کو دانتوں سے کتر کر کھایا اور کترا ہوا باقی سیب اپنی بیوی لبابہ بنت عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب کو دیا لبابہ نے عبدالملک کی گندہ دہنی اور منہ کی بیماری سے کراہت کرکے چھری منگائی تاکہ اس کو چھیل کر اور صاف کرکے کھائیں عبدالملک نے پوچھا چھری کیا کرو گی۔ لبابہ نے کہا اسکی اذیت دور کروں گی عبدالملک بگڑ گیا اور فوراً لبابہ کو طلاق دیدی۔ لبابہ نے ابو محمدؓ مذکور سے شادی کرلی تو عبدالملک نے لبابہ کو پیام بھیجا گنجا ہاشمی مبارک ہو۔ لبابہ نے جواب بھجوایا۔ مجکو گنجہ ہاشمی گندہ دہن اموی کے مقابلہ میں زیادہ پیارا ہے عبدالملک کو طیش آیا اور اس نے بجائے ابوالحسن (ابو محمد) کو کوڑوں سے پٹوایا اور کہا تیرا یہ حوصلہ ہوا کہ شاہانِ وقت کی بیویوں سے شادی کرتا ہے (دائرۂ معارف عربی انسائیکلوپیڈیا جلد اول صفحہ ۹۴)

ایک دفعہ عبدالملک نے عبدالرحمن بن الحراث کی بیٹی سے نکاح کا پیغام دیا مگر بنت عبدالرحمن نے انکار کیا اور کہا کہ میں کھیوں کے باوا سے شادی نہیں کرتی۔

آخر اس کی شادی یحییٰ ابن الحکم سے ہو گئی۔ یحییٰ کی صورت کالی تھی عبدالملک نے یحییٰ کو طعنہ دیا تجھ کالے کلوٹے کو اس نے کیونکر پسند کر لیا یحییٰ نے جواب دیا۔ چہرہ نے انکار کرایا اور چہرہ ہی سے اقرار ہوا۔ میری کالی صورت آپکی کھیوں بھری صورت کے مقابلہ میں اس کو پسند آگئی (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۹)

عبدالملک نے تخت نشین ہو کر جو تقریر کی تھی اسکا یہ حصہ قابل سننے کے ہے:۔

اے لوگو میں (حضرت) عثمانؓ کی طرح کمزور نہیں ہوں، اور معاویہ کی مثل مکاری بھی مجھ میں نہیں ہے، میرا تو بس ایک سخن ہے جو شخص گردن کھینچےگا (یعنی انکار کا اشارہ کیا) تو میری تلوار جواب دے گی۔ (یعنی قتل کرنے کا اشارہ کیا) خدا تعالیٰ نے کچھ حدود اور کچھ فرائض مقرر کئے ہیں اگر تم ان سے آگے بڑھوگے اور نافرمانی کی طرف جاؤ گے تو میری سخت گیری بھی بڑھنا شروع کرے گی۔ یہاں تک کہ ہم تم تلوار کے پاس پہنچ جائیں گے (عقد الفرید صفحہ ۲۲۸)

زفر بن الحراث نے عبدالملک سے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپکو کراہت کرنیوالے مومنین پر فتح دی (یعنی ان مومنین پر جو عبدالملک سے کراہت رکھتے تھے) دربار کا ایک شخص بولا انکو مومنین نہ کہو وہ کافر ہیں۔ زفر بن الحراث نے جواب دیا کافر کیسے کہہ سکتے ہیں قرآن شریف نے تو یہ فرمایا ہے کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقًا من المومنین لکارھون (جیسے تمہارے پروردگار نے تم کو تمہارے گھر سے بموجب حق کے نکال لیا اور اس سے مومنین کا ایک فریق کراہت رکھتا تھا (عقد الفرید صفحہ ۲۲۹)۔

عبدالملک کے افسران فوج کی تمیز بھی قابل ملاحظہ ہے اس نے ایک دفعہ مدینہ پر فوج بھیجی جسکا سردار حبش ابن دلجہ تھا۔ جب مدینہ میں داخل ہوا تو منبر رسول اللہ صلعم پر جاکر بیٹھ گیا۔ کیونکہ عبدالملک کی بیعت کا اعلان کرنا مقصود تھا۔ وہاں جناب کو بھوک لگی اور اتنا صبر نہ کر سکے کہ مکان پر آکر کھانا کھاتے۔ وہیں گوشت روٹی منگائی اور منبر پر بیٹھے بیٹھے نوش جان فرمائی۔ اسکے بعد پانی منگا کر منبر پر ہی بیٹھے بیٹھے وضو کیا (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۲۹)

جس قوم کے افسران فوج ایسے وحشی و جنگلی و بے تمیز ہوں اس سے حق و انصاف کی اور شعار اسلام کی پابندی کی توقع عبث ہے۔

عبدالملک حضرت مصعب بن زبیرؓ کی مہم پر عراق جانے لگا تو اس کی بیوی جو یزید بن معاویہ کی بیٹی عاتکہ تھی بن سنور کر اپنی لونڈی باندیوں کو ساتھ لیکر سامنے آئی اور نہایت نازو انداز و دلربائی سے کہا۔ ہم تو امیر المومنین کو پردیس نہ جانے دینگے اگر تمہارے کتوں میں سے ایک کتا بھی عراق چلا جائیگا تو مصعب کو زیر کر لیگا۔ تم نجاؤ۔ ہمارا جی تم سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتا۔ عبدالملک نے کہا دیوانی ہوئی ہو۔ اتنی بڑی مہم ہے کہ بغیر میرے جائے سر نہیں ہو سکتی۔ میں عورتوں کی خاطر اپنی بادشاہی کے کام نہیں چھوڑ سکتا۔ عاتکہ یہ سنکر رونے لگی اور ساتھ ہی اسکی سہیلیوں نے بھی رونا شروع کیا عبدالملک یہ تماشا دیکھ حیران ہو گیا مگر اپنے ارادہ سے نہ ٹلا اور عاتکہ کو روتا دھوتا چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ چلتے وقت عاتکا

شگون بُرا ہوا تھا۔ وہ سامنے آیا۔ دمشق سے تین ہی منزل آگے بڑھا تھا کہ خبر آئی کہ عمرو بن سعید الاشدق نے بغاوت کی اور دارالحکومت پر قبضہ کرلیا۔

یہ سُنکر عبدالملک پلٹا اور جاکر دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ کچھ دنوں کی جنگ کے بعد اس بات پر صلح ٹھیری کہ عبدالملک کے بعد عمر بن سعید الاشدق بادشاہ بنایا جائے عبدالملک نے طوعاً وکرہاً اس کو قبول کیا۔ دروازے کھُلے اور یہ پھر دمشق میں داخل ہوا اور بظاہر عراق کا قصد ملتوی ہوگیا چند روز کے بعد جب عمرو بن سعید الاشدق کو عبدالملک کی عنایات دیکھکر اطمینان ہوگیا تو ایک دن عبدالملک نے اسکو اپنے پاس بُلا لیا۔ عمرو بن سعید کی بیوی اور حمایتیوں نے منع کیا اور کہا اسکی مہربانیوں پر بھروسہ نہ کرو اور پاس نہ جاؤ ایسا نہو کچھ فریب کرے مگر عمرو بن سعید نہ مانا اور بولا عبدالملک ایسا آدمی نہیں ہے اسکو تو میرا یہانتک خیال ہے کہ اگر کوئی سخت ضرورت پیش آجائے اور میں سوتا ہوں تو وہ مجھے آرام سے جگائیگا نہیں اس ضرورت کو ترک کر دیگا اور میرے بیدار ہونے کی راہ دیکھے گا۔

الغرض عمرو بن سعید عبدالملک کے پاس گیا۔ مگر احتیاطاً چار ہزار بہادران شام کو ساتھ لیتا گیا اور ان کو محل شاہی کے آس پاس بٹھا دیا کہ اگر کچھ گڑبڑ دیکھو تو حملہ کر دینا۔

عبدالملک سے سامنا ہوا تو اس نے بڑی محبت اور خاطر سے استقبال کیا اور کہا جناب میں نے قسم کھائی تھی کہ محاصرہ دمشق کو توڑ کر آپکے گلے میں چاندی کا طوق اور ہاتھ پاؤں میں نقرئی ہتکڑیاں بیڑیاں ڈالونگا مگر جھگڑا صلح سے طے ہوگیا اب اس قسم کا پورا کرنا ہے کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں صرف اپنی قسم پورا کرنیکو یہ طوق و بیڑیاں ڈالدوں اور اسکے بعد نکال لوں"

عمرو بن سعید کی تو قضا آگئی تھی عقل پر ایسا پردہ پڑا کہ بلا کسی عذر کے اسکو قبول کرلیا۔ اور عبدالملک کے ہاتھ سے طوق و بیڑیاں پہن لیں۔ عبدالملک اس سے فارغ ہوا تھا کہ اتنے میں اذان کی آواز آئی اور وہ نماز پڑھنے کو مسجد میں جانے لگا مگر جاتے وقت اپنے بھائی عبدالعزیز ابن مروان سے کہہ گیا کہ میرے آنے تک تو عمر بن سعید کو قتل کر ڈالیو

چنانچہ عبدالعزیز تلوار کھینچکر عمرو کے سر پر گیا تو اس نے عاجزی سے گڑگڑا کر التجا کی اور کہا بھائی میرے قتل سے کیا فائدہ ہوگا للہ تو اس سے درگزر کر عبدالعزیز کو رحم آگیا اور اس نے اس کو قتل نہ کیا ؞

عبدالملک نماز پڑھکر آیا اور عمرو بن سعید کو زندہ دیکھا تو اپنے بھائی کو برا بھلا کہنے لگا اور خود تلوار لیکر عمرو بن سعید کا سر کاٹ ڈالا اور اسکی لاش اپنے تخت کے نیچے ڈلوادی۔ اتنے میں عمرو بن سعید کا ایک بڑا حمایتی سردار اندر آیا اور اس نے کن انکھیوں سے عمرو بن سعید کی لاش تخت کے نیچے پڑی دیکھ لی اور یہ بھی دیکھا کہ عبدالملک ہانپ رہا ہے تو وہ سمجھ گیا کہ خود عبدالملک نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل کیا ہے ؞

عبدالملک نے اس سے پوچھا کہ عمرو بن سعید کا کیا علاج کرنا چاہیئے سردار نے کہا۔ حضور انکو قتل کر ڈالنا ضروری ہے۔ عبدالملک بولا یہ کیونکر ممکن ہے کہ عمرو بن سعید کے حامی بہت ہیں اور سنتا ہوں۔ وہ سب کے سب محل کے باہر جمع ہیں سردار نے جواب دیا اسکا علاج آسان ہو آپ عمرو بن سعید کا سر کاٹ کر محل کے باہر پھینک دیجئے اور اس کے ساتھ چند تھیلیاں اشرفیوں کی بھی پھنکوا دیجئے لوگ سر کو دیکھکر تو مایوس ہو جائیں گے اور اشرفیاں دیکھکر انتقام سے ہاتھ اٹھالیں گے کیونکہ ان کو لوٹ کا خیال پڑ جائیگا۔ عبدالملک اس تجویز سے بہت خوش ہوا اور عمرو بن سعید کا سر اشرفیوں کے ساتھ محل کے باہر پھینک دیا۔ سپاہ اشرفیاں چننے لگی اور عمرو بن سعید کا بدلہ لینا بھول گئی (عقد الفرید ۲۳۲)

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ رسول اللہ صلعم اور اصحاب کی ہجرت مدینہ کے بعد پہلے لڑکے تھے جو پیدا ہوئے اس کے قبل یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے سحر کر دیا ہو اب مسلمانوں کے ہاں اولاد نہ ہوگی جس وقت آنحضرتؐ کو حضرت عبداللہ کی ولادت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے خوشی سے تکبیر کہی تھی اور تمام اصحاب نے بھی تکبیر کا نعرہ بلند کیا تھا ؞

عبدالملک کے حکم سے جب حجاج بن یوسف نے حضرت ابن زبیرؓ کو شہید کیا تو تمام شامی

فوج نے تکبیریں پڑھیں۔ یہ غل سُنکر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنے خلوت خانہ میں کسی سے
پوچھا یہ تکبیروں کی آواز کیسی ہے کہا گیا ابن زبیرؓ قتل ہوئے ہیں اور شامیوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا ہے
حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ بہتر اور اچھے تھے وہ لوگ جنہوں نے ابن زبیرؓ کی پیدائش کے
وقت تکبیر کہی تھی اور برے ہیں وہ لوگ جو ان کی موت پر تکبیر پڑھ رہے ہیں (عقد الفرید صفحہ ۲۳۸)

حضرت ابن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج نے کعبہ کو ڈھا دیا اور از سر نو بنایا کعبہ کی
موجودہ عمارت حجاج ہی کی بنا کردہ ہے (حلی الایام صفحہ ۲۳۷)

اسی زمانہ میں حجاج نے حضرت ابن عمر کے ایک زہر آلودہ نیزہ مارا جسکے صدمے
سے وہ مدتوں بیمار رہ کر رحلت فرما گئے (حلی الایام صفحہ ،،)

فتح مکہ کے بعد ۷۴ھ میں حجاج مدینہ میں گیا اور بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ صلعم کی
گردنوں اور ہاتھوں پر اطاعت عبدالملک کے داغ لگائے گئے جن میں حضرت انسؓ
حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت سہیل بن سعد الساعدیؓ جیسے اکابر صحابہ بھی تھے (حلی الایام صفحہ)
ابن احمد بن عبداللہ العجلی کہتے ہیں کہ عبدالملک گندہ دہن تھا ابن سعد کہتے ہیں کہ مدینہ
کے قیام میں عبدالملک بڑا عابد۔ زاہد اور تارک دنیا تھا نافع سے روایت ہے کہ میں نے
سارا مدینہ چھان مارا مجھ کو عبدالملک سے زیادہ کوئی شخص تارک دنیا اور مسائل فقہیہ میں
طاق اور قرأت قرآن شریف میں مشاق نہ ملا ابوالزناد کا بیان ہے کہ عبدالملک کا شمار نامور
فقہائے مدینہ میں تھا حضرت ابن عمر اس زمانہ میں فرمایا کرتے تھے سب آدمیوں کے لڑکے تو
بیٹے ہیں اور مروان کا بیٹا باپ ہے یعنی لڑکپن میں باپ سے فضائل رکھتا ہے عبادہ بن نسیٰ سے
روایت ہے کہ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ آپکے بعد ہم مسائل دین کس سے پوچھا کریں فرمایا
مروان کے بیٹے عبدالملک سے کہ وہ سارے مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ ہے شعبی کہتے ہیں کہ میں جب
کسی کے پاس جا کر بیٹھا اور علم حدیث کی گفتگو آئی تو ہمیشہ میری ہی واقفیت اعلیٰ رہی مگر
عبدالملک کے پاس جب جاتا ہوا تو ہمیشہ اسکی معلومات حدیث مجھ سے زیادہ ہی نکلی۔

ایک دفعہ عبدالملک سے اُم درداء نے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ پہلے بڑے
عابد اور تارک الدنیا تھے اور اب سونا پیتے ہیں عبدالملک نے کہا ہاں خدا کی قسم سونا
ہی نہیں اب تو خون بھی پیتا ہوں سب سے پہلے عبدالملک نے طلائی سکہ بنوایا جس کے ایک
رُخ ہو اللہ احد تحریر تھا اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ (یہ سب واقعات و روایات
حلی الایام فی خلفاء الاسلام صفحہ ۲۳۸ و ۲۳۹ سے لیے گئے ہیں ۔
عبدالملک نے بھی اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ولید اور سلیمان کے لیے لوگوں سے بیعت لی
تھی مدینہ کے حاکم ہشام بن اسمٰعیل کے نام حکم آیا کہ اہل مدینہ سے بھی ان دونوں کی بیعت لے
سب نے اسکی تعمیل کی مگر حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا عبدالملک زندہ ہے تو بیٹوں کی بیعت میں
نہیں کرونگا اس پر ہشام نے انگوٹاٹ کا لباس پہنا کر کوڑے لگوائے (عقد الفرید صفحہ ۲۳۸)
عبدالملک کا کوتوال پہلے ابن ابی کبیشہ السکسکی تھا پھر ابو نائل بن رباح ہوا پھر عبداللہ
بن یزید ہوا اور اس کے باڈی گارڈ (محافظ ذات) فوج کا افسر ریان تھا اور محکمہ مال اور
محکمہ فوج کا سکرٹری سرجون بن منصور رومی تھا اور پرائیویٹ سکرٹری ابو ذرعہ تھا اور
مہر بردار قبیصہ بن ذوئب تھا اور خزانچی رجا بن حیات تھا اور حاجب ابو یوسف تھا اس کے
زمانہ میں رومی اور فارسی زبانوں کے دیوان عربی میں ترجمہ کیے گئے رومی زبان سے سلیمان
بن سعید مولی حسین نے ترجمہ کیا تھا اور فارسی سے صالح بن عبدالرحمن نے بعض لوگوں کا خیال ہے
کہ ترجمے اس کے عہد میں نہیں بلکہ اس کے بیٹے ولید کے ایام میں ہوئے ہیں (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۴۸)
عبدالملک کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ ولید۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشام۔ ابوبکر۔ مسلمہ۔ سعید الخیر۔
عبداللہ۔ حجاج۔ منذر۔ مروان الاکبر۔ مروان الاصغر۔ معاویہ۔ داؤد۔ (عقد الفرید صفحہ ۲۳۸)
آخر جام حیات لبریز ہوا۔ اور ایک دن چپلک کر گر پڑا اور ۶۳ برس کی عمر میں مر گیا
ولید نے نماز پڑھا کر دمشق کے باہر دفن کر دیا۔ اس نے اکیس برس حکومت کی ۔
اس کی حکومت میں بڑے بڑے واقعات جسقدر گزرے وہ اس کتاب کے پہلے باب میں مذکور ہیں۔

چھٹا بادشاہ
ولید بن عبدالملک

ہندوستان کے جلال الدین اکبر کی طرح ولید بھی جاہل بادشاہ تھا مگر فتوحات و کارناموں میں سب سے بڑھ گیا عبدالملک کو اسکی جہالت کا ہمیشہ قلق رہتا تھا ایکدن ولید نے سُنا عبدالملک اسکی بے علمی کا بہت شاکی ہے یہ سُنکر ایسی غیرت آئی کہ علما کے مجمع کو لیکر ایک مکان میں بیٹھ گیا اور چھ مہینے باہر نہ نکلا مگر بدنصیبی دیکھو کہ چھ مہینے کی محنت کے بعد باہر آیا تو ویسا کا ویسا ہی جاہل اجہل تھا اس نے اپنے زمانہ میں یتیموں کی پرورش اور انکے ختنے کرانے وغیرہ کے محکمے قایم کیے نابینا اور ہر اعضا سے محتاج شخص کیلئے خدمتگار اور غلام مقرر کر لیئے غربا کی تنخواہیں جاری کیں دمشق کی مشہور جامع اموی اسی کی بنا کردہ ہے مسجدوں پر بلند مناروں کی تعمیر اسی کی ایجاد ہے اسی کے وقت کے مسلمانوں نے کابل فتح کیا اور بڑھتے ہوئے سندھ۔ ملتان اور قنوج تک آ گئے۔

بڑا عاقل اور منتظم بادشاہ تھا۔ جبر و ظلم میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا حضرت سعید بن جبیرؓ اسی کے عہد میں حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ایک مشتبہ روایت کی بموجب حضرت امام زین العابدین کو بھی اسی نے اپنے پاس بلا کر قید کیا اور قید میں زہر دے کر شہید کر دیا (طبری ابن اثیر علی الایام۔ عقد الفرید میں یہ روایت مجھ کو نہیں ملی)

خود بازاروں میں جاتا اور نرخ دریافت کرتا اگر زیادتی پاتا تو دوکانداروں کو مجبور کر کے مناسب بھاؤ مقرر کراتا۔ ایکدن معلم کے سامنے کسی لڑکی کو پڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا جہانتک ممکن ہو مرد مدرس کے پاس وہی لڑکیاں پڑھنے آیا کریں جنکی عمر بہت ہی چھوٹی ہو ورنہ فتنہ کا اندیشہ ہے ایک دن کہنے لگا کہ اگر خدا تعالیٰ حضرت لوطؑ کا ذکر قرآن میں نہ فرماتا تو لوگوں کو خلاف فطرت افعال کرنے کی خبر بھی نہ ہوتی اور کوئی انکا ارتکاب نہ کرتا۔ وسط شوال ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا اور وسط ربیع الاول ۹۶ھ میں دس برس حکومت کر کے مر گیا (طبری عقد الفرید علی الایام۔ دائرۃ معارف ابن اثیر)۔

ساتواں بادشاہ
سلیمان بن عبدالملک

"ولید کے مرنے پر اسکا بھائی سلیمان تخت نشین ہوا یہ نمازی بادشاہ تھا اول وقت خیال کرکے نمازیں ادا کرتا تھا ورنہ اس سے پہلے بنی امیہ کے بادشاہوں نے نمازوں کی تاخیر اپنا شعار بنا لیا تھا اس نے ستر ہزار قیدی رہا کیے اور انکو لباس اور خرچ بھی دیا جسکی تمام ملکوں میں دھوم مچ گئی اسمیں زیادہ کھانے کا عیب بہت بڑا تھا عقد الفرید میں ہے کہ طائف کے سفر میں کسی شخص نے پانچ سیب نذر دیے اس نے ان کو کھا لیا۔ پھر پانچ اور دیے وہ بھی کھا لیے یہانتک کہ ستر سیب کھا گیا اس کے بعد ایک بُھنا ہوا بکری کا بچہ لایا گیا وہ بھی چٹ کر گیا پھر چھ مرغیاں بھنی ہوئی آئیں ان کو بھی نوش جان کر گیا اس کے بعد انگور کھاتا رہا اور سو گیا بیدار ہوا تو تمام لوگوں کی طرح دوبارہ کھانا کھایا۔ اس کی موت بھی زیادہ کھانے سے ہوئی کسی عیسائی نے ایک ٹوکرا سیب کا اور ایک ٹوکرا اُبلے ہوئے انڈوں کا نذر کیا تھا اس نے سب کو چھلوایا اور کھانا شروع کیا۔ یہانتک کہ دونوں ٹوکرے صاف کر دیے اسکے بعد کچھ میٹھی چیزیں لائی گئیں جنکو یہ کھاتا رہا۔ آخر تخمہ ہوا اور اسی میں مر گیا۔

بہت خوبصورت بادشاہ تھا ایکدن کسی حسین عورت سے پوچھا بتا میری صورت کیسی ہے اس نے کہا سارے عرب میں تیرے برابر کوئی خوش جمال نہوگا مگر افسوس یہ ہے کہ فنا ساتھ لگی ہوئی ہے اور بقا سوائے ذات خدا کے کسی کو نہیں اس جواب کا سلیمان پر بہت اثر ہوا اور اس کے ایک ماہ بعد بجائے کہ موت کے جمال کا نظارہ کرنا پڑا۔

اس کی نیت اپنے بیٹے کو جانشین کرنے کی تھی مگر کسی نے اس کے خلاف نصیحت کی اسپر اتنا اثر اسکا ہوا کہ اس خیال سے باز آیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے واسطے وصیت نامہ لکھدیا مگر اس کے مرنے سے پہلے کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وصیت کس کے واسطے ہوئی ہے۔ بھائی خیال کرتا تھا میرے لیے بیٹا خوش ہوتا تھا کہ مجکو تاج دیا ہوگا۔ مگر سلیمان کی موت کے

بعد وصیت نامہ کھلا تو حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام تھا ❊

ربیع الاول ۹۶ھ میں تخت نشین ہوا اور دو برس دس مہینے پندرہ دن حکومت کرکے صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے دن ۳۴ سال کی عمر میں انتقال کیا (عقد الفرید، طبری، ابن اثیر)

آٹھواں خلیفہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

مروان ابن الحکم جیسے شخص کے پوتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے ملکوتی صفات مرحمت فرمائی تھیں۔ انھوں نے خلفائے راشدین کا زمانہ یاد دلایا عدل سادہ مزاجی اور دینداری کی شان دوبارہ پیدا کر دی حضرت علیؓ اور بنی فاطمہ پر جو لعن ہوتے تھے انہوں نے بند کرا دیے۔ مزار حضرت امام حسینؓ پر شاندار روضہ بنوایا اور زیارت کی عام اجازت دی ❊

جس دن تخت نشین ہوئے غلام حسب عادت شاندار سواری لیکر حاضر ہوئے۔ فرمایا لیجاؤ مجھے ان متکبرانہ سواریوں کی ضرورت نہیں ہے اور اپنے ایک دُبلے پتلے خچر پر سوار ہوکر گھر چلے گئے بشیر ابن عبد اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز خلوت میں اکثر بیقرار ہو ہو کر رویا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دیکھئے میرا کیا انجام ہوگا کہ حکومت عبد الملک اور ولید و سلیمان سے مجھ کو ملی ہے۔ جنہوں نے تین پردے حق اور میرے درمیان میں دوری کے ڈالدیئے ہیں۔ یہ حضرت بیت المال سے ایک پیسہ نہ لیتے تھے کسی نے کہا کیا آپ حضرت عمر فاروقؓ سے بھی بڑھ کر ہیں وہ تو دو درم روزانہ بیت المال سے لیا کرتے تھے۔ فرمایا انکے پاس خرچ کو کچھ نہ تھا اور مجھ کو خدا نے اتنی ثروت دی ہے کہ بیت المال سے لینے کی ضرورت نہیں ❊

ایک شخص نے فریاد کی کہ فلاں آدمی نے مجھ کو مارا۔ اور میری زمین غصب کرلی۔ آپنے مدعا علیہ کو بُلایا اور پوچھا کہ اس کے دعوے کی نسبت تیرا کیا جواب ہے اُسنے کہا کہ بیشک یہ سچا ہے مگر میں نے آپکی حکومت کے بارے میں اس کو اطاعت کی نصیحت کی تھی اور جب اس سے خلاف جواب سُنا تو میں نے مارا اور ریطو سزا کے زمین چھین لی۔ آپنے حکم دیا ہماری

اطاعت کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ ہے اطاعت خدا کی ہے تم ابھی اسکی زمین واپس دو اور اس سے معافی مانگو۔
ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں خالد بن یزید بن معاویہ کے ساتھ بیت المقدس کے صحن میں تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے خالد سے پوچھا کہ میرے چہرہ پر آنکھ ہے خالد نے کہا بیشک تمکو خدا نے دل کی اور جسم کی دونوں آنکھیں دی ہیں اس آدمی نے یہ جواب سُنا تو کانپنے لگا اور روتا ہوا چلا گیا۔ خالد نے مجھ سے کہا کہ اگر یہ شخص زندہ رہا تو امام عادل ہوگا۔ میں نے پوچھا یہ کون تھا۔ خالد نے کہا عمر بن عبد العزیز یہی ہے ؞

حضرت کا ایک غلام درہم نامی جنگل سے ایندھن چنکر لایا کرتا تھا ایک دن انہوں نے اس سے پوچھا کہ خلقت کا میری نسبت کیا خیال ہے غلام نے کہا آپکی نسبت خیال تو سب کا اچھا ہے مگر اصل میں ہم تم دونوں کا بہت ہی بُرا حال ہے حضرت نے متعجب ہوکر پوچھا کیونکر؟ کہا جبتک آپ خلیفہ نہوئے تھے میں اچھا کھاتا اچھے مکان میں رہتا اور سیر کرتا تھا خلافت ملی تو مجھے خوشی ہوئی تھی کہ اب پہلے سے بھی زیادہ راحت ملے گی مگر معاملہ برعکس ہوگیا اب تو پہلے سے بھی زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے حضرت نے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔ خدا اسکے طفیل مجکو بھی حکومت کے عذاب سے نجات و آزادی دے ؞

فدک کی نسبت انہوں نے ایکدن فرمایا کہ رسول خدا صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے اسکو اپنے باپ سے مانگا مگر انہوں نے یہ انکو نہ دیا اور اسکی آمدنی کار خیر میں خرچ کرتے رہے۔ پھر بعد کے خلفائے راشدین نے بھی یہی کیا مگر جب حکومت ہمارے خاندان میں آئی تو ہمارے بزرگوں نے اسکو ورثہ بناکر آپس میں تقسیم کر لیا۔ چنانچہ وہ میرے اور ولید و سلیمان کے حصہ میں تین جگہ بٹ گیا اور اس کے بعد کامل طور سے میرا اسپر ذاتی قبضہ ہوگیا مگر آج میں کہتا ہوں کہ یہ فعل سراسر ناجائز تھا اس کو میں واپس کرتا ہوں جو حالت رسول خدا صلعم کے وقت میں تھی اسی کی موافق اسکا آمد و خرچ ہونا چاہیئے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۳۵)

انہوں نے حکم دیا تھا کہ کوئی غیر مسلم مسلمانوں کا سا لباس استعمال نہ کرے نہ ایسی وضع

بنائے جس سے اسلامی مشابہت پائی جاتی ہو نہ کسی غیر مسلم کو یہ اختیار ہو کہ وہ مسلمان کو خدمتگاری کے لیے نوکر رکھے ایک ماتحت حاکم کو انہوں نے لکھا کہ اگر تجھکو مخلوق خدا پر قدرت غلبہ حاصل ہو تو ذرا اس قدرت و غلبہ کا خیال کر لیا کیجیو جو خدا کو تجھپر حاصل ہے یاد رکھ کہ آدمیوں کے پاس تیرے لیے جتنا ہے اُس سے بہت زیادہ خدا کے پاس تیرا ہے لہٰذا تو خدا ہی پر نظر رکھا کر
ایک گورنر نے اطلاع دی کہ فلاں شخص نے آپکو گالیاں دی ہیں اس کو قتل کر دینا چاہتا ہوں حضرت نے جواب دیا اگر تو نے اس کو قتل کیا تو میں تجکو اس کے قصاص میں مار ڈالونگا۔
ایک آدمی نے ایک آدمی کو گالیاں دی ہیں اسکا عوض قتل ہرگز نہیں ہے۔ پیغمبر خدا کو گالی دینے کی سزا تو یہ ہو سکتی ہے مگر میں تو ایک معمولی آدمی ہوں ۔
ایک حاکم نے اطلاع دی یہاں ایک جادوگرنی آئی تھی میں نے اسکو دریا میں غرق کرنیکا حکم دیا مگر ڈوبی نہیں پانی پر تیرنے لگی حضرت نے حکم بھیجا اسکو چھوڑ دے ہمکو بیوجہ قتل کرنیکی اجازت اسلام نے نہیں دی
ایک دن حضرت نے بنی مروان کو خطاب کر کے فرمایا خلقت کا حق انکو واپس دیدو۔ جو تمہارے بزرگوں نے غصب کر لیا تھا سب لوگ خاموش بیٹھے رہے مگر ایک شخص بولا ہم ہرگز نہ دیں گے یہ ہمکو ہمارے بزرگوں سے پہنچا ہے اگر ہم واپس دیں گے تو گویا اپنے باپ دادا کو غاصب گنہگار بنائیں گے اور اپنے بچوں کو مفلس کر دیں گے حضرت نے فرمایا کیا کروں فتنہ فساد کا ڈر ہے ورنہ تمہارے رخساروں پر طمانچے مار مار کر یہ حق واپس کراتا۔
ایک دن انکے بیٹے عبدالملک نے کہا۔ کیوں باداجان آپ رعایا کو حق کے حکم تھوڑے تھوڑے کر کے دیتے ہیں ایکدفعہ ہی انکو سب احکام کیوں نہیں سنا دیتے فرمایا خدا تعالیٰ نے شراب کی نسبت قرآن میں دو دفعہ نرگول مول حکم دیا۔ تیسری دفعہ صاف صاف حرام کیا۔ اگر میں ایکدفعہ ہی سب احکام کا بوجھ ان پر ڈالدوں تو وہ سب کو سر سے اُتار کر پھینک دیں گے اس لیے تھوڑا تھوڑا دینے کی ضرورت ہے کہ وہ سب کو برداشت کر لیں۔
عبدالملک انکے صاحبزادے انکی زندگی میں رحلت فرما گئے تو خلقت ماتم پرسی کو جمع ہوئی

ہر ایک شخص شادی بڑھ چڑھ کر اظہار غم کرتا تھا حضرت نے فرمایا خدا نے عبدالملک کو زندگی دی تو بھی میں خدا کا اقرار کرتا رہا اور جب مر گیا تب بھی میں اسکا انکار نہیں کرتا یہی خوشی اتنی بڑی ہے کہ اسکے سامنے کسی غم کی گنجایش نہیں۔

ان کی بہن کا انتقال ہو گیا تو حسب عادت لوگ تعزیت کرنے کو جمع ہوئے انہوں نے فرمایا تم کیا تضیع اوقات کرتے ہو ایک عورت تھی جو مر گئی اگر زندہ رہتی تو بچوں کی ماں کہی جاتی اس سے زیادہ اور کیا حاصل ہوتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی نے ارادہ کیا تھا کہ خلافت بنی فاطمہ کے سپرد کر دیں بنی امیہ نے سنا تو انہوں نے انکے قتل کرنے کی سازش کی چنانچہ عبدالملک بن مروان کے بیٹے یزید نے حضرت کے ایک نوکر کو سازش میں شریک کرکے اس کو زہر دیا جسکو نوکر نے اپنے ناخن پر لگا لیا اور جسوقت حضرت نے پانی پینے کو طلب فرمایا تو نوکر نے ناخن پانی میں ڈبو کر دیدیا جس کے سبب حضرت بیمار ہوئے اور اسی میں انتقال ہو گیا (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۳۴۴)

بنی اُمیہ کی ستم کاریوں کو جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی نے روکنا شروع کیا اور ان کے غصب کردہ اموال کی واپسی کرانے لگے تو بنی امیہ نے انکو زہر دیکر شہید کرا دیا (دائرہ معارف عربی انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۹۳)

زید بن اسلم حضرت انس رضی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کی نماز کو آنحضرت صلعم کی نماز سے اتنا مشابہ نہیں پایا جتنی عمر بن عبدالعزیز کی نماز تھی جبکہ وہ مدینہ میں ایک ماتحت حاکم کی حیثیت میں مقیم تھے (علی الایام صفحہ ۳۶۹)

وہ رکوع و سجدہ کو پوری طرح ادا کرتے تھے اور قیام و قعود میں بہت دیر لگاتے تھے حضرت محمد بن علی بن حسین رضی سے کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نسبت پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بنی اُمیہ کے نجیب تھے قیامت کے دن وہ اکیلے ایک جماعت کی شان میں اٹھائے جائیں گے (علی الایام صفحہ ۳۷۰) ایک دفعہ انہوں نے تقریر کی اور فرمایا

قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ محمد کے بعد کوئی رسول نہیں میں قاضی
فیصلہ کرنیوالا قاضی نہیں ایک مجوزہ ہوں میں بدعت یا محمد نہیں ایک پیرو ہوں

میں تم میں کسی سے بہتر نہیں البتہ تمہارا بوجھ اٹھانیوالا ہوں۔ آگاہ ہو کہ
خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنا ؎

بنی امیہ کے ایک شخص نے آکر کہا۔ آپ نے سب کچھ ہم سے چھین لیا۔ ہمارے بھی بال بچے ہیں
اور ہم معاش میں بہت تنگ دست ہو گئے ہیں فرمایا موت کو زیادہ یاد کیا کرو موجودہ حالت
غنیمت معلوم ہوگی کہ موت کا ذکر مفلسی میں تونگری پیدا کرتا ہے اور تونگری میں اترانے اور غرور کرنے سے روکتا ہے۔
ایکدن انہوں نے ارشاد فرمایا اپنے باطن کی اصلاح کرو تمہارا ظاہر بھی درست ہو جائیگا
اور آخرت کے لیے کام کرو تمہاری دنیا کے کام بھی اس سے نکل آئیں گے (حلی الایام)
دس صفر ۹۹ھ جمعہ کے دن خلافت نشین ہوئے اور رجب ۱۰۱ھ جمعہ کے دن
بمقام دیر سمعان حمص میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎

نواں بادشاہ
یزید بن عبد الملک

اپنے ہمنام یزید بن معاویہ کی طرح یزید بن عبد الملک بھی بڑا خونی اور عیاش تھا۔ بد مزاجی خود پسندی
کا بھی وہی حال تھا۔ چار برس حکومت کی مگر یہ سارا زمانہ مسلمانوں کے قتل اور عورتوں کی عشق
بازی میں بسر کیا کچھ ملک کفار کے بھی فتح ہوئے لیکن زیادہ مصروفیت یزید بن مہلب اور دیگر مسلمانوں
کے محاربات و قتل و غارت میں رہی۔ گھر میں عشق بازیاں تھیں۔ باہر خون پاشیاں تھیں۔ عالیہ اور تقبیل
اکثر حبابہ نام ایک چھوکری پر دل و جان سے فریفتہ تھا۔ ایکدن باغ میں انگوروں کا کھیل ہو رہا تھا یزید
حبابہ پر انگور پھینکتا اور وہ اسکو منہ میں اُچک لیتی اور حبابہ یزید کی طرف انگور اچھالتی جسکو یہ اپنے منہ میں
تاک کرلے لیتا یکایک قضا نے عیش فنا کا رنگ جمایا یزید کا انگور بیچاری حبابہ کے حلق میں جاکر پھنس گیا
اور وہ نازنین ایک لمحہ میں پھڑک کر مرگئی۔ یزید کو بڑا صدمہ ہوا اور اس نے اسکی لاش دفن نہ ہونے دی
ایک روایت ہے کہ حبابہ کی لاش سے متواتر دار مصروفیت کرتا رہا اور اسی سبب سے خود بھی مرگیا
عقد الفرید میں ہے کہ لوگوں کے اصرار کرنے سے بمشکل لاش کو دفن کیا خود قبر میں اُتر کر اپنے ہاتھ سے مٹی میں ملایا۔

اور پھر گھر میں جاکر باہر نہ نکلا پندرہ ہیں دن مر گیا اور جنازہ باہر آیا۔ حلی ایام میں ہی کنارو انہیں تو نہیں لاش سے صرف بوس و کنار کرتا تھا اور دیکھ دیکھ کر روتا تھا اور لاش اسوقت تک دفن نہ ہونے دی جبتک کہ وہ سٹر نہ گئی آخر اپنے بھائی مسلمہ کے اصرار سے دفن کا حکم دیا مگر چند دن کے بعد خود بھی مر گیا حلی الایام کی دوسری روایت یہ بھی ہے کہ سل کے مرض میں یزید کی موت ہوئی۔ بہرحال حبابہ کی موت کے آگے آٹھ یا بارہ یا پندرہ دن کے بعد یزید کی موت ہوئی۔ عاتکہ بنت یزید کا بیٹا تھا۔ یعنی یزید اوّل کا نواسہ سنہ ۱۰۱ھ میں تخت پر بیٹھا اور سنہ ۱۰۵ھ میں بعمر ۳۴ سال مر گیا۔

دسواں بادشاہ
ہشام بن عبد الملک

بڑا بد مزاج اور جابر بادشاہ تھا بیس برس بادشاہت کی عیش و عشرت کا یہ حال تھا کہ ایکدفعہ حج کرنے گیا تو چھ سو اونٹ تو فقط ان ملبوسات کے تھے جنکو ہشام روزمرہ استعمال کرتا تھا حضرت زید بن حضرت زین العابدین کی شہادت اسی کے عہد میں ہوئی جسکا حال پہلے باب میں مذکور ہے شعبان سنہ ۱۰۵ھ میں تخت نشین ہوا اور ربیع الاول سنہ ۱۲۵ھ میں مر گیا۔

گیارھواں بادشاہ
ولید بن یزید بن عبد الملک

یہ جناب سب بنی امیہ کی ناک تھے کوئی گناہ ایسا باقی نہ رہا لذت شراب خواری زنا کاری شکار اور لہو ولعب سے کام تھا۔ حضرت عثمان کی پوتی سعدیٰ پر عاشق ہوا اور بڑے چاؤ چوچلے سے شادی کی لیکن چند روز کے بعد سعدیٰ کی بہن سلمیٰ پر دل آ گیا سعدیٰ کو طلاق دیکر سلمہ سے شادی کر لی سعدیٰ مدینہ میں چلی آئیں تو پھر انکے عشق کا سودا سر پر سوار ہوا ایک مشہور مسخرے اشعب کو بیس ہزار درہم اجرت دیکر مدینہ بھیجا کہ سعدیٰ کو منا لائے اشعب سعدیٰ کے پاس آیا تو انہوں نے اسکی خوب گت بنائی اور لونڈیوں سے پٹوایا اور اپنے گھر کا فرش سمیٹ کر اسکے سر پر رکھدیا اور کہا جا یہ تیرا انعام ہے اشعب ولید کے پاس گیا اور اپنی ناکامی کا قصہ بیان کیا تو ولید بہت

بگڑا اور کہا تیرے ابا تین علاج ہیں انہیں سے جو تنا منظور ہو کر دوں۔ ایک تو یہ کہ تلوار سے
تیرا سر کاٹ ڈالوں دوسرے یہ کہ درندوں کے آگے ڈالدوں تیسرے یہ کہ اس محل سے نیچے
پھینک دوں۔ اشعب بہت گھبرایا۔ مگر ہوش قایم کر کے بولا بھلا آپ اس شخص کو قتل کرنا
گوارا کریں گے جس نے آپکی محبوبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ولید نے ایک ٹھنڈا سانس
لیا اور کہا جا تجکو سعدی کے طفیل معاف کیا (عقد الفرید صفحہ ۲۵۳)

حضرت یحییٰ بن زیدؓ اسی کے زمانہ میں شہید ہوئے اسی کے وقت میں سلیمان بن ہشام نے
بغاوت کی اور اس نے اس کو گرفتار کر کے ڈاڑھی منڈوائی اور بڑی بے عزتی سے شہر بدر
کیا خالد بن عبداللہ قشیری مجتہد وقت کو بے گناہ شہید کرایا آخر اسکی بدکاری و خونریزی
سے عاجز ہو کر امرائے سلطنت نے سازش کی اور ایک دن جمع ہو کر مار ڈالا۔

جس وقت ولید قتل ہونے لگا اس نے قرآن شریف ہاتھ میں لے لیا اور کہا کہ حضرت عثمانؓ
کی طرح میں بھی مصحف بدست مقتول ہوتا ہوں۔ ربیع الآخر میں تخت پر بیٹھا اور جمادی الاخری
سنہ ۱۲۶ھ میں بعمرہ ۳۳ سال مارا گیا (عقد یہ صفحہ ۴۵۳)

بارھواں بادشاہ
یزید بن ولید بن عبدالملک

اسکا نام یزید ناقص مشہور ہے کیونکہ اس نے فوج کی تنخواہ میں کمی کر دی تھی باپ کے مارے جانے کے
بعد اس نے ایک تقریر کی اور کہا میں اپنے والد کی تمام حرکتوں سے بیزار ہوں۔ اگر کلام خدا اور
سنت رسولؐ کے موافق حکومت کروں تو اطاعت کا مستحق ہوں ورنہ مجکو معزول کر دینا۔
اسکی والدہ یزدجرد بن کسریٰ شہنشاہ ایران کی لڑکی تھی اس لیے یہ فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں قیصر کا نواسہ
اور خاقان (مروان) کا پوتا ہوں۔ شروع رجب سنہ ۱۲۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور پورے چھ مہینے بھی
حکومت نہ کی تھی کہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۶ھ میں مر گیا ۲۵ سال کی عمر تھی۔ ایک روایت ہے کہ ۳۹ سال کی عمر
میں تخت پایا اور چالیس پورے نہ ہونے پائے تھے کہ مر گیا۔ یہ پہلا بادشاہ تھا جس کی زبان سے

مرتے وقت بجائے کلمہ شہادت کے واحسرتاہ وا اسفا نکلا۔ اسکی انگوٹھی پر العظمۃ للہ منقوش تھا
اسی نے سب سے پہلے عید کی نماز ہتھیار پہنکر ادا کی تھی (حلی الایام صفحہ ۴۹ ۵ عقد الفرید صفحہ ۲۵۸)

تیرھواں بادشاہ
ابراہیم بن ولید بن یزید بن عبدالملک

یہ بادشاہ دو مہینے بھی سلطنت نہ کرنے پایا تھا کہ مروان بن محمد بن مروان بن حکم نے اس سے تاج و تخت چھین لیا اور اس نے مروان کی اطاعت قبول کر لی "

اس کی حکومت میں خانہ جنگی کے ان آثار نے خوب ترقی کر لی جن سے بنی امیہ کی حکومت مٹنے والی تھی۔ بادشاہوں کی لاشیں قبروں سے نکالی گئیں اور انکو صلیب پر لٹکا دیا گیا اور شاہی خاندان کے افراد آپس میں کٹنے مرنے لگے (حلی الایام۔ طبری۔ عقد الفرید)

چودھواں بادشاہ
مروان الحمار
اموی سلطنت کی آنکھوں کا دم

پہلے مروان کا آخری ہمنام پوتا سلطنت بنی امیہ کی آنکھوں کا دم ثابت ہوا اور اسی پر یزید ظلم وجبر کی حکومت ختم ہو گئی۔ جو دولت لونڈوں اور عیاشی چھوکروں کی تاجداری میں مضمحل ہو کر دم توڑنے لگی تھی مروان الحمار کے وقت میں اسکی آنکھوں میں دم آگیا اور پانچ برس سکرات میں مبتلا رہکر بنی عباس کے ملک الموت کے ہاتھوں دنیا سے سدھار گئی۔ معاویہ کے بوئے ہوئے بیج کا پھل مروان نے کھایا اور بہانے سے دل اسکی اولاد نے دیکھے مگر آخر مروان ہی نام کے ایک شخص نے اپنی گردن کٹوا کر اموی سلطنت کے درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا بنی امیہ کی طوائف الملوکی دیکھکر حرص تو بہت سے لوگوں کو گرما رہی تھی اور جہانداری کے ارادے تو اکثر دماغوں میں چکر لگا رہے تھے مگر ضابطہ اور قاعدہ کا کام بنی عباس کا تھا جنکا داعی ابو مسلم خراسانی سیاہ لباس سیاہ جھنڈوں اور سیاہ نشانوں کیساتھ خفیہ ہی خفیہ بنی عباس کی بیعت خلقت سے لیرہا تھا اور جگہ جگہ عباسیوں کا اثر قایم کر چکا تھا۔ مروان الحمار تخت پر بیٹھا تو اپنی قوم کے فسادیوں میں اپنے آپ کو

گھرا ہوا پایا۔ سلیمان بن ہشام کی بغاوت ایک طرف عبداللہ بن معاویہ بن یزید پلید کی سرکشی دوسری جانب ضحاک کا خروج تیسرے رُخ یمن کے طالب الحق کی شورش چوتھی طرف۔ اسپر طرہ ابومسلم خراسانی کا جوش و خروش تھا جس نے بنی اُمیہ کے اوسان کھو دیے تھے اور حواس باختہ کر دیے تھے۔

مروان الحمار کی عقل اور مستعدی میں شک نہیں پانچ برس سب فتنوں کا مقابلہ کرتا رہا اور ایک ایک کرکے خانہ جنگیوں کو سنبھالا۔ مگر عباسیوں کے اقبال کا مقابلہ نہ کر سکا انکے سامنے ایسا گرا کہ پھر قیامت تک اُٹھنا نصیب نہ ہوا اور بنی اُمیہ کی سلطنت ہمیشہ کیلئے خاک بسر ہو کے رہ گئی مصر کے قریب بمقام بوصیر ذی الحجہ سنہ ۱۳۲ھ میں مارا گیا ۶۹ برس کی عمر پائی پانچ سال حکومت کی (حلی الایام و عقد الفرید)

طبری میں ہے کہ مروان بھاگتا ہوا مصر پہنچا اور عین الشمس میں ٹھیرا جو فرعون کا مقام مخصوص تھا وہاں عبداللہ بن علی شیعہ وار بنی عباس نے اسکو گھیر لیا۔ مروان نے موت کو سر پر دیکھا تو ہتیار لگا کر سامنے آیا اور دیر تک لڑتا رہا آخر عبداللہ بن شہاب نامی ایک شخص نے اس کے ایک برچھا مارا جو اس کے جسم کے حصہ مخفی میں لگا اور وہ گر پڑا گرتے ہی سر کاٹ لیا گیا اور ابوالعباس کے پاس بھیج گیا۔ اس کے بعد ابوالعباس نے حکم دیا کہ بنی اُمیہ کا ایک آدمی بھی زندہ نہ رکھا جائے چنانچہ اسکی تعمیل کی گئی اور نہایت بیدردی سے بنی اُمیہ کا قتل عام ہوا۔ اور بظاہر ایک بچہ بھی باقی نہ رہا سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا اس کے بعد ابوالعباس نے ایک اور وحشیانہ اور ناجائز حکم دیا کہ تمام شاہان بنی اُمیہ کی قبریں کھود کر پھینک دی جائیں۔ اس کی بھی تعمیل ہوئی معاویہ یزید اور تمام بادشاہوں کی قبریں کھدیں اور ہڈیاں جلائی گئیں، طبری کا بیان ہے کہ یزید کی ہڈیاں قبر سے برآمد ہوئیں تو بالکل سیاہ تھیں۔

ایکدن ابوالعباس نے اہل شام سے پوچھا کہ تم نے اولاد پیغمبر کو چھوڑ کر ان بنی اُمیہ کی اطاعت کیوں کی تھی۔ انہوں نے قسمیں کھا کر جواب دیا کہ ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ بنی اُمیہ کے سوا دُنیا میں کوئی شخص پیغمبر کا قرابت دار موجود نہیں ہے الغرض اسطرح تاج یزیدی کا آخری انجام ہوا اور عبرت نے یہ کہکر یہ باب ختم کر دیا۔ تلک الایام نداولہا بین الناس۔